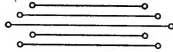


تفسیر ابن کثیر



چند اہم مضامین کی فہرست

۲۸

بارہ نمبر

- ۵۲۶ • خولہ اور خولید بنت الولید رضی اللہ عنہا اور مسئلہ طہار
- ۵۲۷ • احکامات رسول اللہ ﷺ اور زم
- ۵۲۸ • معاشرتی آداب کا ایک پہلو اور قیامت کا ایک منظر
- ۵۲۹ • آداب مجلس باہم معاملات اور علمائے حق و باطل کی توقیر
- ۵۲۹ • نبی کریم ﷺ سے سرگوشی کی منسوخت شرط
- ۵۳۰ • دو غلط لوگوں کا کردار
- ۵۳۱ • جو حق سے پھر اوہ ذلیل و خوار ہوا
- ۵۳۱ • مال نے کی تعریف وضاحت اور حکم رسول اللہ ﷺ کی تعمیل ہی
- ۵۳۲ • اصل ایمان ہے
- ۵۳۳ • مال نے کے ہتھکڑ
- ۵۳۳ • کفر بزدلی کی گود ہے۔ تلبیس ابلیس کا ایک انداز
- ۵۳۶ • اجتماعی کار خیر کی ایک نوعیت اور انفرادی اعمال خیر
- ۵۳۸ • بلند و عظیم مرتبہ قرآن مجید
- ۵۳۳ • اللہ تعالیٰ کی صفات
- ۵۳۵ • حاطب رضی اللہ عنہ کا قصہ
- ۵۳۶ • عصمت دین ایمان کا جزو لا ینفک ہے
- ۵۳۷ • مومنوں کی دعا
- ۵۳۸ • کفار سے محبت کی ممانعت کی دوبارہ تاکید
- ۵۳۳ • مہاجر خواتین کے متعلق بعض ہدایات
- ۵۳۵ • خواتین کا طریقہ بیعت
- ۵۳۶ • کفار سے دلی دوستی کی ممانعت
- ۵۳۱ • ایضاً عہد ایمان کی علامت ہے اور صرف اتحاد کی علامت
- ۵۳۱ • کیا ایضاً عہد واجب ہے؟
- ۵۳۳ • حضرت عیسیٰ کی طرف سے خاتم الانبیاء کی پیشین گوئی
- ۵۳۳ • نبی ﷺ کے مختلف صفاتی نام
- ۵۳۵ • ہر نبی سے آخری نبی کی پیروی کا عہد
- ۵۲۶ • پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا
- ۵۲۷ • سو فی صد نفع بخش تجارت
- ۵۲۸ • عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ خوار یوں کی روداد
- ۵۲۹ • سچے عیسائی
- ۵۲۹ • بنی اسرائیل کے تین گروہ
- ۵۳۰ • قرآن حکیم آفاقی کتاب ہدایت ہے
- ۵۳۱ • میں دعائے ابراہیمی بن کر آیا
- ۵۳۱ • اہل فارس کی عظمت
- ۵۳۲ • کتابوں کا بوجھ لا داگدھا اور بے عمل عالم
- ۵۳۳ • یہودیوں کو دعوت مہلبہ
- ۵۳۳ • جمعہ کا دن کیا ہے؟ اس کی اہمیت کیوں ہے؟
- ۵۳۶ • تجارت عبادت اور صلوة جمعہ
- ۵۳۸ • منافقوں کی محرومی سعادت کے اسباب
- ۵۳۳ • مال و دولت کی خود سپردگی خرابی کی جڑ ہے
- ۵۳۵ • سابقہ واقعات سے سبق لو
- ۵۳۶ • منکرین قیامت مشرکین و ملحدین
- ۵۳۷ • وہی مختار مطلق ہے ناقابل تردید سچائی
- ۵۳۸ • اللہ کی یاد اور اولاد مال کی محبت
- ۵۳۳ • عائلی قانون
- ۵۳۵ • مسائل عدت
- ۵۳۷ • طلاق کے بعد بھی سلوک کی ہدایت
- ۵۳۹ • شریعت پر چلنا ہی --- روشنی کا انتخاب ہے
- ۵۴۰ • حرمت افزائش ان ذوالجلال
- ۵۴۷ • ہمارا گھر اندر ہماری ذمہ داریاں
- ۵۴۰ • تحفظ قانون کے لئے حکم جہاد
- ۵۴۱ • سعادت مند آئینہ (فرعون کی پیروی)

تفسیر سورۃ المجادلہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا وَتَشْتَكِي اِلَى
اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ

سچے معبود بڑے رحم و کرم والے اللہ کے نام سے شروع

یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سنی جو تم سے اپنے شوہر کے بارے میں گفتگو کر رہی تھی اور اللہ کے آگے شکایت کر رہی تھی اللہ تعالیٰ تم دونوں کے سوال و جواب سن رہا تھا۔ بے شک اللہ تعالیٰ سننے دیکھنے والا ہے ○

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات حمد و ثنا کے لائق ہے جس کے سننے نے تمام آوازوں کو گھیر رکھا ہے۔ یہ شکایت کرنے والی بی بی صاحبہ آ کر آنحضرت ﷺ سے اس طرح چپکے چپکے باتیں کر رہی تھیں کہ باوجود اسی گھر میں موجود ہونے کے میں مطلقاً نہ سنی کہ وہ کیا کہہ رہی ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے اس پوشیدہ آواز کو بھی سن لیا اور یہ آیت اتری (بخاری و مسند وغیرہ) اور روایت میں آپ کا یہ فرمان اس طرح منقول ہے کہ بابرکت ہے وہ خدا جو ہر اونچی نیچی آواز کو سنا ہے یہ شکایت کرنے والی بی بی صاحبہ حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو اس طرح سرگوشیاں کر رہی تھیں کہ کوئی لفظ تو کان تک پہنچ جاتا تھا ورنہ اکثر باتیں باوجود اسی گھر میں موجود ہونے کے میرے کانوں تک نہیں پہنچتی تھیں اپنے میاں کی شکایت کرتے ہوئے فرمایا کہ یا رسول اللہ! میری جوانی تو ان کے ساتھ کئی بچے ان سے ہوئے اب جبکہ میں بڑھیا ہو گئی اولاد کے قابل نہ رہی تو میرے میاں نے مجھ سے ظہار کر لیا۔ اے اللہ! میں تیرے سامنے اپنے اس دکھنے کا رونا روتی ہوں۔ ابھی یہ بی بی صاحبہ گھر سے باہر نہیں نکلی تھیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام یہ آیت لے کر اترے۔ ان کے خاوند کا نام حضرت اوس بن صامت تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ابن ابی حاتم)۔

انہیں کبھی کبھہ جنون سا ہو جاتا تھا۔ اس حالت میں اپنی بیوی صاحبہ سے ظہار کر لیتے، پھر جب اچھے ہو جاتے تو گویا کچھ نہ تھا۔ یہ بی بی صاحبہ حضورؐ سے فتویٰ پوچھنے اور خدا کے سامنے اپنی التجا بیان کرنے کو آئیں جس پر یہ آیت اتری۔ حضرت یزیدؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی خلافت کے زمانے میں اور لوگوں کے ساتھ جا رہے تھے جو ایک عورت نے آواز دے کر ظہار لیا۔ حضرت عمرؓ فوراً ٹھہر گئے اور ان کے پاس جا کر توجہ اور ادب سے سر جھکائے ان کی باتیں سننے لگے جب وہ اپنی فرمائش کی تعمیل کرا چکیں اور خود لوٹ گئیں تب امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی واپس ہمارے پاس آئے۔ ایک شخص نے کہا امیر المؤمنین ایک بڑھیا کے کہنے سے آپ رک گئے اور اتنے آدمیوں کو آپ کی وجہ سے اب تک رکنا پڑا۔ آپ نے فرمایا افسوس جانتے بھی ہو یہ کون تھیں؟ اس نے کہا انہیں 'فرمایا یہ وہ عورت ہیں جن کی شکایت اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان پر سنی یہ حضرت خولہ بنت ثعلبہ ہیں اگر یہ آج صبح سے شام چھوڑ رات کر دیتیں اور مجھ سے کچھ فرماتی رہتیں تو بھی میں ان کی خدمت سے نہ ملتا ہاں نماز کے وقت نماز ادا کر لیتا اور پھر کمر بستہ خدمت کے لئے حاضر ہو جاتا (ابن ابی حاتم) اس کی سند منقطع ہے اور دوسرے طریق سے بھی مروی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ خولہ بنت صامت تھیں اور ان کی والدہ کا نام معاذہ تھا جن کے بارے میں آیت وَلَا تُكْرَهُوْا فَنَبَا بِكُمْ ہوئی تھی لیکن تمہیک بات یہ ہے کہ حضرت خولہ اوس بن صامت کی بیوی تھیں اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو۔

الَّذِينَ يُظْهِرُونَ مِنْكُم مِّنْ سَائِبِهِمْ مَا هُنَّ أَمْهَتُهُمْ إِنَّ
 أَمْهَتُهُمْ إِلَّا إِلَٰهِي وَلَدْتَهُمْ وَإِنَّهُمْ لَيَقُولُونَ مُنْكَرًا
 مِنَ الْقَوْلِ وَزُورًا وَإِنَّ اللَّهَ لَعَفُوفٌ غَفُورٌ ۝ وَالَّذِينَ
 يُظْهِرُونَ مِنْ سَائِبِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ
 رَقَبَةٍ ۚ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَا ذَلِكُمْ تَوْعَظُونَ بِهِ ۚ وَاللَّهُ
 بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝

تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں (یعنی انہیں ماں کہہ بیٹھے ہیں) وہ دراصل ان کی مائیں نہیں بن جاتیں ان کی اصلی مائیں تو وہی ہیں جن کے سطن سے وہ پیدا ہوئے یقیناً یہ لوگ ایک نامقول اور جموں بات کہتے ہیں بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے ○ جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کریں پھر اپنی کبی ہوئی بات سے رجوع کریں تو ان کے ذمہ آپس میں ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے غلام آزاد کرنا ہے تمہیں اس کی نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے ○

خولہ اور خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہما اور مسئلہ ظہار ☆ ☆ (آیت: ۲-۳) حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ خدا کی قسم میرے اور میرے خاوند اس بن صامت کے بارے میں اس سورۃ مجادلہ کی شروع کی چار آیتیں اتری ہیں۔ میں ان کے گھر میں تھی یہ بوڑھے اور بڑی عمر کے تھے اور کچھ اخلاق کے بھی اچھے نہ تھے۔ ایک دن باتوں ہی باتوں میں میں نے اس کی کسی بات کا خلاف کیا اور انہیں کچھ جواب دیا جس پر وہ بڑے غضب ناک ہوئے اور غصے میں فرمانے لگے تو مجھ پر میری ماں کی پینہ کی طرح ہے پھر گھر سے چلے گئے اور تو فی مجلس میں کچھ دیر بیٹھے رہے پھر واپس آئے اور مجھ سے خاص بات چیت کرنی چاہی میں نے کہا اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں خولہ کی جان ہے تمہارے اس کہنے کے بعد اب یہ بات نامکن ہے یہاں تک کہ اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ ہمارے بارے میں نہ ہو۔ لیکن وہ نہ مانے اور زبردستی کرنے لگے مگر چونکہ کمزور اور ضعیف تھے میں ان پر غالب آگئی اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے میں اپنی پڑوسن کے ہاں گئی اور اس سے کپڑا مانگ کر اوڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچی۔ اس واقعہ کو بیان کیا اور بھی اپنی مصیبتیں اور تکلیفیں بیان کرنی شروع کر دیں۔ آپ یہی فرماتے جاتے تھے خولہ اپنے خاوند کے بارے میں اللہ سے ڈرو وہ بوڑھے بڑے ہیں ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ آنحضرت ﷺ پر وحی کی کیفیت طاری ہوئی جب وحی اتری چلی تو آپ نے فرمایا اسے خولہ! تیرے اور تیرے خاوند کے بارے میں قرآن کریم کی آیتیں نازل ہوئی ہیں۔ پھر آپ نے قَدْ سَمِعَ اللَّهُ عَنْكَ مَا تَعْلَمُ تک پڑھ سنایا۔

اور فرمایا جاؤ اپنے میاں سے کہو کہ ایک غلام آزاد کریں۔ میں نے کہا حضور ان کے پاس غلام کہاں؟ وہ تو بہت مسکین فقیص ہیں آپ نے فرمایا اچھا تو دو سینے کے لگا تار روزے رکھ لیں۔ میں نے کہا حضور وہ تو بڑی عمر کے بوڑھے ناتواں کمزور ہیں انہیں دو ماہ کے روزوں کی بھی طاقت نہیں آپ نے فرمایا پھر ساٹھ مسکینوں کو ایک دسق (تقریباً چار سون پینے) کھجور دے دیں۔ میں نے کہا حضور اس مسکین کے پاس یہ بھی نہیں آپ نے فرمایا اچھا آدھا دسق کھجوریں میں اپنے پاس سے انہیں دے دوں گا میں نے کہا بہتر آدھا دسق میں دے دوں گی۔ آپ نے

فرمایا یہ تم نے بہت اچھا کیا اور خوب کام کیا جاؤ یہ ادا کر دو اور اپنے خاوند کے ساتھ جو تمہارے چچا کے لڑکے ہیں 'محبت' پیار خیر خواہی اور فرمانبرداری سے گذارا کرو (مسند احمد و ابوداؤد) - ان کا نام بعض روایتوں میں خولید کے بجائے خولہ بھی آیا ہے اور بنت ثعلبہ کے بدلے بنت مالک بن ثعلبہ بھی آیا ہے ان اقوال میں کوئی ایسا اختلاف نہیں جو ایک دوسرے کے خلاف ہو واللہ اعلم - اس سورت کی ان شروع کی آیتوں کا صحیح شان نزول یہی ہے -

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ
أَنْ يَتَمَاسَّاءَ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاطْعَامَ سِتِّينَ مِسْكِينًا
ذَلِكَ لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَلِلْكَافِرِينَ
عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

ہاں جو شخص نہ پائے اس کے ذمے دو مہینوں کے لگا تار روزے ہیں اس سے پہلے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں اور جس شخص کو یہ طاقت بھی نہ ہو اس پر ساٹھ مسکینوں کا کھانا ہے - یہ اس لئے ہے کہ تم اللہ کی اور اس کے رسول کی حکم برداری کرؤ یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں اور کفار ہی کے لئے دکھ کی مار ہے ○

ظہار کے احکام: ☆ ☆ (آیت ۴) حضرت سلمہ بن صحر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ جواب آرہا ہے وہ اس کے اترنے کا باعث نہیں ہوا ہاں البتہ جو حکم ظہار ان آیتوں میں تھا انہیں بھی دیا گیا یعنی آزادگی غلام یا روزے کا کھانا دینا - حضرت سلمہ بن صحر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ خدا ان کی زبانی یہ ہے کہ مجھے جماع کی طاقت اوروں سے بہت زیادہ تھی - رمضان میں اس خوف سے کہ کہیں ایسا نہ ہو دن میں روزے کے وقت میں بچ نہ سکوں میں نے رمضان بھر کے لئے اپنی بیوی سے ظہار کر لیا - ایک رات جبکہ وہ میری خدمت میں مصروف تھی بدن کے کسی حصہ پر سے کپڑا ہٹ گیا پھر تاب کہاں تھی؟ اس سے بات چیت کر بیٹھا 'صبح اپنی قوم کے پاس آ کر میں نے کہارات ایسا واقعہ ہو گیا ہے تم مجھے لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس چلو اور آپ سے پوچھو کہ اس گناہ کا بدلہ کیا ہے؟ سب نے انکار کیا اور کہا کہ ہم تو تیرے ساتھ نہیں جائیں گے' ایسا نہ ہو کہ قرآن کریم میں اس کی بابت کوئی آیت اترے یا حضورؐ کو کوئی ایسی بات فرمادیں کہ ہمیشہ کے لئے ہم پر عار باقی رہ جائے تو جانے یا تیرا کام تو نے ایسا کیوں کیا؟ ہم تیرے ساتھی نہیں - میں نے کہا اچھا پھر میں اکیلا جاتا ہوں چنانچہ میں گیا اور حضورؐ سے تمام واقعہ بیان کیا آپ نے پھر فرمایا تم نے ایسا کیوں کیا؟ میں نے پھر یہی عرض کیا کہ ہاں حضورؐ مجھ سے یہ خطا ہو گئی آپ نے تیسری دفعہ بھی یہی فرمایا - میں نے پھر اقرار کیا اور کہا کہ حضورؐ میں موجود ہوں جو سزا میرے لئے تجویز کی جائے میں اسے سبر سے برداشت کروں گا' آپ حکم دیجئے - آپ نے فرمایا جاؤ ایک غلام آزاد کرو میں نے اپنی گردن پر ہاتھ رکھ کر کہا حضورؐ میں تو صرف اس کا مالک ہوں اللہ کی قسم مجھے غلام آزاد کرنے کی طاقت نہیں - آپ نے فرمایا پھر دو مہینے کے پے در پے روزے رکھو میں نے کہا یا رسول اللہ! روزوں ہی کی وجہ سے تو یہ ہوا' آپ نے فرمایا پھر جاؤ صدقہ کرو میں نے کہا اس اللہ کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میرے پاس کچھ نہیں بلکہ آج کی شب سب گھر والوں نے فائدہ کیا ہے' پھر فرمایا اچھا بنو زرق کے قبیلے کے صدقے والے کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ صدقے کا مال تمہیں دے دے تم اس میں سے ایک وقف کھجور تو ساٹھ مسکینوں کو دے دو اور باقی تم آپ اپنے اور اپنے بال بچوں کے کام میں لاؤ میں خوش خوش واپس لوٹا اور اپنی قوم کے پاس آیا اور ان سے کہا تمہارے پاس تو میں نے سچائی اور برائی پائی اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاس میں نے کسادگی اور برکت پائی - حضور کا

حکم ہے کہ اپنے صدقے تم مجھ سے دو چنانچہ انہوں نے مجھ سے دیئے (مسند احمد ابوداؤد وغیرہ)۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت اوس بن صامتؓ اور ان کی بیوی صاحبہ حضرت خولید بنت ثعلبہؓ کے واقعہ کے بعد کا ہے چنانچہ حضرت ابن عباسؓ کا فرمان ہے کہ ظہار کا پہلا واقعہ حضرت اوس بن صامتؓ کا ہے جو حضرت عبادہ بن صامت کے بھائی تھے ان کی بیوی صاحبہ کا نام خولید بنت ثعلبہ بن مالک تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ اس واقعہ سے حضرت خولید کو رخصت کا شاید طلاق ہو گئی انہوں نے آ کر حضور سے کہا کہ میرے میاں نے مجھ سے ظہار کر لیا ہے اور اگر ہم علیحدہ علیحدہ ہو گئے تو دونوں برباد ہو جائیں گے میں اب اس لائق بھی نہیں رہی کہ مجھے اولاد ہو ہمارے اس تعلق کو بھی زائد نہ کر چکا اور بھی اسی طرح کی باتیں کہتی جاتی تھیں اور روئی جاتی تھیں اب تک ظہار کا کوئی حکم اسلام میں نہ تھا اس پر یہ آیتیں شروع صورت سے اَلَيْسَ بَكَ اَتْرَيْس۔ حضور نے حضرت اوسؓ کو بلوایا اور پوچھا کہ کیا تم غلام آزاد کر سکتے ہو؟ انہوں نے قسم کھا کر انکار کیا حضور نے ان کے لئے رقم جمع کی انہوں نے اس سے غلام خرید کر آزاد کیا اور اپنی بیوی صاحبہ سے رجوع کیا (ابن جریر) حضرت ابن عباسؓ کے علاوہ اور بھی بہت سے بزرگوں کا یہی فرمان ہے کہ یہ آیتیں انہی کے بارے میں نازل ہوئی ہیں واللہ اعلم۔

لفظ ظہار شقاق ہے ظہر سے چونکہ اہل جاہلیت اپنی بیوی سے ظہار کرتے وقت یوں کہتے تھے کہ اَنْتِ عَلَيَّ كَهْظَرِ اُمِّي یعنی ”تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی بیٹہ“ شریعت میں حکم یہ ہے کہ اس طرح خواہ کسی عضو کا نام لے ظہار ہو جائے گا ظہار جاہلیت کے زمانے میں طلاق سمجھا جاتا تھا اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لئے اس میں کفارہ مقرر کر دیا اور اسے طلاق شمار نہیں کیا جیسے کہ جاہلیت کا دستور تھا سلف میں سے اکثر حضرات نے یہی فرمایا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ جاہلیت کے اس دستور کا ذکر کر کے فرماتے ہیں اسلام میں جب حضرت خولید والا واقعہ پیش آیا اور دونوں میاں بیوی بچھٹانے لگے تو حضرت اوسؓ نے اپنی بیوی صاحبہ کو حضورؐ کی خدمت میں بھیجا۔ یہ جب آئیں تو دیکھا کہ آپ کنگھی کر رہے ہیں آپ نے واقعہ نہ کر فرمایا ہمارے پاس اس کا کوئی حکم نہیں۔ اتنے میں یہ آیتیں اتریں اور آپ نے حضرت خولید رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس کی خوشخبری دی اور پڑھ سنائیں۔ جب غلام کی آزادی کا ذکر کیا تو غدر کیا کہ ہمارے پاس غلام نہیں پھر دروزں کا ذکر سن کر کہا کہ اگر ہر روز تین مرتبہ پانی نہ پیتیں تو بچہ اپنے بڑھاپے کے فوت ہو جائیں جب کھانا کھلانے کا ذکر سنا تو کہا چند لقوں پر تو سارا دن گذرتا ہے اور لوگوں کو دینا تو کہاں؟ چنانچہ حضورؐ نے آدھا سبق میں صاع منگوا کر انہیں دیئے اور فرمایا اسے صدقہ کر دو اور اپنی بیوی سے رجوع کر لو (ابن جریر) اس کی اسناد قوی اور پختہ ہے لیکن ادائیگی غربت سے خالی نہیں۔

حضرت ابوالعالیہؒ سے بھی اسی طرح مروی ہے فرماتے ہیں خولید بنت ولج ایک انصاری کی بیوی تھیں جو کم لگا ہوا لے مفلس اور کج خلق تھے کسی دن کسی بات پر میاں بیوی میں جھگڑا ہو پڑا تو جاہلیت کی رسم کے مطابق ظہار کر لیا جو ان کی طلاق تھی یہ بیوی صاحبہ حضورؐ کے پاس پہنچیں اس وقت آپ عائشہؓ کے گھر میں تھے اور مائی صاحبہ آپ کا سر دھو رہی تھیں جا کر سارا واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا اب کیا ہو سکتا ہے میرے علم میں تو تو اس پر حرام ہو گئی یہ سن کر کہنے لگیں خدایا میری عرض تجھ سے ہے اب حضرت عائشہؓ آپ کے سر مبارک کا ایک طرف کا حصہ دھو کر گھوم کر دوسری جانب آئیں اور ادھر کا حصہ دھو نے لگیں تو حضرت خولید بھی گھوم کر اس دوسری طرف آ بیٹھیں اور اپنا واقعہ دہرایا آپ نے پھر یہی جواب دیا مائی صاحبہ نے دیکھا کہ آپ کے چہرے کا رنگ خستہ ہو گیا ہے تو ان سے کہا کہ دو روز ہٹ کر بیٹھو یہ دور کھسک گئیں ادھر وحی نازل ہوئی شروع ہوئی جب اتر چکی تو آپ نے فرمایا وہ عورت کہاں ہے؟ مائی صاحبہ نے انہیں آواز دے کر بلایا آپ نے فرمایا جاؤ اپنے خاوند کو لے آؤ یہ دوڑتی ہوئی گئیں اور اپنے شوہر کو بلالائیں تو واقعی وہ ایسے ہی تھے جیسے انہوں نے کہا تھا آپ نے اَسْتَعِذُّ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر اس صورت کی یہ آیتیں سنا لیں اور فرمایا کیا تم غلام آزاد کر سکتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں کہا وہ

مینے کے لگا تار ایک پیچھے ایک روزے رکھ سکتے ہو؟ انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ اگر دو تین دفعہ دن میں نہ کھاؤں تو بیٹائی بالکل جاتی رہتی ہے فرمایا کیا ساتھ مسکینوں کو کھانا دے سکتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں لیکن اگر آپ میری امداد فرمائیں تو اور بات ہے پس حضور نے ان کی اعانت کی اور فرمایا ساتھ مسکینوں کو کھلا دو اور جاہلیت کی اس رسم طلاق کو ہٹا کر اللہ تعالیٰ نے اسے ظہار مقرر فرمایا (ابن ابی حاتم و ابن جریر)

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایلا اور ظہار جاہلیت کے زمانہ کی طلاقیں تھیں اللہ تعالیٰ نے ایلا میں تو چار مینے کی مدت مقرر فرمائی اور ظہار میں کفارہ مقرر فرمایا۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ منکحہم سے استدلال کیا ہے کہ چونکہ یہاں خطاب مومنوں سے ہے اس لئے اس حکم میں کافر داخل نہیں جمہور کا مذہب اس کے برخلاف ہے وہ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ باعتبار غلبہ کے کہہ دیا گیا ہے اس لئے بطور قید کہ اس کا مفہوم مخالف مراد نہیں لے سکتے لفظ مِنْ نَسَائِهِمْ سے جمہور نے استدلال کیا ہے کہ لوٹنے سے ظہار نہیں نہ وہ اس خطاب میں داخل ہے۔ پھر فرماتا ہے اس کہنے سے کہ تو مجھ پر میری ماں کی طرح ہے یا میرے لئے تو مثل میری ماں کے ہے یا مثل میری ماں کی پیٹھ کے ہے یا اور ایسے ہی الفاظ اپنی بیوی کو کہہ دینے سے وہ صحیح ماں نہیں بن جاتی حقیقی ماں تو وہی ہے جس کے بطن سے یہ تولد ہوا ہے یہ لوگ اپنے منہ سے فحش اور باطل قول بول دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا اور بخش دینے والا ہے اس نے جاہلیت کی اس سختی کو تم سے دور کر دیا ایسی طرح ہر وہ کلام جو ایک دم زبان سے بغیر سوچے سمجھے اور بلا قصد نکل جائے۔ چنانچہ ابوداؤد وغیرہ میں ہے کہ حضور نے سنا کہ ایک شخص اپنی بیوی سے کہہ رہا ہے اے میری بہن! تو آپ نے فرمایا یہ تیری بہن ہے؟ غرض یہ کہنا برا لگا اسے روکا مگر اس سے حرمت ثابت نہیں کی کیونکہ دراصل اس کا مقصد یہ نہ تھا! پونی زبان سے بغیر قصد کے نکل گیا تھا ورنہ ضرور حرمت ثابت ہو جاتی۔ کیونکہ صحیح قول یہی ہے کہ اپنی بیوی کو جو شخص اس نام سے یاد کرے جو حرمت ابدی ہے میں مثلًا بہن یا چھو بھی یا خالہ وغیرہ تو وہ بھی حکم میں ماں کہنے کے ہیں۔ جو لوگ ظہار کریں پھر اپنے کہنے سے لوٹیں اس کا مطلب ایک تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ ظہار کیا پھر مکرر اس لفظ کو کہا لیکن یہ ٹھیک نہیں۔

بقول حضرت امام شافعیؒ مطلب یہ ہے کہ ظہار کیا پھر اس عورت کو روک رکھا یہاں تک کہ اتنا زمانہ گزر گیا کہ اگر چاہتا تو اس میں باقاعدہ طلاق دے سکتا تھا لیکن طلاق نہ دی۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ پھر لوٹے جماع کی طرف یا ارادہ کرے تو یہ حلال نہیں تا وقتیکہ مذکورہ کفارہ ادا نہ کرے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مراد اس سے جماع کا ارادہ یا پھر بسانے کا عزم یا جماع ہے۔ امام ابو حنیفہؒ وغیرہ کہتے ہیں مراد ظہار کی طرف لوٹنا ہے اس کی حرمت اور جاہلیت کے حکم کے اٹھ جانے کے بعد پس جو شخص اب ظہار کرے گا اس پر اس کی بیوی حرام ہو جائے گی جب تک کہ یہ کفارہ ادا نہ کرے۔ حضرت سعیدؒ فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ جس چیز کو اس نے اپنی جان پر حرام کر لیا تھا اب پھر اس کام کو کرنا چاہے تو اس کا کفارہ ادا نہ کرے۔ حضرت حسن بصریؒ کا قول ہے کہ جماعت کرنا چاہے ورنہ اور طرح چھوٹنے میں قبل کفارہ کے بھی ان کے نزدیک کوئی حرج نہیں۔ ابن عباسؓ وغیرہ فرماتے ہیں یہاں سے مراد محبت کرنا ہے۔ زہریؒ فرماتے ہیں کہ ہاتھ لگانا پیارا کرنا بھی کفارہ کی ادائیگی سے پہلے جائز نہیں۔ سنن میں ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میں نے اپنی بیوی سے ظہار کیا تھا پھر کفارہ ادا کرنے سے پہلے میں نے اس سے مل لیا۔ آپ نے فرمایا اللہ تجھ پر رحم کرے ایسا تو نے کیوں کیا؟ کہتے لگا یا رسول اللہ! چاندنی رات میں اس کے خطن کی چمک نے مجھے تباہ کر دیا آپ نے فرمایا اب اس سے قربت نہ کرنا جب تک کہ خدا کے فرمان کے مطابق کفارہ ادا نہ کر دے۔ نسائی میں یہ حدیث مرسل مروی ہے اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ مرسل ہونے کو ادبی بتلاتے ہیں۔ پھر کفارہ بیان ہو رہا ہے کہ ایک غلام آزاد کرے یہاں یہ قید نہیں کہ مومن ہی ہو جیسے قتل کے کفارہ میں غلام کے مومن ہونے کی قید ہے۔ امام شافعیؒ تو فرماتے ہیں یہ مطلق اس عقید پر محمول ہوگی کیونکہ آزادگی جیسا وہاں ہے ایسی ہی یہاں بھی ہے اس کی دلیل یہ حدیث بھی ہے کہ ایک سیاہ قام لوٹنے کی بابت حضورؐ نے فرمایا تھا اسے آزاد کر دے یہ مومن

ہے اور واقعہ گذر چکا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہار کر کے پھر کفارہ سے قبل واقع ہونے والے کو آپ نے دوسرا کفارہ ادا کرنے کو نہیں فرمایا۔ پھر فرماتا ہے اس سے تمہیں نصیحت کی جاتی ہے یعنی دھمکایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مصلحتوں سے خبردار ہے اور تمہارے احوال کا عالم ہے۔ جو آزادی غلام پر قادر نہ ہو وہ دو مہینے کے لگا تار روزے رکھنے کے بعد اپنی بیوی سے اس صورت میں مل سکتا ہے اور اگر اس کا بھی مقدور نہ ہو تو پھر ساٹھ مہینوں کو کھانا دینے کے بعد پہلے حد شیش گذر چکیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مقدم پہلی صورت پھر دوسری پھر تیسری چبے کہ صحیحین کی اس حدیث میں بھی ہے جس میں آپ نے رمضان میں اپنی بیوی سے جماع کرنے والے کو فرمایا تھا۔ ہم نے یہ احکام اس لئے مقرر کئے ہیں کہ تمہارا کامل ایمان اللہ پر اور اس کے رسول پر ہو جائے۔ یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں اس کے محرمات ہیں خبردار اس حرمت کو نہ توڑنا۔ جو کافر ہوں یعنی ایمان نہ لائیں حکم برداری نہ کریں شریعت کے احکام کی بے عزتی کریں ان سے بچو واپس نہیں بلاؤں سے بچنے والا نہ کھو بلکہ ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ كُبِتُوا كَمَا كُبِتَ
الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَلِلْكَافِرِينَ
عَذَابٌ مُهِينٌ ۝ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا
أَخْصَصَهُ اللَّهُ وَنَسُوهُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝
أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ
مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَافِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ
إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا آدْنَى مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْثَرَ
إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ آيْنَ مَا كَانُوا ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا
يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝

بلکہ جو لوگ اللہ سے اور اس کے رسول سے مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیل کئے جائیں گے جیسے ان سے پہلے کے لوگ ذلیل کئے گئے تھے اور بلکہ ہم واضح آیتیں اتار چکے ہیں، منکروں کے لئے تو ذلت کی مار ہے ہی ۝ جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو اٹھائے گا پھر انہیں ان کے کئے ہوئے اعمال سے آگاہ کرے گا جسے اللہ نے یاد رکھا اور جسے یہ بھول گئے تھے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے ۝ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کی اور زمین کی ہر چیز کا علم رکھتا ہے تین آدمیوں کا مشورہ نہیں ہوتا مگر اللہ ان کا چوتھا ہوتا ہے اور نہ پانچ کا مگر ان کا چھوا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم کا اور نہ زیادہ کا مگر وہ ساتواں ہی ہوتا ہے جہاں بھی وہ ہوں پھر قیامت کے دن انہیں ان کے اعمال سے آگاہ کرے گا بلکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے ۝

احکامات رسول اللہ ﷺ اور ہم: ☆ ☆ (آیت: ۵-۷) فرمان ہے کہ خدا کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والے اور احکام شرع سے سرتابی کرنے والے ذلت اور ہار محسوس اور پھٹکار کے لائق ہیں جس طرح ان سے اگلے انہی اعمال کے باعث برباد اور سوا کر دیئے گئے اسی طرح واضح اس قدر ظاہر اتنی صاف اور ایسی مکمل ہوئی آیتیں بیان کر دی ہیں اور نشانیاں ظاہر کر دی ہیں کہ سوائے اس کے جس کے دل

میں سرکشی ہو کوئی ان سے انکار کر نہیں سکتا اور جو ان کا انکار کرے وہ کافر ہے اور ایسے کفار کے لئے یہاں کی ذلت کے بعد وہاں کے بھی اہانت والے عذاب ہیں۔ یہاں ان کے تکبر نے خدا کی طرف جھکنے سے روکا وہاں اس کے بدلے انہیں بے انتہا ذلیل کیا جائے گا خوب روندنا جائے گا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام اگلوں پیچلوں کو ایک ہی میدان میں جمع کرے گا اور جو بھلائی برائی جس کسی نے کی تھی اس سے اسے آگاہ کرے گا۔ گو یہ بھول گئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے تو اسے یاد رکھا تھا اس کے فرشتوں نے اسے لکھ رکھا تھا۔ نہ تو اللہ پر کوئی چیز چھپ سکے نہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کو بھولے۔ پھر بیان فرماتا ہے کہ تم جہاں ہو جس حالت میں ہو نہ تمہاری باتیں اللہ کے سننے سے رہیں نہ تمہاری حالتیں خدا کے دیکھنے سے پوشیدہ رہیں اس کے علم نے ساری دنیا کا احاطہ کر رکھا ہے اسے ہر زبان و مکان کی اطلاع ہر وقت ہے وہ زمین و آسمان کی تمام تر کائنات سے با علم ہے۔

تین شخص آپس میں مل کر نہایت پوشیدگی سے رازداری کے ساتھ اپنی باتیں ظاہر کریں انہیں وہ سنتا ہے اور وہ اپنے تئیں تین ہی نہ سمجھیں بلکہ اپنا چوتھا خدا کو نہیں اور جو باقی شخص تنہائی میں رازداریاں کر رہے ہیں وہ چھٹا خدا کو جانیں پھر جو اس سے کم ہوں یا اس سے زیادہ ہوں وہ بھی یقین رکھیں کہ وہ جہاں کہیں بھی ہیں ان کے ساتھ ان کا اللہ ہے یعنی ان کے حال قال سے مطلع ہے ان کے کلام کو سن رہا ہے اور ان کی حالتوں کو دیکھ رہا ہے پھر ساتھ ہی ساتھ اس کے فرشتے بھی لکھتے جارہے ہیں۔ جیسے اور جگہ ہے اَلَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَامُ الْغُیُوْبِ ”کیا لوگ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پوشیدگیوں کو اور ان کی سرگوشیوں کو بخوبی جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمام غیوب پر اطلاع رکھنے والا ہے۔“ ایک اور جگہ ارشاد ہے اَمْ یَحْسِبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ بَلٰی وَرُسُلُنَا لَدَیْهِمْ یُخْبِتُوْنَ ”کیا ان کا یہ گمان ہے کہ ہم ان کی پوشیدہ باتوں اور خفیہ مشوروں کو سن نہیں رہے؟ برابر سن رہے ہیں اور ہمارے بھیجے ہوئے ان کے پاس موجود ہیں جو لکھتے جارہے ہیں۔ اکثر بزرگوں نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ اس آیت سے مراد معیت علمی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا وجود نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر جگہ ہے۔ ہر تین کے مجمع میں چوتھا اس کا علم ہے جابرک و تعالیٰ۔ بے شک وہ اس بات پر ایمان کامل اور یقین راسخ رکھنا چاہئے کہ یہاں مراد ذات سے ساتھ ہونا نہیں بلکہ علم سے ہر جگہ موجود ہونا ہے ہاں بیشک اس کا سنا دیکھنا بھی اسی طرح اس کے علم کے ساتھ ساتھ ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنی تمام مخلوق پر مطلع ہے ان کا کوئی کام اس سے پوشیدہ نہیں پھر قیامت کے دن انہیں ان کے تمام اعمال پر تنبیہ کرے گا اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتے والا ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کو شروع بھی اپنے علم کے بیان سے کیا تھا اور ختم بھی اللہ کے علم کے بیان پر کیا (مطلب یہ ہے کہ درمیان میں خدا کا ساتھ ہونا جو بیان کیا تھا اس سے بھی از روئے علم کے ساتھ ہونا ہے نہ کہ از روئے ذات کے۔ مترجم)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ نَهَوْا عَنِ التَّجْوٰی ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ
لِمَا نَهَوْا عَنْهُ وَیَتَنَجَّوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِیَتِ
الرَّسُوْلِ وَاِذَا جَاؤُكَ حَیْوَكَ بِمَا لَمْ یَحِیْكَ بِهٖ اللّٰهُ
وَيَقُوْلُوْنَ فِیْ اَنْفُسِهِمْ لَوْ لَا یُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ
حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ یَصْلُوْنَهَا فَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ۝

کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کاناپھوسی سے روک دیا گیا تھا وہ پھر بھی اس روکے ہوئے کام کو دوبارہ کرتے ہیں اور آپس میں جھگڑا کر دی اور ظلم اور زیادتی کی اور نافرمانی پیغمبر کی سرکوشیاں بھرتے ہیں اور جب تیرے پاس آتے ہیں تو تجھے ان افسوس میں سلام کرتے ہیں جن افسوس میں اللہ تعالیٰ نے نہیں کہا اور اپنے جی میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمارے اس کئے پر سزا کیوں نہیں دیتا ان کے لئے جہنم کافی سزا ہے جس میں یہ جائیں گے سو وہ برا بھلا کہتا ہے ○

معاشرتی آداب کا ایک پہلو اور قیامت کا ایک منظر: ☆☆ (آیت: ۸) کاناپھوسی سے یہودیوں کو روک دیا گیا تھا اس لئے کہ ان میں اور آنحضرت ﷺ میں جب صلہ صفائی تھی تو یہ لوگ یہ حرکت کرنے لگے کہ جہاں کسی مسلمان کو دیکھا اور جہاں کوئی ان کے پاس گیا کہ یہ ادھر ادھر جمع ہو ہو کر چپکے چپکے اشاروں کنایوں میں اس طرح کاناپھوسی کرنے لگتے کہ اکیلا دیکھا مسلمان یہ گمان کرتا کہ شاید یہ لوگ میرے قتل کی سازشیں کر رہے ہیں یا میرے خلاف اور ایمانداروں کے خلاف کچھ مخفی ترکیبیں سوچ رہے ہیں اسے ان کی طرف جاتے ہوئے بھی ڈر لگتا۔ جب یہ شکایتیں عام ہوئیں تو حضور نے یہودیوں کو اس سفلی حرکت سے روک دیا، لیکن انہوں نے پھر بھی یہی کرنا شروع کیا۔ ابن ابی حاتم کی ایک حدیث میں ہے کہ ہم لوگ باری باری رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رات کو حاضر ہوتے کہ اگر کوئی کام کاج ہو تو کریں ایک رات کو باری والے آگئے اور کچھ اور لوگ بھی بہ نیت ثواب آگئے چونکہ لوگ زیادہ جمع ہو گئے تو ہم ٹولیاں ٹولیاں بن کر ادھر ادھر بیٹھ گئے اور ہر جماعت آپس میں باتیں کرنے لگی اتنے میں آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور فرمایا یہ سرگوشیاں کیا ہو رہی ہیں؟ کیا تمہیں اس سے روکا نہیں گیا؟ ہم نے کہا حضور ہماری تو یہ ہے ہم سب دجال کا ذکر کر رہے تھے کیونکہ اس سے کھٹکا لگا رہتا ہے آپ نے فرمایا سنو میں تمہیں اس سے بھی زیادہ خوف کی چیز بتاؤں وہ پوشیدہ شرک ہے اس طرح کہ ایک شخص اٹھ کھڑا ہو اور دوسروں کے دکھانے کے لئے کوئی دینی کام کرے (یعنی ریا کاری) اس کی اسناد غریب ہے اور اس میں بعض راوی ضعیف ہیں۔ پھر بیان ہوتا ہے کہ ان کی خانگی سرگوشیاں یا تو گناہ کے کاموں پر ہوتی ہیں جس میں ان کا ذاتی نقصان ہے یا ظلم پر ہوتی ہیں جس میں دوسروں کے نقصان کی ترکیبیں سوچتے ہیں یا پیغمبر علیہ السلام کی مخالفت پر ایک دوسروں کو پھنستے کرتے ہیں اور آپ کی نافرمانیوں کے منصوبے گانفتے ہیں۔ پھر ان بدکاروں کی ایک بدترین خصلت بیان ہو رہی ہے کہ سلام کے الفاظ کو بھی یہ بدل دیتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ایک مرتبہ یہودی حضور کے پاس آئے اور کہا السَّامُ عَلَیْكَ يَا اَبَا الْقَاسِمِ حضرت عائشہؓ سے نہ رہا گیا فرمایا وَ عَلَیْكُمْ السَّامُ۔ سام کے معنی موت کے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے عائشہ! اللہ تعالیٰ برے الفاظ اور سخت کلامی کو ناپسند فرماتا ہے۔ میں نے کہا کیا حضور نے نہیں سنا انہوں نے آپ کو السَّلام نہیں کہا بلکہ السَّام کہا ہے آپ نے فرمایا کیا تم نے نہیں سنا؟ میں نے کہا وَ عَلَیْكُمْ۔ اسی کا بیان یہاں ہو رہا ہے سو دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ان کے جواب میں فرمایا تَعَالَى عَلَیْكُمْ السَّامُ وَالذَّامُ وَاللَّعْنَةُ اور آپ نے صدیقہؓ کو روک دیا کہ ہمارا دعا ان کے حق میں مقبول ہے اور ان کا ہمیں کو سنا مقبول ہے (ابن ابی حاتم وغیرہ)۔

ایک مرتبہ حضور اپنے اصحاب کے مجمع میں تشریف فرما تھے کہ ایک یہودی نے آپ کو سلام کیا صحابہؓ نے جواب دیا۔ پھر حضور نے صحابہؓ سے پوچھا معلوم بھی ہے اس نے کیا کہا تھا؟ انہوں نے کہا حضرت سلام کیا تھا آپ نے فرمایا نہیں اس نے کہا تھا سَامُ عَلَیْكُمْ یعنی تمہارا دین مغلوب ہو مٹ جائے پھر آپ نے حکم دیا کہ اس یہودی کو بلاؤ جب وہ آگیا تو آپ نے فرمایا سبج بتا کیا تو نے سَامُ عَلَیْكُمْ نہیں کہا تھا؟ اس نے کہا ہاں حضور میں نے یہی کہا تھا آپ نے فرمایا سنو جب کبھی کوئی اہل کتاب تم میں سے کسی کو سلام کرے تو تم صرف عَلَیْک کہہ دیا کرو یعنی جو تو نے کہا وہ وہ تجھ پر (ابن جریر وغیرہ) پھر یہ لوگ اپنے اس کثوت پر خوش ہو کر اپنے دل میں کہتے کہ اگر یہ نبی برحق ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہماری اس چال بازی پر ہمیں دنیا میں ضرور عذاب کرتا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تو ہمارے باطنی حال سے بخوبی واقف

ہے۔ پس خدا تعالیٰ فرماتا ہے انہیں وارث آخرت کا عذاب ہی بس ہے جہاں یہ جہنم میں جائیں گے اور بری جگہ پہنچیں گے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ اس آیت کا شان نزول یہودیوں کا اس طریقے کا سلام ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ منافق اسی طرح سلام کرتے تھے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَنَاجُوا بِالْأَلْثَمِ
وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَةِ الرَّسُولِ وَتَنَاجُوا بِالْبَرِّ وَالتَّقْوَىٰ
وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝ إِنَّمَا التَّجْوَىٰ مِنَ
الشَّيْطَانِ لِيَحْزَنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيْسَ بِضَارِّهِمْ شَيْئًا إِلَّا
بِإِذْنِ اللَّهِ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝

اے ایمان والو! تم جب چپ چپ باتیں کر دو تو یہ سرگوشیاں گنہگاری اور ظلم و زیادتی اور نافرمانی وغیرہ کی نہ ہوں بلکہ نفع رسانی اور پرہیزگاری کی باتوں پر اس میں متبادل خیالات نہ کرو اور اس اللہ سے ڈرتے رہو جس کے پاس تم سب جمع کئے جاؤ گے ○ بری سرگوشیاں شیطانی کام ہے جس سے ایمانداروں کو رنج پہنچے گا واللہ تعالیٰ کی چاہت بغیر وہ انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا ایمان والوں کو چاہئے کہ اللہ ہی پر بھروسہ رکھیں ○

مومن کی سرگوشی: ☆☆ (آیت ۹-۱۰) پھر اللہ تعالیٰ مومنوں کو ادب سکھاتا ہے کہ تم ان منافقوں اور یہودیوں کے سے کام نہ کرنا تم گناہ کے کاموں اور حد سے گذر جانے اور نبی کی نہ ماننے کے مشورے نہ کرنا بلکہ تمہیں ان کے برخلاف نیکی کے اور اپنے بھاء کے مشورے کرنے چاہئیں۔ تمہیں ہر وقت اس اللہ سے ڈرتے رہنا چاہئے جس کی طرف تمہیں جمع ہونا ہے جو اس وقت تمہیں ہر نیکی بدی کی جزا سزا دے گا اور تمام اعمال و اقوال سے متنبہ کرے گا مگر تم بھول گئے ہو لیکن اس کے پاس سب محفوظ اور موجود ہیں۔ حضرت مغفونؓ فرماتے ہیں میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ہاتھ تھا ہے ہوئے تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے مومن کی جو سرگوشی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ہوگی اس کے بارے میں کیا سنا ہے؟ آپ نے فرمایا رسالت مآب ﷺ سے میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کو اپنے قریب بلائے گا اور اس قدر قریب کہ اپنا بازو اس پر رکھ دے گا اور لوگوں سے اسے پردے میں کر لے گا اور اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرانے کا اور پوچھنے کا یاد ہے؟ فلاں گناہ تم نے کیا تھا فلاں کیا تھا فلاں کیا تھا یہ اقرار کرتا جائے گا اور دل دھڑک رہا ہوگا کہ اب ہلاک ہوا۔ اسنے میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ دنیا میں بھی میں نے تیری پردہ پوشی کی اور آج بھی میں نے بخشش کی پھر اسے اس کی نیکیوں کا نامہ اعمال دیا جائے گا لیکن کافر و منافق کے بارے میں تو گواہ پکار کر کہہ دیں گے کہ یہ خدا پر جھوٹ بولنے والے لوگ ہیں خبردار ہو جاؤ ان ظالموں پر خدا کی لعنت ہے۔

پھر فرمان ہے کہ اس قسم کی سرگوشی جس سے مسلمان کو تکلیف پہنچے اور اسے بدگمانی ہو شیطان کی طرف سے ہے شیطان ان منافقوں وغیرہ سے یہ کام اس لئے کرتا ہے کہ مومنوں کو غم و رنج ہو۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی اجازت بغیر نہ شیطان نہ کوئی اور انہیں کوئی ضرر پہنچا سکتے ہیں جسے کوئی ایسی حرکت معلوم ہو اسے چاہئے کہ اَعُوْذُ بِہِ اللہ کی پناہ لے اور اللہ پر بھروسہ رکھے ان شاء اللہ اسے کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ ایسی کانٹا پھوسی جو کسی مسلمان کو گوارا گذرے حدیث میں بھی منع آئی ہے مسند احمد میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب تم تین آدمی ہو تو دہل کر کان میں منہ ڈال کر باتیں کرنے نہ بیٹھ جاؤ اس سے اس تیسرے کا دل میلا ہوگا (صحیحین) اور روایت میں ہے کہ ہاں اگر اس کی

اجازت ہو تو کوئی حرج نہیں (مسلم)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ
فَانْفَسِحُوا يَفْسَحَ اللَّهُ لَكُمْ ۖ وَإِذَا قِيلَ انشُرُوا فَانْشُرُوا
يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ
وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝

اے مسلمانو جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں ذرا کھل کر بیٹھو تو تم جگہ کشادہ کرو اور اللہ تمہیں کشادگی دے گا اور جب کہا جائے گا کہ اٹھ کھڑے ہو جاؤ تو تم اٹھ کھڑے ہو جاؤ اللہ تم سے ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں اور علم دے گئے ہیں درجے بلند کر دے گا اللہ تعالیٰ ہر اس کام سے جو تم کر رہے ہو خوب خبردار ہے ○

آداب مجلس باہم معاملات اور علمائے حق و باطل کی تو قییر: ☆ ☆ (آیت ۱۱) یہاں ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ مجلسی آداب سکھاتا ہے۔ انہیں حکم دیتا ہے کہ نشست و برخاست میں بھی ایک دوسرے کا خیال و لحاظ رکھو۔ تو فرماتا ہے کہ جب مجلس جمع ہو اور کوئی آئے تو ذرا ادھر ادھر ہٹ ہٹا کر اسے بھی جگہ دو۔ مجلس میں کشادگی کرو۔ اس کے بدلے اللہ تعالیٰ تمہیں کشادگی دے گا۔ اس لئے کہ ہر عمل کا بدلہ اسی جیسا ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے مسجد بنادے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنادے گا اور حدیث میں ہے کہ جو کسی حق والے پر آسانی کرے اللہ تعالیٰ اس پر دنیا اور آخرت میں آسانی کرے گا جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی مدد میں لگا رہے اللہ تعالیٰ خود اپنے اس بندے کی مدد پر ہوتا ہے۔ اسی طرح کی اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ آیت مجلس ذکر کے بارے میں اتاری ہے مثلاً وعظ ہو رہا ہے حضورؐ کچھ فصاحت کی باتیں بیان فرما رہے ہیں لوگ بیٹھے سن رہے ہیں اب جو دوسرا کوئی آیا تو کوئی اپنی جگہ سے نہیں سرکھٹتا اس کا سے بھی جگہ مل جائے تو قرآن کریم نے حکم دیا کہ ایسا نہ کرو اور اھر اھر کھل جایا کرو تا کہ آنے والے کی جگہ ہو جائے۔ حضرت مقاتلؓ فرماتے ہیں جمعہ کے دن یہ آیت اتاری رسول اللہ ﷺ اس دن صحنہ میں تھے یعنی مسجد کے ایک چھپرے تلے جگہ جگ تھی اور آپ کی عادت مبارک تھی کہ جو مہاجر اور انصاری بدر کی لڑائی میں آپ کے ساتھ تھے آپ ان کی بڑی عزت اور تکریم کیا کرتے تھے اس دن اتفاق سے چند بدری صحابہؓ راہ دیر سے آئے تو آنحضرت ﷺ کے آس پاس کھڑے ہو گئے آپ سے سلام علیک ہوئی آپ نے جواب دیا پھر اور اہل مجلس کو سلام کیا انہوں نے بھی جواب دیا اب یہی امید پر کھڑے رہے کہ مجلس میں ذرا کشادگی دیکھیں تو بیٹھ جائیں لیکن کوئی شخص اپنی جگہ سے نہ ہلا جو ان کے لئے جگہ ہوئی۔ آنحضرت ﷺ نے جب یہ دیکھا تو نہ رہا گیا نام لے لے کر بعض لوگوں کو ان کی جگہ سے کھڑا کیا اور ان بدری صحابیوں کو بیٹھے کو فرمایا۔ جو لوگ کھڑے کرائے گئے تھے انہیں ذرا ہماری پڑاؤ اور منافقین کے ہاتھ میں ایک مشغلہ لگ گیا کہنے لگے لیجئے یہ عدل کرنے کے مدعی فی ہیں کہ جو لوگ شوق سے آئے پہلے آئے اپنے نبی کے قریب جگہ لی اطمینان سے اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے انہیں تو ان کی جگہ سے کھڑا کر دیا اور دیر سے آنے والوں کو ان کی جگہ دلوا دی کہ قدرتنا انصافی ہے اھر حضورؐ نے اس لئے کہ ان کے دل میلے نہ ہوں دعا کی کہ اللہ اس پر رحم کرے جو اپنے مسلمان بھائی کے لئے مجلس میں جگہ کر دے اس حدیث کو سنتے ہی صحابہؓ نے فوراً خود بخود اپنی جگہ سے ہٹا اور آنے والوں کو جگہ دینا شروع کر دیا اور جمعہ ہی کے دن یہ آیت اتاری (ابن ابی حاتم)۔

بخاری، مسلم، مسند وغیرہ میں حدیث ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو اس کی جگہ سے ہٹا کر وہاں نہ بیٹھے بلکہ تمہیں چاہئے کہ ادھر

اور سرک کراس کے لئے جگہ بنا دو۔ شافعی میں ہے تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو جمعہ کے دن اس کی جگہ سے ہرگز نہ اٹھائے بلکہ کہہ دے کہ معیشت کرو۔ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ کسی آنے والے کے لئے کھڑے ہو جانا جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ تو اجازت دیتے ہیں اور یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو جاؤ، بعض علماء منع کرتے ہیں اور یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ لوگ اس کے لئے سیدھے کھڑے ہو جایا کریں وہ جہنم میں اپنی جگہ بنالے۔

بعض بزرگ تفصیل بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ سفر سے اگر کوئی آیا ہو تو اور حاکم کے لئے اس کی حکومت کی جگہ کھڑے ہو جانا درست ہے کیونکہ حضورؐ نے جن کے لئے کھڑا ہونے کو فرمایا تھا یہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، بنو قریظہ کے آپ حاکم بنائے گئے تھے جب انہیں آتا ہوا دیکھا تو حضورؐ نے فرمایا تھا کہ اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور یہ (بطور تعظیم کے تھا بلکہ) صرف اس لئے تھا کہ ان کے احکام کو بخوبی جاری کرائے واللہ اعلم ہاں اسے عادت بنا لینا کہ مجلس میں جہاں کوئی بڑا آدمی آیا اور لوگ کھڑے ہو گئے یہ عجیبوں کا طریقہ ہے۔ سنن کی حدیث میں ہے کہ صحابہ کرامؓ کے نزدیک رسول اللہ ﷺ سے زیادہ محبوب اور باعزت کوئی نہ تھا لیکن تاہم آپ کو دیکھ کر وہ کھڑے نہیں ہوا کرتے تھے جانتے تھے کہ آپ اسے مکروہ سمجھتے ہیں۔ سنن کی اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ آتی ہی مجلس کے خاتمہ پر بیٹھ جایا کرتے تھے اور جہاں آپ تشریف فرما ہو جاتے وہی جگہ صدارت کی جگہ ہو جاتی اور صحابہ کرامؓ اپنے اپنے مراتب کے مطابق مجلس میں بیٹھ جاتے، حضرت الصدیق رضی اللہ عنہ آپ کے دائیں جانب فاروق رضی اللہ عنہ آپ کے بائیں اور عموما حضرت عثمانؓ و علی رضی اللہ عنہما آپ کے سامنے بیٹھتے تھے۔ کیونکہ یہ دونوں بزرگ کاتبِ وحی تھے آپ ان سے فرماتے اور یہ وحی کو لکھ لیا کرتے تھے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضورؐ کا فرمان تھا کہ مجھ سے قریب ہو کر عقل مند صاحب فراست لوگ بیٹھیں پھر درجہ بدرجہ اور یہ انتظام اس لئے تھا کہ حضورؐ کے مبارک ارشادات یہ حضرات سنیں اور بخوبی سمجھیں یہی وجہ تھی کہ صفہ والی مجلس میں جس کا ذکر ابھی ابھی گذرا ہے آپ نے اور لوگوں کو ان کی جگہ سے ہٹا کر وہ جگہ بدری صحابہ کو دلائی، گو اس کے ساتھ اور دو جہیں بھی تھیں مثلاً ان لوگوں کو خود چاہئے تھا کہ ان بزرگ صحابہ کا خیال کرتے اور لحاظ و مردتِ بوت کے خود ہٹ کر انہیں جگہ دیجئے جب انہوں نے از خود ایسا نہیں کیا تو پھر حکماً ان سے ایسا کرایا گیا۔ اسی طرح پہلے کے لوگ حضورؐ کے بہت سے کلمات پوری طرح سن چکے تھے اب یہ حضرات آئے تھے تو آپ نے چاہا کہ یہ بھی بد آرام بیٹھ کر میری حدیثیں سن لیں اور خدائی تعلیم حاصل کر لیں اسی طرح امت کو اس بات کی تعلیم بھی دی تھی کہ وہ اپنے بیڑوں اور بزرگوں کو امام کے پاس بیٹھنے دیں اور انہیں اپنے سے مقدم رکھیں۔ منہ احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز کی صفوں کی درستی کے وقت ہمارے موٹے سے خود پکڑ کر ٹھیک ٹھاک کرتے اور زبانی بھی فرماتے جاتے، سیدھے رہو، نیڑے تر مجھ سے کھڑے ہوا کرؤ، دانائی اور عقل مندی والے مجھ سے بالکل قریب رہیں پھر درجہ بدرجہ۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث کو بیان فرما کر فرماتے ہاں جو اس حکم کے انفس کے تمام بڑی نیز صفتیں کرتے ہو۔ مسلم ابوداؤد نسائی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے۔ ظاہر ہے کہ جب آپ کا یہ حکم نماز کے لئے تھا تو نماز کے سوا کسی اور وقتوں میں تو بطور اولیٰ یہی حکم رہے گا۔ ابوداؤد شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صفوں کو درست کرو، موٹے سے ملانے رکھو صفوں کے درمیان خالی جگہ نہ چھوڑو اپنے ہمائیوں کے پاس صف میں نرم بن جایا کرؤ صف میں شیطان کے لئے سوراخ نہ چھوڑو صف ملانے والے کو اللہ تعالیٰ ملاتا ہے اور صف توڑنے والے کو اللہ تعالیٰ کاٹ دیتا ہے۔ اسی لئے سید القراء حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب پہنچتے تو صف اول میں سے کسی ضعیف انھیں شخص کو پیچھے بنادیتے اور خود پہلی صف میں مل جاتے اور اسی حدیث کو دلیل میں لاتے کہ حضورؐ نے فرمایا ہے مجھ سے قریب ذی رائے اور اعلیٰ عقل مند کھڑے ہوں پھر درجہ بدرجہ۔

ہاں بخشنے والا مہربان ہے ○

نبی کریم ﷺ سے سرگوشی کی منسوخت شرط: ☆ ☆ (آیت ۱۲) اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو حکم دیتا ہے کہ میرے نبی سے جب تم کوئی راز کی بات کرنا چاہو تو اس سے پہلے میری راہ میں خیرات کیا کرو تا کہ تم پاک صاف ہو جاؤ اور اس قابل بن جاؤ کہ میرے پیغمبر سے مشورہ کر سکو ہاں اگر کوئی غریب مسکین شخص ہو تو خیرا سے اللہ تعالیٰ کی بخشش اور اس کے رحم پر نظریں رکھنی چاہئیں یعنی یہ حکم صرف انہیں ہے جو مالدار ہوں۔

اَسْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ نَجْوٰكُمْ صَدَقْتُمْ
فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا
الزَّكٰوةَ وَاطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ ۗ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۳

کیا تم اپنی راز کی باتوں سے پہلے صدقہ نکالنے سے ڈر گئے؟ پس جب تم نے یہ نہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی تمہیں معاف فرما دیا اور اب بخوبی نمازوں کو قائم رکھو زکوٰۃ دیتے رہا کرو اور اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی تابعداری کرتے رہو تم جو کچھ کرتے ہو اس سب سے اللہ تعالیٰ خوب خبردار ہے ○

(آیت ۱۳) پھر فرمایا کہ تمہیں اس حکم کے باقی رہ جانے کا اندیشہ تھا اور خوف تھا کہ یہ صدقہ کب تک واجب رہے گا۔ اچھا جب تم نے اسے نہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی تمہیں معاف فرمایا تو اب اور نہ کوہ بالا فراموش کا پوری طرح خیال رکھو۔ کہا جاتا ہے کہ سرگوشی سے پہلے صدقہ نکالنے کا شرط صرف حضرت علیؓ کو حاصل ہوا ہے پھر یہ حکم ہٹ گیا، ایک دینار دے کر آپؐ نے حضورؐ سے پوشیدہ باتیں کیں، دس مسائل پوچھے۔ پھر تو یہ حکم ہی ہٹ گیا۔ حضرت علیؓ سے خود بھی یہ واقعہ بہ تفصیل مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا اس آیت پر مجھ سے پہلے کسی نے عمل کیا نہ میرے بعد کوئی عمل کر سکے میرے پاس ایک دینار تھا جسے تڑوا کر میں نے دس درہم لے لئے، ایک درہم اللہ کے نام پر کسی مسکین کو دے دیا پھر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپؐ سے سرگوشی کی پھر تو یہ حکم اٹھ گیا تو مجھ سے پہلے بھی کسی نے اس پر عمل نہیں کیا اور نہ میرے بعد کوئی اس پر عمل کر سکتا ہے۔ پھر آپؐ نے اس آیت کی تلاوت کی۔ ابن جریر میں ہے کہ حضورؐ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ کیا صدقہ کی مقدار ایک دینار مقرر کرنی چاہئے تو آپؐ نے فرمایا یہ تو بہت ہوئی، فرمایا پھر آدھا دینار، کہا ہر شخص کو اس کی بھی طاقت نہیں، آپؐ نے فرمایا اچھا تم ہی بتلاؤ کس قدر؟ فرمایا ایک جو برابر سونا، آپؐ نے فرمایا وہ اداہم تو بڑے ہی زاہد ہو۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں پس میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس امت پر تخفیف کر دی، ترمذی میں بھی یہ روایت ہے اور اسے حسن غریب کہا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں مسلمان برابر حضورؐ سے رازداری کرنے سے پہلے صدقہ نکالا کرتے تھے لیکن زکوٰۃ کے حکم نے اسے اٹھا دیا۔ آپؐ فرماتے ہیں صحابہؓ نے کثرت سے سوالات کرنے شروع کر دیئے حضورؐ پر گراں گذرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دے کر آپؐ پر تخفیف کر دی کیونکہ اب لوگوں نے سوالات چھوڑ دیئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر کشادگی کر دی اور اس حکم کو منسوخ کر دیا۔ عکرمہ اور حسن بصریؒ کا بھی یہی قول ہے کہ یہ حکم منسوخ ہے۔ حضرت قتادہؓ اور حضرت مقاتلؓ بھی یہی فرماتے ہیں۔ حضرت قتادہؓ کا قول ہے کہ صرف دن کی چند ساعتوں تک یہ حکم رہا، حضرت علیؓ بھی یہی فرماتے ہیں کہ صرف میں ہی عمل کر سکتا تھا اور دن کا تھوڑا ہی حصہ اس حکم کو نازل ہوئے ہوا تھا جو منسوخ ہو گیا۔

رَأَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مَا هُمْ
 مِنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ
 يَعْلَمُونَ ۖ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا إِنَّهُمْ سَاءَ
 مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۖ اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ
 سَبِيلِ اللَّهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ۖ لَنْ تَغْنِي عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ
 وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ
 فِيهَا خَالِدُونَ ۝

کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا؟ جنہوں نے اس قوم سے دوستی کی جن پر اللہ غضبناک ہو چکا ہے یہ منافق تمہارے ہی ہیں نہ ان کے یہ باوجود علم کے پھر بھی جھوٹ پر قسمیں کھا رہے ہیں ○ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے تحقیق جو کچھ یہ کر رہے ہیں برا کر رہے ہیں ○ ان لوگوں نے تو اپنی قسمیں ڈھالیں بنا رکھی ہیں اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں ان کے لئے سوا کرنے والا عذاب ہے ○ ان کے مال اور ان کی اولادیں انہیں اللہ کے ہاں کچھ کام نہ آئیں گی۔ یہ تو جہنمی ہیں ہمیشہ ہی اس میں رہنے والے ○

دو غلط لوگوں کا کردار: ☆ ☆ (آیت: ۱۳-۱۹) منافقوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ یہ اپنے دل میں یہودی محبت رکھتے ہیں گو وہ اصل میں ان کے بھی حقیقی ساتھی نہیں حقیقت میں نادھر کے ہیں نادھر کے ہیں صاف جھوٹی قسمیں کھا جاتے ہیں۔ ایمانداروں کے پاس آ کر ان کی سی کہنے لگتے ہیں رسول کے پاس آ کر قسمیں کھا کر اپنی ایمانداری کا یقین دلاتے ہیں اور دل میں اس کے خلاف جذبات پالتے ہیں اور اپنی اس غلط گوئی کا علم رکھتے ہوئے بے دھڑک قسمیں کھا لیتے ہیں ان کی ان بد اعمالیوں کی وجہ سے انہیں سخت تر عذاب ہوں گے اس دھوکا بازی کا برابر بدلہ انہیں دیا جائے گا۔ یہ تو اپنی قسموں کو اپنی ڈھال بنائے ہوئے ہیں اور اللہ کی راہ سے رک گئے ہیں ایمان ظاہر کرتے ہیں کفر دل میں رکھتے ہیں اور قسموں سے اپنی باطنی بدی کو چھپاتے ہیں اور ناواقف لوگوں پر اپنی سچائی کا ثبوت اپنی قسموں سے پیش کر کے انہیں اپنا مداح بنا لیتے ہیں اور پھر رفتہ رفتہ انہیں بھی اپنے رنگ میں رنگ لیتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روک دیتے ہیں۔

چونکہ انہوں نے جھوٹی قسموں سے خدا سے دعا کی کہ پرازدہ ہزار کریم نام کی بے عزتی کی تھی اس لئے انہیں ذلت و اہانت والے عذاب ہوں گے جن عذابوں کو نہ ان کے مال دفع کر سکیں نہ اس وقت ان کی اولادیں انہیں کچھ کام آئیں یہ تو جہنمی ہیں پکے اور وہاں سے ان کا نکلنا بھی کبھی نہ ہوگا قیامت والے دن جب ان کا شجر ہوگا اور ایک بھی اس میدان میں آئے بغیر نہ رہے گا سب جمع ہو جائیں گے تو چونکہ زندگی میں ان کی عادت تھی کہ اپنی جھوٹ بات کو قسموں سے سچ بات کر دکھاتے تھے آج خدا کے سامنے بھی اپنی بدایت و استقامت پر بڑی بڑی قسمیں کھالیں گے اور دیکھتے ہوں گے کہ یہاں بھی یہ چالاکی چل جائے گی مگر ان جھوٹوں کی بھلا اللہ کے سامنے چال بازی کہاں چل سکتی ہے؟ وہ تو ان کا جھوٹا ہونا یہاں بھی مسلمانوں سے بیان فرما چکا۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے حجرے کے سامنے میں تشریف فرما تھے اور صحابہ کرام بھی آس پاس بیٹھے تھے سایہ دار

جگہ کہ تھی، بمشکل لوگ اس میں پناہ لئے بیٹھے تھے کہ آپ نے فرمایا دیکھو ابھی ایک شخص آئے گا جو شیطانی نگاہ سے دیکھتا ہے وہ آئے تو اس سے بات نہ کرنا، تھوڑی دیر میں ایک کیری آ نکھوں والا شخص آیا حضورؐ نے اسے اپنے پاس بلا کر فرمایا کیوں بھی تو اور فلاں اور فلاں مجھے کیوں گالیاں دیتے ہو؟ یہ یہاں سے چلا گیا اور جن جن کا نام حضورؐ نے لیا تھا انہیں لے کر آیا اور پھر تو قسموں کا تانتا باندھ دیا کہ ہم میں سے کسی نے حضورؐ کی کوئی بے ادبی نہیں کی۔ اس پر یہ آیت اتری کہ یہ جموعے ہیں، یہی حال شرکوں کا بھی دربار خدا میں ہوگا کہ قسمیں کھا جائیں گے کہ ہمیں اللہ کی قسم جو ہمارا رب ہے کہ ہم نے شرک نہیں کیا۔ پھر فرماتا ہے ان پر شیطان نے غلبہ پایا ہے اور ان کے دل کو اپنی مٹھی میں کر لیا ہے اللہ کی یاد اور اس کے ذکر سے انہیں دور ڈال دیا ہے۔ ابوداؤد کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جس کسی ہستی یا جنگل میں تین شخص بھی ہوں اور ان میں نماز نہ قائم کی جاتی ہو تو شیطان ان پر چھا جاتا ہے پس تو جماعت کو لازم پکڑے رہ، بھیڑ یا اسی بکری کو کھاتا ہے جو ریوڑ سے الگ ہو۔ حضرت سائبؓ فرماتے ہیں یہاں مراد جماعت سے نماز کی جماعت ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ خدا کے ذکر کو فراموش کرنے والے اور شیطان کے قبضے میں پھنس جانے والے شیطانی جماعت کے افراد ہیں، شیطان کا یہ لشکر یقیناً نامراد اور زیاں کا رہے۔

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيَحْلِفُونَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ إِلَّا إِنَّهُمُ هُمُ الْكَاذِبُونَ ﴿٥٥﴾
 اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّا إِنِّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٥٦﴾
 إِنَّا الَّذِينَ يُحَادِّثُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ ﴿٥٧﴾
 كَتَبَ اللَّهُ لَأَعْلَبَنَ آتَا وَرُسُلِي ۚ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٥٨﴾

جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو کھڑا کرے گا تو یہ جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی قسمیں کھانے لگیں گے اور کہیں گے کہ وہ بھی کچھ ہیں! یقیناً مانو کہ جنگ یہ جموعے ہیں ○ ان پر شیطان نے غلبہ حاصل کر لیا ہے اور انہیں اللہ کا ذکر بھلا دیا ہے یہ شیطانی لشکر ہے کوئی شک نہیں کہ شیطانی لشکر ہی خراب خستہ ہے ○ بیگ اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسولؐ کی جو لوگ مخالفت کرتے ہیں وہی لوگ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں ○ اللہ تعالیٰ لکھ چکا ہے کہ جنگ میں اور میرے پیغمبر غالب رہیں گے یقیناً اللہ تعالیٰ زور آور اور غالب ہے ○

جو حق سے پھر اوہ ذلیل و خوار ہوا: ☆ ☆ (آیت: ۲۰-۲۱) اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ جو لوگ حق سے برگشتہ ہیں ہدایت سے دور ہیں اللہ اور اس کے رسولؐ کے مخالف ہیں احکام شرع کی اطاعت سے الگ ہیں یہ لوگ انتہا درجے کے ذلیل بے وقار اور خستہ حال ہیں رحمت رب سے دور اللہ کی مہربانی بھری نظروں سے اوجھل اور دنیاؤ آخرت میں برباد ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو فیصلہ کر چکا ہے بلکہ اپنی پہلی کتاب میں ہی لکھ چکا ہے اور مقرر کر چکا ہے جو فتنہ دیر اور جو فتنہ نہ نئے نہ بدلے نہ اسے ہمیر پھیر کرنے کی کسی میں طاقت کہ وہ اور اس کی کتاب اور اس کے رسولؐ اور اس کے مومن بندے دنیا اور آخرت میں غالب رہیں گے جیسے اور جگہ ہے اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا الخ ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان دار بندوں کی ضرورت و مدد کریں گے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی جس دن گواہ قائم ہو جائیں گے اور جس دن گنہگاروں کو کوئی

عذر و معذرت فائدہ نہ پہنچائی گئی ان پر لعنتیں برسی ہوں گی اور ان کے لئے برا گھر ہوگا۔ یہ لکھنے والا خدا قوی ہے اور اس کی لکھت اٹل ہے وہ غالب و قہار ہے، اپنے دشمنوں پر ہر وقت قابو رکھنے والا ہے اس کا یہ اٹل فیصلہ اور طے شدہ قضا ہے کہ دونوں جہان میں انجام کے اعتبار سے غلبہ و نصرت مومنوں کا حصہ ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ
اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ
أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم
بِرُوحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَٰئِكَ حِزْبُ
اللَّهِ أَلَا إِن حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٥٨﴾

اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو تو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہ پائے گا، گو وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے کنبہ قبیلے کے عزیز ہی کیوں نہ ہوں، یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو لکھ دیا ہے اور جن کی تائید اپنی روح سے کی ہے اور جنہیں ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں جہاں یہ ہمیشہ رہیں گے اللہ ان سے راضی ہے اور یہ اللہ سے خوش ہیں یہ اللہ کا لشکر ہے آگاہ رہو بیشک اللہ کے گرد والے ہی کا مایاب لوگ ہیں ○

اللہ کے دشمنوں سے عداوت: ☆ ☆ (آیت ۲۲) آیت پھر فرمایا کہ یہ ناممکن ہے کہ خدا کے دوست و دشمنان خدا سے محبت رکھیں۔ ایک اور جگہ ہے کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دلدی دوست نہ بنائیں ایسا کرنے والے خدا کے ہاں کسی گنتی میں نہیں ہاں ڈر خوف کے وقت بطور دفع للوقت کے ہو تو اور بات ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی گرامی ذات سے ڈرا رہا ہے۔ ایک اور جگہ ہے ”اے نبی! آپ اعلان کر دیجئے کہ اگر تمہارا بے باپ ’دائے بیئے پوتے‘ بچے، کنبہ، قبیلہ، مال، دولت، تجارت، حرفت، گھر یا وغیرہ تمہیں بہ نسبت اللہ تعالیٰ کے اور اس کے رسول کے اور اس کی راہ کے جہاد سے زیادہ عزیز اور محبوب ہیں تو تم خدا کے عنقریب برس پڑنے والے عذابوں کا انتظار کرو اس قسم کے فاسقوں کی رہبری بھی اللہ کی طرف سے نہیں ہوتی۔ حضرت سعید بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ آیت حضرت ابو عبیدہ عامر بن عبداللہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اتری ہے۔ جنگ بدر میں ان کے والد کفر کی حمایت میں مسلمانوں کے مقابلے پر آئے آپ نے انہیں قتل کر دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آخری وقت میں جبکہ خلافت کے لئے ایک جماعت کو مقرر کیا کہ یہ لوگ مل کر جسے چاہیں خلیفہ بنالیں اس وقت حضرت ابو عبیدہ کی نسبت فرمایا تھا کہ اگر یہ ہوتے تو میں انہی کو خلیفہ مقرر کرتا۔ یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ ایک ایک صفت الگ الگ بزرگوں میں تھی مثلاً حضرت ابو عبیدہ ابن جراح نے تو اپنے والد کو قتل کیا تھا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے عبدالرحمن کے قتل کا ارادہ کیا تھا اور حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو قتل کیا تھا اور حضرت عمر اور حضرت حمزہ اور حضرت علی اور حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم نے اپنے قریبی رشتہ داروں عقبہ شیبہ اور ولید بن عقبہ کو قتل کیا تھا واللہ اعلم۔

اسی ضمن میں یہ واقعہ بھی داخل ہو سکتا ہے کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ نے بدری قیدیوں کی نسبت مسلمانوں سے مشورہ کیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو فرمایا کہ ان سے فدیہ لے لیا جائے تاکہ مسلمانوں کی مالی مشکلات دور ہو جائیں، مشرکوں سے جہاد کرنے کے لئے آلات حرب جمع کر لیں اور یہ چھوڑ دیئے جائیں، کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ ان کے دل اسلام کی طرف پھیر دے آخر ہیں تو ہمارے ہی کنبہ رشتے کے۔ لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے اس کے بالکل برخلاف پیش کی کہ یا رسول اللہ! جس مسلمان کا جو رشتہ دار مشرک ہے اس کے حوالے کر دیا جائے اور اسے حکم دیا جائے کہ وہ اسے قتل کر دے، ہم اللہ تعالیٰ کو دکھانا چاہتے ہیں کہ ہمارے دلوں میں ان مشرکوں کی کوئی محبت نہیں، مجھے فلاں رشتہ دار سوچ دیجئے اور حضرت علیؑ کے حوالے عقل کو کر دیجئے اور فلاں صحابی کو فلاں کافر دے دیجئے وغیرہ۔ پھر فرماتا ہے کہ جو اپنے دل کو دشمنان خدا کی محبت سے خالی کر دے اور مشرک رشتہ داروں سے بھی محبت چھوڑ دے وہ کامل الایمان شخص ہے جس کے دل میں ایمان نے جڑیں بھائی ہیں اور جن کی قسمت میں سعادت لکھی جا چکی ہے اور جن کی نگاہ میں ایمان کی زینت بیخ گئی ہے اور ان کی تائید اللہ تعالیٰ نے اپنی پاس کی روح سے کی ہے، یعنی انہیں قوی بنادیا ہے اور یہی، جتنی ہوئی نہروں والی جنت میں جائیں گے جہاں سے کبھی نہ نکالے جائیں اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اللہ سے خوش چونکہ انہوں نے خدا کے لئے رشتہ کنبہ والوں کو ناراض کر دیا تھا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے ان سے راضی ہو گیا اور انہیں اس قدر دیا کہ یہ بھی خوش ہو گئے۔ خدائی لشکر یہی ہے اور کامیاب گروہ بھی یہی ہے جو شیطانی لشکر اور ناکام گروہ کے مقابل ہے۔ حضرت ابو حازم اعرجؓ نے حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ جاہ دو قسم کی ہے ایک وہ جسے اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے ہاتھوں پر جاری کرتا ہے جو حضرات عام لوگوں کی نگاہوں میں نہیں جتھے، جن کی عام شہرت نہیں ہوتی، جن کی صفت اللہ کے رسول ﷺ نے بھی بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو کما حقہ نیکو کار ہیں، اگر وہ نہ آئیں تو پوچھ گچھ نہ ہو اور آ جائیں تو آؤ بھگت نہ ہو، ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں، ہر سیاہ رنگ اندھیرے والے فتنے سے نکلنے ہیں، یہ ہیں وہ اولیاء جنہیں خدا نے اپنا لشکر فرمایا ہے اور جن کی کامیابی کا اعلان کیا ہے۔ (ابن ابی حاتم)

فیہم بن حماد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی دعا میں فرمایا اے اللہ! کسی فاسق فاجر کا کوئی احسان اور سلوک مجھ پر نہ رکھ کیونکہ میں نے تیری نازل کردہ وحی میں پڑھا ہے کہ ایماندار مخالفین اللہ کے دوست نہیں ہوتے۔ حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں اگلوں کا خیال ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں اتاری ہے جو بادشاہ سے غلط ملط رکھتے ہوں (ابو احمد عسکری) الحمد للہ سورہ مجادلہ کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورہ الحشر

صحیح بخاری شریف اور صحیح مسلم شریف میں ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا یہ سورہ حشر ہے تو آپ نے فرمایا قبیلہ بنو نضیر کے بارے میں اتاری ہے۔ بخاری شریف کی اور روایت میں ہے کہ آپ نے جواب فرمایا یہ سورت سورہ بنو نضیر ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سَبِّحْ لِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ
الْحَكِيمُ ۝ هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ

مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ مَا ظَنَنْتُمْ أَنْ يَخْرِجُوا وَظَنُوا
أَنَّهُمْ مَبَاغِتُهُمْ حُصُونُهُمْ مِنَ اللَّهِ فَأَتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ
حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُونَ
بُيُوتَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي

الْأَبْصَارِ

میں اللہ تعالیٰ رحمان و رحیم کے نام سے پڑھنا شروع کرتا ہوں ○

آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے اور وہ غالب ہے اور باہکت ہے ○ وہی ہے جس نے اہل کتاب کے کافروں کو ان کے گھروں سے نکال کر پہلے حشر کی زمین میں لا کھڑا کیا تمہارا گمان بھی تھا کہ وہ تمہیں کے اور خود وہ بھی بھڑے تھے کہ ان کے سنگین قلعے انہیں اللہ کے عذاب سے بچالیں گے پس ان پر عذاب الہی ایسی جگہ سے آچرا کہ انہیں گمان بھی نہ تھا ان کے دلوں میں اللہ نے رعب ڈال دیا اپنے گھروں کو اپنے ہی ہاتھوں پر باد کرتا شروع کر دیا اور مسلمانوں کے ہاتھوں بھی پر باد ہوئے پس اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو ○

یہودیوں کی جلا وطنی ☆ ☆ (آیت: ۱-۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی ہر ایک چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح تقدیس تجمید تکبیر اور توحید میں مشغول ہے۔ جیسے اور جگہ فرمان الہی ہے وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ یعنی ”ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی اور ثنا خوانی کرتی ہے وہ غلبہ والا اور بلند جناب والا اور عالی سرکار والا ہے اور اپنے تمام احکام اور کل فرمان میں حکمت والا ہے۔“ جس نے اہل کتاب کے کافروں یعنی قبیلہ بنو نضیر کے یہودیوں کو ان کے گھروں سے نکالا اس کا مختصر قصہ یہ ہے کہ مدینہ میں آ کر حضورؐ نے ان یہودیوں سے صلح کر لی تھی کہ نہ آپ ان سے لڑیں نہ یہ آپ سے لڑیں، لیکن ان لوگوں نے اس عہد کو توڑ دیا جس کی وجہ سے خدا کا غضب ان پر نازل ہوا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ان پر غالب کیا اور آپ نے انہیں یہاں سے نکال دیا مسلمانوں کو کبھی اس کا خیال تک نہ تھا خود یہ یہودی بھی بھڑے تھے کہ ان مضبوط قلعوں کے ہوتے کوئی ان کا کچہ نہیں بگاڑ سکتا۔ لیکن جب خدا کی پکڑ آئی یہ سب چیزیں یونہی رکھی رہ گئیں اور اچانک اس طرح گرفت میں آ گئے کہ حیران رہ گئے اور آپ نے انہیں مدینہ سے نکلوا دیا۔

وَلَوْلَا أَنْ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاءَ لَعَذَّبَهُمُ فِي الدُّنْيَا
وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۚ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ
وَرَسُولَهُ ۚ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۚ مَا
قَطَعْتُمْ مِنْ لَيْنَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَىٰ أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ
وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ ۚ

اور اگر اللہ تعالیٰ نے ان پر جلا وطنی کو مقدر نہ کر دیا تو یقیناً انہیں دنیا ہی میں عذاب کرتا اور آخرت میں تو ان کے لئے آگ کا عذاب ہے ہی ○ اس لئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کی اور جو بھی اللہ سے مخالفت کرے تو اللہ تعالیٰ بھی سخت عذاب کرنے والا ہے ○ تم نے مجبوروں کے جو درخت کاٹ

ڈالے یا جنہیں تم نے ان کی جڑوں پر باقی رہنے دیا یہ سب اللہ تعالیٰ کے فرمان سے تھا اور اس لئے بھی کہ بدکاروں کو اللہ تعالیٰ رسوا کرے ○

بعض تو شام کی زراعتی زمینوں میں چلے گئے جو حشر و فشر کی جگہ ہے اور بعض خیبر کی طرف جا نکلے۔ ان سے کہہ دیا گیا تھا کہ اپنے اونٹوں پر لا کر جو لے جا سکو اپنے ساتھ لے جاؤ اس لئے انہوں نے اپنے گھروں کو اجاڑ دیا تو زخمی ہو کر جو چیزیں لے جا سکتے تھے اپنے ساتھ اٹھائیں جو رہ گئیں وہ مسلمانوں کے ہاتھ لگیں۔ اس واقعہ کو بیان کر کے فرماتا ہے کہ اللہ کے اور اس کے رسول کے مخالفین کا انجام دیکھو اور اس سے عبرت حاصل کرو کہ کس طرح ان پر عذاب الہی اچانک آپڑا اور دنیا میں بھی تباہ و برباد کئے گئے اور آخرت میں بھی ذلیل و رسوا ہو گئے اور دردناک عذابوں میں جا پڑے۔

ابوداؤد میں ہے کہ ابن ابی اور اس کے مشرک ساتھیوں کو جو قبیلہ اوس و خزرج میں سے تھے کفار قریش نے خط لکھا یہ خط انہیں حضور علیہ السلام کے بدر کے میدان سے واپس لوٹنے سے پہلے مل گیا تھا اس میں تحریر تھا کہ تم نے حضور کو اپنے شہر میں ٹھہرایا ہے پس یا تو تم اس سے لڑائی کرو اور اسے نکال کر باہر کر دیا ہم تمہیں نکال دیں گے اور اپنے تمام لشکروں کو لے کر تم پر حملہ کریں گے اور تمہارے تمام لڑنے والوں کو ہم تہ تیغ کر دیں گے اور تمہاری عورتوں لڑکیوں کو لوٹ لیاں بنالیں گے اللہ کی قسم یہ ہو کر ہی رہے گا تب تم سوچ سمجھو۔ عبداللہ بن ابی اور اس کے بت پرست ساتھیوں نے اس خط کو پا کر آپس میں مشورہ کیا اور خفیہ طور پر حضور سے لڑائی کرنے کی تجویز بالا تفاق منظور کر لی۔ جب حضور ﷺ کو یہ خبریں معلوم ہوئیں تو آپ خود ان کے پاس گئے اور ان سے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ قریشیوں کا خط کام کر گیا اور تم لوگ اپنی موت کے سامان اپنے ہاتھوں کرنے لگے ہو تم اپنی اولادوں اور اپنے بھائیوں کو اپنے ہاتھوں ذبح کرنا چاہتے ہو میں تمہیں بھرا ایک مرتبہ موقع دیتا ہوں کہ سوچ سمجھ لو اور اپنے اس بدارادے سے باز آ جاؤ۔ حضور کے اس ارشاد نے ان پر اثر کیا اور وہ لوگ اپنی اپنی جگہ چلے گئے۔ لیکن قریش نے بدر سے فارغ ہو کر انہیں پھر ایک خط لکھا اور اسی طرح دھمکایا انہیں ان کی قوت ان کی تعداد اور ان کے مضبوط قلعے یاد دلانے۔ یہ پھر اکڑ میں آ گئے اور بنو نضیر نے صاف طور پر بد عہدی پر کمر باندھ لی اور حضور کے پاس قاصد بھیجا کہ آپ تیس آدمی لے کر آئیے ہم میں سے بھی تیس آدمی آتے ہیں ہمارے تمہارے درمیان کی جگہ پر یہ سٹھ آدمی ملیں اور آپس میں بات چیت ہو۔ اگر یہ لوگ آپ کو سچا مان لیں اور ایمان لے آئیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ ہیں۔ اس بد عہدی کی وجہ سے دوسرے دن صبح رسول اللہ ﷺ نے اپنے لشکر لے جا کر ان کا محاصرہ کر لیا اور ان سے فرمایا کہ اب اگر تم نئے سرے سے امن و امان کا عہد و پیمان کر دو تو خیر ورنہ تمہیں امن نہیں انہوں نے صاف انکار کر دیا اور لڑنے مرنے پر تیار ہو گئے چنانچہ دن بھر لڑائی ہوتی رہی دوسری صبح کو آپ بنو نضیر کی طرف لشکر لے کر بڑھے اور بنو نضیر کو یونہی چھوڑا ان سے بھی یہی فرمایا کہ تم نئے سرے سے عہد و پیمان کرو انہوں نے منظور کر لیا اور معاہدہ ہو گیا۔ آپ وہاں سے فارغ ہو کر پھر بنو نضیر کے پاس آئے لڑائی شروع ہوئی آخر یہ ہارے اور حضور نے انہیں حکم دیا کہ تم مدینہ منورہ کی طرف لوٹ جاؤ جو اباب لے جانا چاہا وہ اونٹوں پر لا کر لے جاؤ چنانچہ انہوں نے گھرا کا اسباب یہاں تک کہ دروازے اور نکلڑیاں بھی اونٹوں پر لا دیں اور جلا وطن ہو گئے ان کے گھجوروں کے درخت خاصہ رسول اللہ ﷺ کے ہو گئے اللہ تعالیٰ نے یہ آپ کو ہی دلوادے جیسے آیت وَمَا آفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ اَلَيْسَ بِهِ لَکِنَ آن خَضِرَت ﷺ نے اکثر حصہ مہاجرین کو دے دیا ہاں انصاریوں میں سے صرف دو حاجت مندوں کو بھی حصہ دیا ورنہ سب کا سب مہاجرین میں تقسیم کر دیا جو باقی رہ گیا تھا یہی وہ مال تھا جو رسول اللہ ﷺ کا صدق تھا اور جو بنو قاطمہ کے ہاتھ لگا۔ غزوہ بنو نضیر کا مختصر قصہ اور سب یہ ہے کہ مشرکوں نے دھوکا بازی سے صحابہ کرام کو بڑھو معونہ میں شہید کر دیا جن کی تعداد ستر تھی ان میں سے ایک حضرت عمر بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیچ کر بھاگ نکلے مدینہ شریف کی طرف آئے آتے ہی موقع پا کر انہوں نے قبیلہ بنو عامر کے دو شخصوں کو قتل کر دیا حالانکہ یہ قبیلہ رسول اللہ ﷺ سے معاہدہ

کر چکا تھا اور آپ نے انہیں امن و امان دے رکھا تھا، لیکن اس کی خبر حضرت عمرو کو نہ تھی جب یہ مدینے پہنچے اور حضورؐ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا تم نے انہیں قتل کر ڈالا اب مجھے ان کے وارثوں کو دیت یعنی جرمانہ قتل ادا کرنا پڑے گا، بنوفصیر اور بنوعامر میں بھی حلف و عقد اور آپس میں مصالحت تھی اس لئے حضورؐ ان کی طرف چلے تاکہ کچھ یہ دیں کچھ آپ دیں اور بنوعامر کو راضی کر لیا جائے۔ قبیلہ بنوفصیر کی گڑھ مدینہ کی مشرق کی جانب کئی میل کے فاصلے پر تھی جب آپ یہاں پہنچے تو انہوں نے کہا ہاں حضورؐ ہم موجود ہیں ابھی ابھی جمع کر کے اپنے حصے کے مطابق آپ کی خدمت میں حاضر کرتے ہیں، ادھر آپ سے ہٹ کر یہ لوگ آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اس سے بہتر موقع کب ہاتھ لگے گا۔ اس وقت آپ قبضے میں ہیں آؤ کام تمام کر ڈالو چنانچہ یہ مشورہ ہوا کہ جس دیوار سے آپ لگے بیٹھے ہیں اس گھر پر کوئی چڑھ جائے اور وہاں سے بڑا سا پتھر آپ پر پھینک دے کہ آپ دب جائیں۔ عمرو بن جحاش بن کعب اس کام پر مقرر ہوا، اس نے آپ کی جان لینے کا بیڑا اٹھایا اور صحت پر چڑھ گیا، چاہتا تھا کہ پتھر لڑکا دے اسے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حضورؐ کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ آپ یہاں سے اٹھ کھڑے ہوں چنانچہ آپ فوراً ہٹ گئے اور یہ بد باطن اپنے برے ارادے میں ناکام رہے۔ آپ کے ساتھ اس وقت چند صحابہ تھے مثلاً حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت علی رضی اللہ عنہم وغیرہ۔

آپ یہاں سے فوراً مدینہ شریف کی طرف چل پڑے۔ ادھر جو صحابہ آپ کے ساتھ نہ تھے اور مدینہ میں آپ کے منتظر تھے انہیں دیر لگنے کے باعث خیال ہوا اور وہ آپ کو ڈھونڈنے کے لئے نکل کھڑے ہوئے لیکن ایک شخص سے معلوم ہوا کہ آپ مدینہ شریف پہنچ گئے ہیں چنانچہ یہ لوگ وہیں آئے پوچھا کہ حضورؐ کیا واقعہ ہے۔ آپ نے سارا قصہ کہہ سنایا اور حکم دیا کہ جہاد کی تیاری کرو مجاہدین نے کمر بستہ باندھ لیں اور راہ خدا میں نکل کھڑے ہوئے، یہودیوں نے لشکروں کو دیکھ کر اپنے قلعہ کے پھاٹک بند کر دیئے اور پناہ گزین ہو گئے۔ آپ نے محاصرہ کر لیا پھر حکم دیا کہ ان کے کھجور کے درخت جو آس پاس ہیں وہ کاٹ دیئے جائیں اور جلادینے جائیں اب تو یہودی چیتنے لگے کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ آپ تو زمین میں فساد کرنے سے اوروں کو روکتے تھے اور فساد یوں کو برا کہتے تھے پھر یہ کیا ہونے لگا؟ پس ادھر تو درخت کٹنے کا غم ادھر جو ملک آنے والی تھی اس کی طرف سے مایوسی ان دونوں چیزوں نے ان یہودیوں کی کمر توڑ دی۔ ملک کا واقعہ یہ ہے کہ بنوفصیر بن خزرج کا قبیلہ جس میں عبداللہ بن ابی ابن سلول اور دلدیعہ اور مالک ابن بنو قتل اور سویدہ اور داعس وغیرہ تھے ان لوگوں نے بنوفصیر کو کھلوایا تھا کہ تم مقابلے پر جے رہو اور قلعہ خالی نہ کرو ہم تمہاری مدد پر ہیں تمہارا دشمن ہمارا دشمن ہے ہم تمہارے ساتھ مل کر اس سے لڑیں گے اور اگر تم نکلے تو ہم بھی نکلیں گے۔ لیکن اب تک ان کا یہ وعدہ پورا نہ ہوا اور انہوں نے یہودیوں کی کوئی مدد نہ کی، ادھر ان کے دل مرعوب ہو گئے تو انہوں نے درخواست کی کہ یا رسول اللہ! ہماری جان بخشی کیجئے ہم مدینہ چھوڑ جاتے ہیں لیکن ہم اپنا جو مال اونٹوں پر لاد کر لے جائیں وہ ہمیں دے دیا جائے آپ نے ان پر رحم کھا کر ان کی یہ درخواست منظور فرمائی اور یہ لوگ یہاں سے چلے گئے جاتے وقت اپنے دروازوں تک کو اکھیر کر لے گئے گھر وں کو گرا گئے اور شام اور خبر میں جا کر آباد ہو گئے۔ ان کے باقی کے اہل خاص رسول اللہ ﷺ کے ہو گئے کہ آپ جس طرح چاہیں انہیں خرچ کریں۔ چنانچہ آپ نے مہاجرین اولین کو یہ مال تقسیم کر دیا ہاں انصار میں سے صرف دو شخصوں کو یعنی بل بن حنیف اور ابو دجانہ سہاک بن خوشہ کو دیا، اس لئے کہ یہ دونوں حضرات مساکین تھے۔ بنوفصیر میں سے صرف دو شخص مسلمان ہوئے جن کے مال انہی کے پاس رہے، ایک تو یامین بن عبیدہ جو عمرو بن جحاش کے چچا کے لڑکے کا لڑکا تھا، یہ عمرو وہ ہے جس نے حضورؐ پر پتھر پھینکنے کا بیڑا اٹھایا تھا دوسرے ابوسعید بن وہب، ایک مرتبہ حضورؐ نے حضرت یامین سے فرمایا کہ اے یامین! تیرے اس چچا زاد بھائی نے دیکھ تو میرے ساتھ کس قدر برابر باتا و برتا اور مجھے نقصان پہنچانے کی کس بے باکی سے کوشش کی؟ حضرت یامین نے ایک شخص کو کچھ دینا کر کے عمرو کو قتل کر دیا۔

سورہ حشر اسی واقعہ بنوفسیر کے بیان میں اتری ہے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں جسے اس میں شک ہو کہ محشر کی زمین شام کا ملک ہے وہ اس آیت کو پڑھ لے۔ ان یہودیوں سے جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم یہاں سے نکل جاؤ تو انہوں نے کہا ہم کہاں جائیں؟ آپ نے فرمایا محشر کی زمین کی طرف۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ جب حضور نے بنوفسیر کو جلا وطن کیا تو فرمایا یہ اول حشر ہے اور ہم بھی اس کے پیچھے پیچھے ہیں۔ (ابن جریر)

بنوفسیر کے ان قلعوں کا محاصرہ صرف چھ روز رہا تھا، محاصرین کو قلعہ کی مضبوطی، یہودیوں کی زیادتی، سختی، منافقین کی سازشیں اور خفیہ چالیں وغیرہ دیکھ کر ہرگز یہ یقین نہ تھا کہ اس قدر جلد یہ قلعہ خالی کر دیں گے، ادھر خود یہودی بھی اپنے قلعہ کی مضبوطی پر نازاں تھے اور جانتے تھے کہ وہ ہر طرح محفوظ ہیں لیکن امر اللہ ایسی جگہ سے آ گیا جو ان کے خیال میں بھی نہ تھی۔ یہی دستور خدا ہے کہ مکار اپنی مکاری میں ہی رہتے ہیں اور بے خبران پر عذاب الہی آ جاتا ہے ان کے دلوں میں رعب چھا گیا اور بھلا رعب کیوں نہ چھاتا، محاصرہ کرنے والے وہ تھے جنہیں اللہ کی طرف سے رعب دیا گیا تھا کہ دشمن مہینہ بھر کی راہ پر ہوتا اور وہیں اس کا دل دہلنے لگتا تھا، صلوات اللہ و سلامہ علیہ۔ یہودی اپنے ہاتھوں اپنے گھروں کو برباد کرنے لگے، چھتوں کی لکڑی اور دروازے لے جانے کے لئے توڑنے پھوڑنے شروع کر دیے۔ مقاتل فرماتے ہیں مسلمانوں نے بھی ان کے گھر توڑے اس طرح کہ جوں جوں آگے بڑھتے گئے ان کے جو جو مکانات وغیرہ قبضے میں آتے گئے، میدان کشادہ کرنے کے لئے انہیں ڈھاتے گئے، اسی طرح خود یہودی بھی اپنے مکانوں کو آگے سے تو محفوظ کرتے جاتے تھے اور پیچھے سے نقب لگا کر نکلنے کے راستے بناتے جاتے تھے، پھر فرماتا ہے اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو اور اس خدا سے ڈرو جس کی لاشی میں آواز نہیں۔ اگر ان یہودیوں کے مقدر میں جلا وطنی ہوتی تو انہیں اس سے بھی سخت عذاب کیا جاتا، یہ قتل ہوتے اور قید کر لئے جاتے وغیرہ وغیرہ پھر آخرت کے بدترین عذاب بھی ان کے لئے تیار ہیں۔ بنوفسیر کی یہ لڑائی جنگ بدر کے چھ ماہ بعد ہوئی۔ مال جو انہوں پر جلد جائیں انہیں لے جانے کی اجازت تھی، مگر ہتھیار لے جانے کی اجازت نہ تھی، یہ اس قبیلے کے لوگ تھے جنہیں اس سے پہلے کبھی جلا وطنی ہوئی ہی نہ تھی، بقول حضرت عروہ بن زبیر شروع سورت سے فاسیقین تک آیتیں اسی واقعہ کے بیان میں نازل ہوئی ہیں۔ جللاء کے معنی قتل و فناء کے بھی کئے گئے ہیں، حضور نے انہیں جلا وطنی کے وقت تین تین میں ایک ایک اونٹ اور ایک ایک مشک دی تھی، اس فیصلہ کے بعد بھی حضور نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے پاس بھیجا تھا اور انہیں اجازت دی تھی کہ تین دن میں اپنا سامان ٹھیک کر کے چلے جائیں، اس دنیوی عذاب کے ساتھ ہی اخروی عذاب کا بھی بیان ہو رہا ہے کہ وہاں بھی ان کے لئے جتنی اور لازمی طور پر جہنم کی آگ ہے۔ ان کی اس درگت کی اصلی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا اور اس کے رسول ﷺ کا خلاف کیا اور ایک اعتبار سے تمام نبیوں کو بھٹایا، اس لئے کہ ہر نبی نے آپ کی بابت پیش گوئی کی تھی یہ لوگ آپ کو پوری طرح جانتے تھے بلکہ اولاد کو ان کا باپ جس قدر پہچانتا ہے اس سے بھی زیادہ یہ لوگ نبی آخر الزماں کو جانتے تھے لیکن تاہم سرکشی اور حسد کی وجہ سے مانا نہیں بلکہ مقابلے پر تل گئے اور یہ ظاہر بات ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے مخالفوں پر سخت عذاب نازل فرماتا ہے۔ لَیْسَہ کہتے ہیں اچھی سمجھو کہ درختوں کو عجوہ اور برنی جو سمجھو کہ قسمیں ہیں بقول بعض وہ طینہ میں داخل نہیں اور بعض کہتے ہیں صرف عجوہ نہیں اور بعض کہتے ہیں ہر قسم کی سمجھو کہ اس میں داخل ہیں، جن میں بویرہ بھی داخل ہے۔ یہودیوں نے جو بطور طعنہ کے کہا تھا کہ سمجھو کہ درخت کو آکر اپنے نول کے خلاف فصل کر کے زمین میں فساد کیوں پھیلاتے ہیں؟ یہ اس کا جواب ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ حکم رب سے اور اجازت خدا سے دشنام خدا کو ذلیل و ناکام کرنے اور انہیں پست و بد نصیب کرنے کے لئے ہو رہا ہے، جو درخت باقی رکھے جائیں وہ اجازت سے اور جو کاٹے جاتے ہیں وہ بھی مصلحت کے ساتھ۔

یہ بھی مروی ہے کہ بعض مہاجرین نے بعض کو ان درختوں کے کانٹے سے منع کیا تھا کہ آخر کو تو یہ مسلمانوں کو بہ طور مال غنیمت ملنے والے ہیں پھر انہیں کیوں کاٹا جائے؟ جس پر یہ آیت اتری کہ روکنے والے بھی حق بہ جانب ہیں اور کانٹے والے بھی برحق ہیں ان کی نیت مسلمانوں کے نفع کی ہے اور ان کی نیت کافروں کو غیظ و غضب میں لانے اور انہیں ان کی شرارت کا مزہ چکمانے کی ہے اور یہ بھی ارادہ ہے کہ اس سے جل کر وہ غصے میں بھر کر میدان میں آجائیں تو پھر دود و دھواں ہو جائے اور اعداء دین کو کفر گردانتک پہنچا دیا جائے۔ صحابہ نے یہ فعل کرتو کیا پھر ڈرے کہ ایسا نہ ہو کانٹے میں باقی چھوڑنے میں اللہ کی طرف سے کوئی مواخذہ ہو تو انہوں نے حضورؐ سے پوچھا اور یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی دونوں باتوں پر اجر ہے کانٹے پر بھی اور چھوڑنے پر بھی۔ بعض روایتوں میں ہے کہ کنوئے بھی تھے اور جلوانے بھی تھے۔ بنو قریظہ کے یہودیوں پر اس وقت حضورؐ نے احسان کیا اور ان کو مدینہ شریف میں ہی رہنے دیا لیکن بالآخر جب یہ بھی مقابلے پر آئے اور منہ کی کھائی تو ان کے لڑنے والے مرد قتل کئے گئے اور عورتیں اور بچے اور مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیے گئے ہاں جو لوگ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور ایمان لائے وہ بچ رہے پھر مدینہ سے تمام یہودیوں کو نکال دیا۔ بنو قریظہ کا کو بھی جن میں سے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور جو شاکر بھی اور کل یہودیوں کو جلا وطن کیا۔ ان تمام واقعات کو عرب شاعروں نے اپنے اشعار میں بھی نہایت خوبی سے ادا کیا ہے جویرۃ ابن اسحاق میں مروی ہیں۔ یہ واقعہ بقول ابن اسحاق کے اعداد اور بڑ معونہ کے بعد کا ہے اور بقول مردہ بدر کے چھ مہینے بعد کا ہے واللہ اعلم۔

وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ
وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ وَمَا التَّكْوِينُ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ شَدِيدُ الْعِقَابِ

ان کا جو مال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کے ہاتھ لگایا ہے جس پر نہ تو تم نے اپنے گھوڑے دوڑائے ہیں نہ اونٹ بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولؐ کو جس پر چاہے غالب کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ○ جو مال یتیموں والوں کا اللہ تعالیٰ تمہارے لئے بھڑے بغیر اپنے رسولؐ کے ہاتھ لگائے وہ اللہ ہی کا ہے اور رسولؐ کا اور قرابت والوں کا اور یتیموں مسکینوں کا اور مسافروں کا ہے تاکہ تمہارے دولت مندوں کے ہاتھ میں یہ مال بھی دست گرداں نہ نہ جائے تمہیں جو کچھ رسولؐ دے لے لو اور جس سے روکے رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو البتہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب کرنے والا ہے ○

مال نے کی تعریف و وضاحت اور حکم رسولؐ کی تعمیل ہی اصل ایمان ہے: ☆ ☆ (آیت ۶-۷) نے کس مال کو کہتے ہیں؟ اس کی صفت کیا ہے؟ اس کا حکم کیا ہے؟ یہ سب یہاں بیان ہو رہا ہے۔ پس نے اس مال کو کہتے ہیں جو ان سے لڑے بغیر مسلمانوں کے

قبضے میں آ جائے، جیسے بنو نضیر کا یہ مال تھا جس کا ذکر اوپر گذر چکا کہ مسلمانوں نے اپنے گھوڑے یا اونٹ اس پر نہیں دوڑائے تھے یعنی ان کفار سے آنے سائے کوئی مقابلہ اور لڑائی نہیں ہوئی بلکہ ان کے دل اللہ نے اپنے رسول کی گیت سے بھر دیئے اور وہ اپنے قلعہ خالی کر کے قبضہ میں آ گئے اسے نے کہتے ہیں اور یہ مال حضور کا ہو گیا آپ جس طرح چاہیں اس میں تصرف کریں۔ پس آپ نے نیکی اور صلاح کے کاموں میں اسے خرچ کیا جس کا بیان اس کے بعد والی اور دوسری آیت میں ہے۔ پس فرماتا ہے کہ بنو نضیر کا جو مال بطور فے کے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو دلوایا جس پر مسلمانوں نے اپنے گھوڑے یا اونٹ دوڑائے نہ تھے بلکہ صرف خدا نے اپنے فضل سے اپنے رسول کو اس پر غلبہ دے دیا تھا اور خدا پر یہ کیا مشکل ہے؟ وہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے نہ اس پر کسی کا غلبہ نہ اسے کوئی روکنے والا بلکہ سب پر غالب وہی سب اس کے تابع فرمان۔ پھر فرمایا کہ جو شہر اس طرح فتح کئے جائیں ان کے مال کا یہی حکم ہے کہ رسول اللہ ﷺ اسے اپنے قبضہ میں کریں گے پھر انہیں دیں گے جن کا بیان اس آیت میں ہے اور اس کے بعد والی آیت میں ہے یہ فے کے مال کا مصرف اور اس کے خرچ کا حکم۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ بنو نضیر کے مال بطور فے کے خاص رسول اللہ ﷺ کے ہو گئے تھے آپ اس میں سے اپنے گھروالوں کو سال بھر تک کا خرچ دیتے تھے اور جو بیچ رہتا اسے آلات جنگ اور سامان حرب میں خرچ کرتے (سنن ومسنود وغیرہ)۔

ابوداؤد میں حضرت مالک بن اوسؓ سے مروی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطابؓ نے مجھے دن جڑھے بلایا میں گھر گیا تو دیکھا کہ آپ ایک چوکی پر جس پر کوئی کپڑا وغیرہ نہ تھا بیٹھے ہوئے ہیں مجھے دیکھ کر فرمایا تمہاری قوم کے چند لوگ آئے ہیں میں نے انہیں کچھ دیا ہے تم اسے لے کر ان میں تقسیم کر دو میں نے کہا اچھا ہوتا اگر جناب کسی اور کو یہ کام سونپتے؟ آپ نے فرمایا نہیں تم ہی کرو میں نے کہا بہت بہتر۔ اتنے میں آپ کا داروغہ یرفا آیا اور کہا اے امیر المؤمنین! حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت زبیر بن عوامؓ اور حضرت سعد بن وقاصؓ رضی اللہ عنہم تشریف لائے ہیں کیا انہیں اجازت ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں آئے دو۔ چنانچہ یہ حضرات تشریف لائے یہاں پھر آیا اور کہا امیر المؤمنین حضرت عباسؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اجازت طلب کر رہے ہیں آپ نے فرمایا اجازت ہے۔ یہ دونوں حضرات بھی تشریف لائے۔ حضرت عباسؓ نے کہا اے امیر المؤمنین! میرا اور ان کا فیصلہ کیجئے یعنی حضرت علیؓ کا تو پہلے چاروں بزرگ آئے تھے ان میں سے بھی بعض نے کہا ہاں امیر المؤمنین ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر دیجئے اور انہیں راحت پہنچائیے۔ حضرت مالکؓ فرماتے ہیں اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ ان چاروں بزرگوں کو ان دونوں حضرات نے ہی اپنے سے پہلے یہاں بھیجا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تمہارے پھر ان چاروں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تمہیں اس اللہ کی قسم جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں کیا تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ہمارا ورثہ بانٹنا نہیں جاتا، ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے ان چاروں نے اس کا اقرار کیا پھر آپ ان دونوں کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی طرح قسم دے کر ان سے بھی یہی سوال کیا اور انہوں نے بھی اقرار کیا پھر آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے لئے ایک خاصہ کیا تھا جو اور کسی کے لئے نہ تھا پھر آپ نے یہی آیت وَمَا آفَاءَ اللَّهِ لِحُجَّتِہِمْ اور فرمایا بنو نضیر کے مال اللہ تعالیٰ نے بطور فے کے اپنے رسول کو دیئے تھے اللہ کی قسم نہ تو میں سے تم پر اس میں کسی کو ترجیح دی اور نہ خود ہی اسے سب کا سب لے لیا۔ رسول اللہ ﷺ اپنا اور اپنے اہل کا سال بھر کا خرچ اس میں سے لے لیتے تھے اور باقی مثل بیت المال کے کر دیتے تھے پھر ان چاروں بزرگوں کو اسی طرح قسم دے کر پوچھا کہ کیا تمہیں یہ معلوم ہے؟ انہوں نے کہا ہاں پھر ان دونوں سے قسم دے کر پوچھا اور انہوں نے ہاں کہی۔ پھر فرمایا حضورؐ کے فوت ہونے کے بعد ابو بکرؓ والی بنے اور تم دونوں خلیفہ رسول کے پاس آئے اے عباس! تم تو اپنی قرابت داری جتنا کر اپنے چچا زاد بھائی کے مال میں سے اپنا ورثہ طلب کرتے تھے اور یہ یعنی حضرت علیؓ اپنا حق جتنا کر اپنی بیوی یعنی حضرت فاطمہؓ کی طرف سے ان کے والد کے مال سے ورثہ طلب کرتے تھے

جس کے جواب میں تم دونوں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے ہمارا ورثہ باغنائیں جاتا ہے ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ حضرت ابوبکر یقیناً راست گو نیک کار شد و ہدایت والے اور تابع حق تھے چنانچہ اس مال کی ولایت حضرت الصدیق نے کی آپ کے فوت ہو جانے کے بعد آپ کا اور رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ میں بنا اور وہ مال میری ولایت میں رہا پھر آپ دونوں کے دونوں ایک صلاح سے میرے پاس آئے اور مجھ سے اسے مانگا جس کے جواب میں میں نے کہا کہ اگر تم اس شرط سے اس مال کو اپنے قبضہ میں کرو کہ جس طرح رسول اللہ ﷺ اسے خرچ کرتے تھے تم بھی کرتے رہو گے تو میں تمہیں سوئپ دیتا ہوں تم نے اس بات کو قبول کیا اور اللہ کو بیچ میں دے کر تم نے اس مال کی ولایت لی پھر تم جواب آئے ہو تو کیا اس کے سوا کوئی اور فیصلہ چاہتے ہو؟ قسم اللہ کی قیامت تک اس کے سوا اس کا کوئی فیصلہ میں نہیں کر سکتا ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اگر تم اپنے وعدے کے مطابق اس مال کی غمرانی اور اس کا صرف نہیں کر سکتے تو تم اسے پھر لوٹاؤ تاکہ میں آپ اسے اسی طرح خرچ کروں جس طرح رسول اللہ ﷺ کرتے تھے اور جس طرح خلافت صدیق میں اور آج تک ہوتا رہا۔

مسند احمد میں ہے کہ لوگ نبی ﷺ کو اپنے کھجوروں کے درخت وغیرہ دے دیا کرتے تھے یہاں تک کہ قریظہ اور بنو نضیر کے اموال آپ کے قبضہ میں آئے تو اب آپ نے ان لوگوں کو ان کے دیئے ہوئے مال واپس دینے شروع کئے حضرت انسؓ بھی ان کے گھر والوں نے آپ کی خدمت میں بھیجا کہ ہمارا دیا ہوا بھی سب یا جتنا چاہیں ہمیں واپس کر دیں میں نے جا کر حضورؐ کو یاد دلایا آپ نے وہ سب واپس کرنے کو فرمایا لیکن یہ سب حضرت ام ایمنؓ کو اپنی طرف سے دے چکے تھے انہیں جب معلوم ہوا کہ یہ سب میرے قبضے سے نکل جائے گا تو انہوں نے آن کر میری گردن میں کپڑا ڈال دیا اور مجھ سے فرمانے لگیں اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معذون نہیں حضرت تجھے یہ نہیں دیں گے آپ تو مجھے وہ سب کچھ دے چکے۔ حضورؐ نے فرمایا ام ایمن! تم نہ گھراؤ ہم تمہیں اس کے بدلے اتنا اتنا دیں گے لیکن وہ نہ مانیں اور یہی کہے چلی گئیں۔ آپ نے فرمایا اچھا اور اتنا اتنا تمہیں دیں گے لیکن وہ اب بھی خوش نہ ہوئیں اور وہی فرماتی رہیں آپ نے فرمایا لو ہم تمہیں اتنا اتنا اور دیں گے یہاں تک کہ جتنا انہیں دے رکھا تھا اس سے جب تقریباً دس گنا زیادہ دینے کا وعدہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تب آپ راضی ہو کر خاموش ہو گئیں اور ہمارا مال ہمیں مل گیا ہے نے کا مال جن پانچ جگہوں میں صرف ہو گا یہی جگہیں غنیمت کے مال کے صرف کرنے کی بھی ہیں اور سورۃ انفال میں ان کی پوری تشریح و توضیح کے ساتھ کامل تفسیر الحمد للہ گذر چکی ہے اس لئے ہم یہاں بیان نہیں کرتے۔

پھر فرماتا ہے کہ مال نے کے یہ مصارف ہم نے اس لئے وضاحت کے ساتھ بیان کر دیئے کہ یہ مالداروں کے ہاتھ لگ کر کہیں ان کا لقمہ نہ بن جائے کہ ان میں سنی مانی خواہشوں کے مطابق وہ اسے اڑائیں اور مسکینوں کے ہاتھ نہ لگے۔ پھر فرماتا ہے کہ جس کام کے کرنے کو میرے پیغمبر تم سے کہیں تم اسے کرو اور جس کام سے وہ تمہیں روکیں تم اس سے رک جاؤ۔ یقیناً مانو کہ جس کا وہ حکم کرتے ہیں وہ بھلائی کا کام ہوتا ہے اور جس سے وہ روکتے ہیں وہ برائی کا کام ہوتا ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک عورت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئی اور کہا آپ گودنے سے (یعنی چڑے پر یا ہاتھوں پر عورتیں سوئی وغیرہ سے گدوا کر جو تکوں کی طرح نشان وغیرہ بنالیتی ہیں) اس سے اور بالوں میں بال ملا لینے سے (جو عورتیں اپنے بالوں کو لمبا ظاہر کرنے کے لئے کرتی ہیں) منع فرماتے ہیں تو کیا یہ ممانعت کتاب اللہ میں ہے یا حدیث رسول میں؟ آپ نے فرمایا کتاب اللہ میں بھی اور حدیث رسول اللہ میں بھی دونوں میں اس ممانعت کو پاتا ہوں۔ اس عورت نے عبداللہ بن مسعودؓ کو خدا کی قسم دونوں لوحوں کے درمیان جس قدر قرآن شریف ہے میں نے سب پڑھا ہے اور خوب دیکھ بھال کی ہے لیکن میں نے تو کہیں اس ممانعت کو نہیں پایا۔ آپ نے فرمایا کیا تم نے آیت مَا اتَّكُمُ الرَّسُولُ

الطح، نہیں پڑھی؟ اس نے کہا ہاں یہ تو پڑھی ہے۔ فرمایا (قرآن سے ثابت ہوا کہ حکم رسول اور ممانعت رسول قابل عمل ہیں اب سنو) خود میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے گودے سے اور بالوں میں بال ملانے سے اور پیشانی اور چہرے کے بال نوچنے سے منع فرمایا ہے (یہ بھی عورتیں اپنی خوبصورتی ظاہر کرنے کے لئے کرتی ہیں اور اس زمانے میں تو مرد بھی کثرت کرتے ہیں) اس عورت نے کہا حضرت یہ تو آپ کی گھر والیاں بھی کرتی ہیں؟ آپ نے فرمایا جاؤ دیکھو وہ گئیں اور دیکھ کر آئیں اور کہنے لگیں حضرت معاف کیجئے، غلطی ہوئی ان باتوں میں سے کوئی بات آپ کے گھرانے والیوں میں میں نے نہیں دیکھی۔ آپ نے فرمایا کیا تم بھول گئیں کہ خدا کے نیک بندے (حضرت شعیب علیہ السلام) نے کیا فرمایا تھا مَا أُرِيدُ أَنْ أَخَالِفَكُمْ إِلَهِي مَا أَنْهَاكُمُ عَنْهُ لَعْنِي فِي يَوْمٍ نَبِيٌّ جَاءَ بِمَا كُنْتُمْ تَفْعَلُونَ جس چیز سے روکوں خود میں اس کا خلاف کروں۔

مسند احمد اور بخاری مسلم میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ لعنت بھیجتا ہے اس عورت پر جو گدوائے اور جو گدوے اور جو اپنی پیشانی کے بال لے اور جو خوبصورتی کے لئے اپنے سامنے کے دانتوں کی کشادگی کرے اور اللہ تعالیٰ کی بیانی ہوئی پیدائش کو بدلنا چاہے۔ یہ سن کر بنو اسدی ایک عورت جن کا نام ام یعقوب تھا آپ کے پاس آئیں اور پوچھا کہ کیا آپ نے اس طرح فرمایا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں میں اس پر لعنت کیوں نہ کروں جس پر اللہ کے رسول نے لعنت کی ہے؟ اور جو قرآن میں موجود ہے۔ اس نے کہا میں نے پورا قرآن جتنا بھی دونوں پٹھوں کے درمیان ہے اول سے آخر تک پڑھا ہے لیکن میں نے تو یہ حکم نہیں پایا؟ آپ نے فرمایا اگر تم سوچ سمجھ کر پڑھیں تو ضرور پاتیں کیا تم نے آیت مَا أَنْتُمْ الرُّسُلُ الطَّح، نہیں پڑھی؟ اس نے کہا ہاں یہ تو پڑھی ہے پھر آپ نے وہ حدیث سنائی اس نے آپ کے گھر والوں کی نسبت کہا پھر دیکھ کر آئیں اور غر خدوای کی اس وقت آپ نے فرمایا اگر میری گھر والی ایسا کرتی تو میں اس سے ملنا چھوڑ دیتا صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب میں تمہیں کوئی حکم دوں تو جہاں تک تم سے ہو سکے اسے بجالاؤ اور جب میں تمہیں کسی چیز سے روکوں تو رک جاؤ۔ سنائی میں حضرت عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کدو کے برتن میں میز ٹھیلیاں، کھجور کی لکڑی کے کریدے ہوئے برتن میں اور رال کی رنگی ہوئی ٹھیلیاں نبیذ بنانے سے یعنی کھجور یا کشش وغیرہ کے بھگو کر رکھنے سے منع فرمایا ہے پھر اسی آیت کی تلاوت کی (یاد رہے کہ یہ حکم اب باقی نہیں ہے۔ مترجم) پھر فرماتا ہے اللہ کے عذابوں سے بچنے کے لئے اس کے احکام کی ممنوعات سے بچتے رہو یا درکھو اس کی نافرمانی مخالفت انکار کرنے والوں کو اور اس کے منع کئے ہوئے کاموں کے کرنے والوں کو وہ سخت سزا دیتا ہے اور دکھ کی مار مارتا ہے۔

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ
يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَصْرُونَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ
أُولَئِكَ هُمُ الصَّدِيقُونَ وَالَّذِينَ تَبَوُّوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ
مِنْ قَبْلِهِمْ يَحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ
فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ

وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقِ شَحْنَفٍ نَفْسِهِ فَاُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

(نے کا مال) ان مہاجر سکیں کے لئے ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکال دیئے گئے ہیں وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضا مندی کے طلب گار ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں یہی راست باز لوگ ہیں ○ اور ان کے لئے جنہوں نے اس گھر میں (یعنی مدینہ میں) اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنائی ہے اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ دے دیا جائے اس سے وہ اپنے دلوں میں کوئی دغدغہ نہیں رکھتے بلکہ خود اپنے اوپر انہیں ترجیح دیتے ہیں جو خود کو کئی ہی سخت حاجت ہو بات یہ ہے کہ جو بھی اپنے نفس کی حرص سے بچیں وہی کامیاب اور باسرا ہیں ○

مال نے کے حقدار ☆ ☆ (آیت: ۸-۹) اور بیان ہوا تھا کہ نے کا مال یعنی کافروں کا جو مسلمانوں کے قبضے میں میدان جنگ میں لڑے بھڑے بغیر آگیا ہو اس کے مالک رسول اللہ ﷺ ہیں پھر آپ یہ مال کسے دیں گے؟ اس کا بیان ہو رہا ہے کہ اس کے حق دار وہ غریب مہاجر ہیں جنہوں نے اللہ کو رضا مند کرنے کے لئے اپنی قوم کو ناراض کر لیا یہاں تک کہ انہیں اپنا وطن عزیز اور اپنے ہاتھ کا مشکوٰۃ سے جمع کیا ہو مال وغیرہ سب چھوڑ چھاڑ کر چل دینا پڑا اللہ کے دین اور اس کے رسول کی مدد میں برابر مشغول ہیں اللہ کے فضل و خوشنودی کے ستلاشی ہیں یہی سچے لوگ ہیں جنہوں نے اپنا فضل اپنے قول کے مطابق کر دکھایا یہ اوصاف سادات مہاجرین میں تھے رضی اللہ عنہم۔ پھر انصار کی مدح بیان ہو رہی ہے اور ان کی فضیلت شرافت کرم اور بزرگی کا اظہار ہو رہا ہے ان کی کشادہ دلی نیک نفسی ایثار اور سخاوت کا ذکر ہو رہا ہے کہ انہوں نے مہاجرین سے پہلے ہی دارالہجرہ مدینہ میں اپنی بود و باش رکھی اور ایمان پر قیام رکھا مہاجرین کے پیچھے سے پہلے ہی یہ ایمان لا چکے تھے بلکہ بہت سے مہاجرین سے بھی پہلے یہ ایمان دار بن گئے تھے۔

صحیح بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر پر یہ روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں اپنے بعد کے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ مہاجرین اولین کے حق ادا کرتا رہے ان کی خاطر مدارات میں کمی نہ کرے اور میری وصیت ہے کہ انصار کے ساتھ بھی نیکی اور بھلائی کرے جنہوں نے مدینہ میں جگہ بنائی اور ایمان میں جگہ حاصل کی ان کے بھلے لوگوں کی بھلائیاں قبول کرے اور ان کی خطاؤں سے درگزر اور چشم پوشی کر لے۔ ان کی شرافت طبعی ملاحظہ ہو کہ جو بھی راہ خدا میں ہجرت کر کے آئے یہ اپنے دل میں اسے گھر کہتے ہیں اور اپنا جان و مال ان پر شمار کرنا نا فخر جانتے ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ مہاجرین نے ایک مرتبہ کہا یا رسول اللہ! ہم نے تو دنیا میں ان انصار جیسے لوگ نہیں دیکھے تھوڑے سے تھوڑے اور بہت سے بہت برابر ہمیں دے رہے ہیں مدقوں سے ہمارا کل خرچ اٹھا رہے ہیں بلکہ ناز برداریاں کر رہے ہیں اور کبھی چہرے پر چمکن بھی نہیں بلکہ خدمت کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں دیتے ہیں اور احسان نہیں رکھتے کام کاج خود کریں اور کمائی ہمیں دیں حضور میں تو ڈر ہے کہ کہیں ہمارے اعمال کا سارا سا اجر انہی کو منل جائے آپ نے فرمایا نہیں نہیں جب تک تم ان کی ثناء و تعریف کرتے رہو گے۔ اور ان کے لئے دعائیں مانگتے رہو گے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے انصار یوں کو بلا کر فرمایا کہ میں بحرین کا علاقہ تمہارے نام لکھ دیتا ہوں۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! جب تک آپ ہمارے مہاجر بھائیوں کو بھی انتہائی ندیں ہم اسے نہ لیں گے آپ نے فرمایا اچھا اگر نہیں لیتے تو دیکھو آئندہ بھی ممبر کرتے رہنا میرے بعد ایسا وقت بھی آئے گا کہ اوروں کو دیا جائے گا اور تمہیں چھوڑ دیا جائے گا۔ صحیح بخاری شریف کی اور حدیث میں ہے کہ انصار یوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! ہمارے سمجھوروں کے باغات ہم میں اور ہمارے مہاجر بھائیوں میں تقسیم کر دیجئے آپ نے فرمایا نہیں پھر فرمایا سنو کام کاج بھی تم ہی کرو اور ہم سب کو تو پیداوار میں شریک رکھو

انصار نے جواب دیا یا رسول اللہ! ہمیں یہ بھی یہ خوشی منظور ہے۔

پھر فرماتا ہے یہ اپنے دلوں میں کوئی حسد ان مہاجرین کی قدر و منزلت اور ذکر و مرتبت پر نہیں کرتے جو انہیں مل جائے انہیں اس پر رشک نہیں ہوتا۔ اسی مطلب پر اس حدیث کی دلالت بھی ہے جو مسند احمد میں حضرت انسؓ کی روایت سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا دیکھو ابھی ایک جنتی شخص آنے والا ہے۔ تھوڑی دیر میں ایک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بائیں ہاتھ میں اپنی جوتیاں لئے ہوئے تازہ و ضوکر کے آرہے تھے داڑھی پر سے پانی ٹپک رہا تھا دوسرے دن بھی اسی طرح ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے یہی فرمایا اور وہی شخص اسی طرح آئے تیسرے دن بھی یہی ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ آج دیکھتے بھالتے رہے اور جب مجلس نبوی ختم ہوئی وہی بزرگ وہاں سے اٹھ کر چلے تو یہ بھی ان کے پیچھے ہوئے اور انصاری سے کہنے لگے حضرت مجھ میں اور میرے والد میں کچھ بول چال ہوگئی ہے جس پر میں قسم کھا بیٹھا ہوں کہ تین دن تک اپنے گھر نہیں جاؤں گا پس اگر آپ مہربانی فرما کر مجھے اجازت دیں تو میں یہ تین دن آپ کے ہاں گذاردوں۔ انہوں نے کہا بہت اچھا۔ چنانچہ حضرت عبداللہؓ نے یہ تین دن تین ان کے گھر ان کے ساتھ گزار دیں دیکھا کہ وہ رات کو تہجد کی لمبی نماز بھی نہیں پڑھتے صرف اتنا کرتے ہیں کہ جب آنکھ کھلے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی بڑائی اپنے بسز پر ہی لینے لینے کر لیتے ہیں یہاں تک کہ صبح کی نماز کے لئے اٹھیں۔ ہاں یہ ضرورت تھی کہ میں نے ان کے منہ سے سوائے کلمہ خیر کے اور کچھ نہیں سنا۔ جب تین راتیں گزر گئیں تو مجھے ان کا عمل بہت ہی بکا سا معلوم ہونے لگا اب میں نے ان سے کہا کہ حضرت دراصل نہ تو میرے اور میرے والد صاحب کے درمیان کوئی ایسی باتیں ہوئی تھیں نہ میں نے ناراضگی کے باعث گھر چھوڑا تھا بلکہ واقعہ یہ ہوا کہ تین مرتبہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ابھی ایک جنتی شخص آ رہا ہے اور تینوں مرتبہ آپ ہی آئے تو میں نے ارادہ کیا کہ آپ کی خدمت میں کچھ دن رہ کر دیکھوں تو سہی کہ آپ ایسی کون سی عبادتیں کرتے ہیں جو جیتے جی بہ زبان رسول آپ کے جنتی ہونے کی یقینی خبر تم تک پہنچ گئی چنانچہ میں نے یہ بہانہ کیا اور تین مرتبہ رات تک آپ کی خدمت میں رہا تا کہ آپ کے اعمال دیکھ کر میں بھی ویسے ہی عمل شروع کر دوں لیکن میں نے تو آپ کو نہ تو کوئی نیا اور اہم عمل کرتے ہوئے دیکھا نہ عبادت میں ہی اوروں سے زیادہ بڑھا ہوا دیکھا اب جا رہا ہوں لیکن زبانی ایک سوال ہے کہ آپ ہی بتلائیے آخر وہ کون سا عمل ہے جس نے آپ کو پیغمبر اللہ ﷺ کی زبانی جنتی بنایا؟ آپ نے فرمایا بس تم میرے اعمال تو دیکھ چکے ان کے سوا اور کوئی خاص پوشیدہ عمل تو ہے نہیں۔ چنانچہ میں اس سے رخصت ہو کر چلا تھوڑی ہی دور نکلا تھا جو انہوں نے مجھے آواز دی اور فرمایا ہاں میرا ایک عمل سنتے جاؤ وہ یہ کہ میرے دل میں کبھی کسی مسلمان سے دھوکہ بازی حسد اور بغض کا ارادہ بھی نہیں ہوا میں کبھی کسی مسلمان کا بدخواہ نہیں بنا۔ حضرت عبداللہؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ بس اب معلوم ہو گیا اسی عمل نے آپ کو اس درجہ تک پہنچایا ہے اور یہی وہ چیز ہے جو ہر ایک کے بس کی نہیں۔ امام نسائی بھی اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ میں اس حدیث کو لائے ہیں۔ غرض یہ ہے کہ ان انصاریں یہ وصف تھا کہ مہاجرین کو اگر کوئی مال وغیرہ دیا جائے اور انہیں نہ ملے تو یہ برا نہیں مانتے تھے بنو نضیر کے مال جب مہاجرین ہی میں تقسیم ہوئے تو کسی انصاری نے اس میں کلام کیا جس پر آیت وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ اَتْرٰی آنحضرت ﷺ نے فرمایا تمہارے مہاجر بھائی مال والا دلا دھوڑ کر تمہاری طرف آتے ہیں انصار نے کہا پھر حضور ہمارا مال ان میں اور ہم میں برابر بانٹ دیجئے آپ نے فرمایا اس سے بھی زیادہ ایثار کر سکتے ہو؟ انہوں نے کہا جو حضور کا ارشاد ہو آپ نے فرمایا مہاجر حریت اور باغات کا کام نہیں جانتے تم آپ اپنے مال کو قبضہ میں رکھو خود کام کرو خود باغات میں محنت کرو اور پیداوار میں انہیں شریک کر دو۔ انصار نے اسے بھی یہ کشادہ پیشانی منظور کر لیا۔

پھر فرماتا ہے کہ باوجود خود کو حاجت ہونے کے بھی اپنے دوسرے بھائیوں کی حاجت کو مقدم رکھتے ہیں اپنی ضرورت خواہ باقی رہ

جائے۔ لیکن اور مسلمان کی ضرورت جلد پوری ہو جائے یہ ان کی بروقت کی چاہت ہے۔ ایک صحیح حدیث میں بھی ہے کہ جس کے پاس کی اور قلت ہو خود کو ضرورت ہو اور پھر بھی صدقہ کرے اس کا صدقہ افضل اور بہتر ہے۔ یہ درجہ ان لوگوں کے درجے سے بھی بڑا ہوا ہے جن کا ذکر اور جگہ ہے کہ مال کی چاہت کے باوجود وہ اسے راہ اللہ خرچ کرتے ہیں لیکن یہ لوگ خود اپنی حاجت ہوتے ہوئے صرف کرتے ہیں، محبت ہوتی ہے اور حاجت نہیں ہوتی اس وقت کا خرچ اس درجہ کو نہیں پہنچ سکتا کہ خود کو ضرورت ہو اور پھر بھی راہ اللہ دے دینا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صدقہ اسی قسم سے ہے کہ آپ نے اپنا کل مال لا کر اللہ کے سامنے ڈھیر لگا دیا، آپ نے پوچھا بھی کہ ابو بکر کچھ باقی بھی رکھ آئے ہو؟ جواب دیا اللہ اور اس کے رسول کو باقی رکھ آیا ہوں۔ اسی طرح وہ واقعہ ہے جو جنگ یرموک میں حضرت مکرّم اور ان کے ساتھیوں کو پیش آیا تھا کہ میدان جہاد میں زخم خوردہ پڑے ہوئے ہیں اُریٹ اور مٹی زخموں میں بھر رہی ہے کہ کرا رہے ہیں، تڑپ رہے ہیں سخت تیز دھوپ پڑ رہی ہے، پیاس کے مارے حلق میچ رہا ہے، اتنے میں ایک مسلمان کندھ پر متک لٹکائے آ جاتا ہے اور ان مجروح مجاہدین کے سامنے پیش کرتا ہے لیکن ایک کہتا ہے اس دوسرے کو پلاؤ دوسرا کہتا ہے اس تیسرے کو پہلے پلاؤ وہ ابھی تیسرے تک پہنچا بھی نہیں جو ایک شہید ہو جاتا ہے دوسرے کو دیکھتا ہے کہ وہ بھی پیاسا ہی چل بسا تیسرے کے پاس آتا ہے لیکن دیکھتا ہے کہ وہ بھی سوکھے ہونوں ہی اللہ سے جاملے۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں سے خوش ہو اور انہیں بھی اپنی ذات سے خوش رکھے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ! میں سخت حاجت مند ہوں مجھے کچھ کھلوائیے آپ نے اپنے گھروں میں آدمی بھیجا لیکن تمام گھروں سے جواب ملا کہ حضور ہمارے پاس خود نہیں۔ یہ معلوم کر کے پھر آپ نے اور لوگوں سے کہا کہ کوئی ہے جو آج کی رات انہیں اپنا مہمان رکھے؟ ایک انصاری اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا حضور میں انہیں اپنا مہمان رکھوں گا۔ چنانچہ یہ لے گئے اور اپنی بیوی سے کہا دیکھو یہ رسول اللہ ﷺ کے مہمان ہیں آج کو میں کچھ بھی کھانے کو نہ ملے لیکن یہ بھوکے نہ رہیں۔ بیوی صاحبہ نے کہا آج گھر میں بھی برکت ہے بچوں کے لئے البتہ کچھ کھڑے رکھے ہوئے ہیں انصاری نے فرمایا اچھا بچوں کو تو بہلا پھلا کر بھوکا سلا دو اور ہم تم دونوں اپنے پیٹ پر کپڑا باندھ کر قافے سے رات گزار دیں گے کھاتے وقت چراغ بجھا دینا تاکہ مہمان یہ سمجھے کہ ہم کھارے ہیں اور دراصل ہم کھائے نہیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا صحیح جب یہ شخص انصاری رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا کہ اس شخص کے اور اس کی بیوی کے رات کے عمل سے اللہ تعالیٰ خوش ہوا اور پس دیا۔ انہی کے بارے میں آیت **وَيُؤْتِيهِم مِّنْ فَضْلِهِ كَثِيرًا** نازل ہوئی۔

صحیح مسلم کی روایت میں ان انصاری کا نام بھی ہے یعنی حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ پھر فرماتا ہے جو اپنے نفس کی بخشنی حرص اور لالچ سے منع گیا اس نے نجات پالی۔ مسند احمد اور مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں لوگو! ظلم سے بچو قیامت کے دن یہ ظلم اندھیریاں بن جائے گا لوگو! بخشنی اور حرص سے بچو یہی وہ چیز ہے جس نے تم سے پہلے لوگوں کو برباد کر دیا اسی کی وجہ سے انہوں نے خوزیریاں کیں اور حرام کو حلال بنا لیا اور سند سے یہ بھی مروی ہے کہ غش سے بچو۔ اللہ تعالیٰ غش باتوں اور بے حیائی کے کاموں کو ناپسند فرماتا ہے حرص اور بخشنی کی ذمت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ اسی کے باعث اگلوں نے ظلم کئے، فسق و فجور کئے اور قطع رحمی کی۔ ابوداؤد وغیرہ میں ہے اللہ کی راہ کا غبار اور جہنم کا دھواں کسی بندے کی پیٹ میں جمع ہو ہی نہیں سکتا اسی طرح بخشنی اور ایمان بھی کسی بندہ کے دل میں جمع نہیں ہو سکتے، یعنی راہ خدا کی گرد جس پر پڑی وہ جہنم سے آزاد ہو گیا اور جس کے دل میں بخشنی نے گھر کر لیا اس کے دل میں ایمان کی رہنے کی محبت نہیں ہی رہتی۔ حضرت عبداللہ کے پاس آ کر ایک شخص نے کہا اے ابو عبد الرحمن! میں تو ہلاک ہو گیا، آپ نے فرمایا کیا بات ہے؟ کہہ کر قرآن میں تو ہے جو اپنے نفس کی بخشنی سے بچا دیا گیا اس نے فلاح پالی اور میں تو مال کو بزارو کئے والا ہوں خرچ کرتے ہوئے دل رکتا ہے آپ نے فرمایا

اسکے ہی کا ذکر اس آیت میں نہیں یہاں مراد بخلی سے یہ ہے کہ تو اپنے کسی مسلمان بھائی کا مال ظلم سے کھا جائے ہاں بخلی بمعنی کنجوسی بھی بہت بری چیز۔ (ابن ابی حاتم)

حضرت ابوالہیاج اسدیؒ فرماتے ہیں کہ بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے میں نے دیکھا کہ ایک صاحب صرف یہی دعا پڑھ رہے ہیں اَللّٰهُمَّ قِنِّیْ شُعْ نَفْسِیْ اَلّٰہِ! مجھے میرے نفس کی حرص و آڑ سے بچالے آخر مجھ سے نہ رہا گیا میں نے کہا آپ صرف یہی دعا کیوں مانگ رہے ہیں؟ اس نے کہا جب اس سے بچاؤ ہو گیا تو پھر نہ زنا کاری ہو سکے گی نہ چوری اور نہ کوئی برا کام۔ اب جو میں نے دیکھا تو وہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ تھے رضی اللہ عنہ (ابن جریر)

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا
الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًا
لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ

اور ان کے لئے جو ان کے بعد آئیں جو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ایمانداروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ اور دشمنی نہ ڈال۔ اے ہمارے رب! ہر ایک کو شفقت و مہربانی کرنے والا ہے ○

رافضی کو مال فے نہیں ملے گا: ☆ ☆ (آیت ۱۰) ایک حدیث میں ہے جس نے زکوٰۃ ادا کی اور مہانداری کی اور اللہ کی راہ کے ضروری کاموں میں دیا وہ اپنے نفس کی بخلی سے دور ہو گیا۔ پھر مال فے کے مستحقین لوگوں کی تیسری قسم کا بیان ہو رہا ہے کہ انصار اور مہاجرین کے فقراء کے بعد ان کے تابع جو ان کے بعد کے لوگ ہیں ان میں کے مساکین بھی اس مال کے مستحق ہیں جو اللہ تعالیٰ سے اپنے سے اگلے با ایمان لوگوں کے لئے مغفرت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ جیسے کہ سورہ برأت میں ہے وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ یعنی ”اول اول سبقت کرنے والے مہاجر و انصار اور ان کے بعد کے وہ لوگ جو احسان میں ان کے شیخ ہیں اللہ تعالیٰ ان سب سے خوش ہے اور یہ سب اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں“۔ یعنی یہ بعد کے لوگ ان اگلوں کے آثار حسنہ اور اوصاف جملہ کی اتباع کرنے والے اور انہیں نیک دعاؤں سے یاد رکھنے والے ہیں گویا ظاہر باطن ان کے تابع ہیں۔ اس دعا سے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کتنا پاکیزہ استدلال کیا ہے کہ رافضی کو مال فے سے امام وقت کچھ نہ دے کیونکہ وہ اصحاب رسولؐ کے لئے دعا کرنے کے بجائے انہیں گالیاں دیتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ان لوگوں کو دیکھو کس طرح قرآن کا خلاف کرتے ہیں قرآن حکم دیتا ہے کہ مہاجر و انصار کے لئے دعائیں کریں اور یہ گالیاں دیتے ہیں پھر یہی آیت آپؐ نے تلاوت فرمائی (ابن ابی حاتم)

اور روایت میں اتنا اور بھی ہے کہ میں نے تمہارے نبی ﷺ سے سنا ہے کہ یہ امت ختم نہ ہوگی یہاں تک کہ ان کے وہ بچھلے ان کے پہلوں کو لخت کریں گے (بنو) (ابوداؤد) میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا آیت مَا أَفَاءَ اللَّهُ مِیں جس مال فے کا بیان ہے وہ تو خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اسی طرح اس کے بعد کی آیت مِنْ أَهْلِ الْقُرْآنِ والی نے عام کر دیا ہے تمام مسلمانوں کو اس میں شامل کر لیا ہے اب ایک مسلمان بھی ایسا نہیں جس کا حق اس مال میں نہ ہو سوائے تمہارے غلاموں کے۔ اس حدیث کی سند میں انقطاع ہے۔

ابن جزیر میں ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ کو حَکِیْم تک پڑھ کر فرمایا مالِ زکوٰۃ کے مستحق تو یہ لوگ ہیں۔ پھر وَاَعْلَمُوْا اَنْتُمْ غَنِمْتُمْ واپس پوری آیت کو پڑھ کر فرمایا مالِ غنیمت کے مستحق یہ لوگ ہیں پھر یہ آیت مَا آفَاءَ اللّٰهُ الْخِزْيَافِ پڑھ کر فرمایا مالِ غنیمت کے مستحقین کو بیان فرماتے ہوئے اس آیت نے تمام مسلمانوں کو اس مالِ غنیمت کے مستحق کر دیا ہے سب اس کے مستحق ہیں۔ اگر میں زندہ رہا تو تم دیکھو گے کہ گاؤں گوٹھوں کے چرواہے کو بھی اس کا حصہ دوں گا جس کی پیشانی پر اس مال کے حاصل کرنے کے لئے پسینہ تک نہ آیا ہو۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْۤا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْۤا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَیْنٌ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ
وَلَا نَطِیْعُ فِیْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا وَّ اِنْ قُوْلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ
وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ؕ لَیْنٌ اُخْرِجُوْۤا لَا یَخْرُجُوْنَ
مَعَهُمْ وَلَیْنٌ قُوْلُوْۤا لَا یَنْصُرُوْنَهُمْ وَلَیْنٌ نَّصْرُوْهُمْ لَیُّوْلٰنٌ
الْاَدْبَارُ ثُمَّ لَا یَنْصُرُوْنَ ؕ لَا اَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِیْ
صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا یَفْقَهُوْنَ ؕ

کیا تو نے منافقوں کو نہ دیکھا کہ اپنے اہل کتاب کا فرہانیوں سے کہتے ہیں اگر تم جلا وطن کئے گئے تو اللہ کی قسم ہم بھی تمہارے ساتھ وطن چھوڑ دیں گے اور تمہارے بارے ہم بھی کسی کی بات نہ مانیں گے اور اگر تم سے جنگ کی جائے گی تو وہ اللہ ہمہ تمہاری مدد کریں گے، لیکن اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے کہ یہ قطعاً جھوٹے ہیں ○ اگر وہ جلا وطن کئے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہ جائیں گے اور اگر ان سے جنگ چھڑی تو یہ ان کی مدد بھی نہ کریں گے اور اگر بالفرض مدد پر آ بھی گئے تو بھی پیچھے موڑ کر بھاگ کھڑے ہوں گے پھر مدد نہ کئے جائیں گے ○ مسلمانو! یقیناً انوکھ تمہاری جیت ان کے دلوں میں بہ نسبت اللہ کی جیت کے بہت زیادہ ہے ان کے لئے کہ یہ بے جا کھوکھلوں ہیں ○

کفر بزدلی کی گود ہے۔ تلخیص البلیس کا ایک انداز: ☆ (آیت: ۱۱-۱۷) عبد اللہ بن ابی اور اسی جیسے منافقین کی کالپازی اور عیاری کا ذکر ہو رہا ہے کہ انہوں نے یہودیوں کو تھک کر جھوٹا دلا سے دلا کر غلط وعدہ کر کے مسلمانوں سے بھڑا دیا ان سے وعدہ کیا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں لڑنے میں تمہاری مدد کریں گے اور اگر تم ہار گئے اور مدینہ سے دس نکالا تو ہم بھی تمہارے ساتھ اس شہر کو چھوڑ دیں گے لیکن یہ وقت وعدہ ہی ایسا کرنے کی نیت نہ تھی اور یہ بھی کہ ان میں اتنا حوصلہ بھی نہیں کہ ایسا کر سکیں نہ لڑا میں نہ ان کی مدد کر سکیں نہ برے وقت ان کا ساتھ دیں اگر بدنامی کے خیال سے میدان میں آ بھی جائیں تو یہاں آتے ہی تیر و تلواری کی صورت دیکھتے رونگھٹے کھڑے ہو جائیں اور نامردی کے ساتھ بھاگتے ہی بن پڑے۔ پھر مستقل طور پر پیش کوئی فرماتا ہے کہ ان کی تمہارے مقابلہ میں امداد نہ کی جائے گی یہ اللہ سے بھی اتنا نہیں ڈرتے جتنا تم سے خوف کھاتے ہیں۔

جیسے اور جگہ بھی ہے اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ یَبْغِیْشُوْنَ النَّاسَ كَخَشِیَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشِیَّتِهٖ یعنی ان کا ایک فرقہ لوگوں سے اتنا

ڈرتا ہے جتنا اللہ سے بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ بات یہ ہے کہ یہ بے سمجھ لوگ ہیں۔ اور بزدلی کی یہ حالت ہے کہ یہ میدان کی لڑائی کبھی لڑ نہیں سکتے ہاں اگر مضبوط اور محفوظ قلعوں میں بیٹھے ہوئے ہوں یا موروں کی آڑ میں چھپ کر کچھ کارروائی کرنے کا موقع ہو تو خیر یہ سب ضرورت کے کر گذریں گے لیکن میدان میں آ کر بہادری کے جوہر دکھانا یہ ان سے کوسوں دور ہے آپس ہی میں ایک دوسرے کے دشمن ہیں جیسے اور جگہ ہے وَیُذِیْقُ بَعْضُکُمْ بَأْسَ بَعْضٍ بعض کو بعض سے لڑائی کا مزہ چکھاتا ہے تم انہیں مجتمع اور متفق و متحد سمجھ رہے ہو لیکن دراصل یہ متفرق و مختلف ہیں ایک کا دل دوسرے سے نہیں ملتا منافق اپنی جگہ اور اہل کتاب اپنی جگہ ایک دوسرے کے دشمن ہیں وجہ یہ ہے کہ بے عقل لوگ ہیں۔ پھر فرمایا ان کی مثال ان سے کچھ ہی پہلے کے کافروں جیسی ہے جنہوں نے یہاں بھی اپنے کئے کا بدلہ بھگتا اور وہاں کا بھگتنا ابھی باقی ہے۔ اس سے مراد یا تو کفار قریش ہیں کہ بدرواے دل ان کی سرکوبی ہو گئی اور سخت نقصان اٹھا کر رشتوں کے پٹے چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے یا بنو قنیقہ کے یہود ہیں کہ وہ بھی شرارت پر اتر آئے اللہ نے ان پر اپنے نبی کو غالب کیا اور آپ نے انہیں مدینہ سے خارج البلد کر دیا یہ دونوں واقعے ابھی ابھی کے ہیں اور تمہاری عبرت کا صحیح سبق ہیں لیکن اس وقت کہ کوئی عبرت حاصل کرنے والا انجام کو سوچنے والا ہو بھی زیادہ مناسب مقام بنو قنیقہ کے یہود کا واقعہ ہی ہے واللہ اعلم۔ منافقین کے وعدوں پر ان یہودیوں کا شرارت پر آمادہ ہونا اور ان کے دھوکے میں آ کر معاہدہ توڑ ڈالنا پھر ان منافقین کا انہیں موقع پر کام نہ آنا لڑائی کے وقت مدد پہنچانا نہ جلا وطنی میں ساتھ دینا۔ ایک مثال سے سمجھا جاتا ہے کہ دیکھو شیطان بھی اسی طرح انسان کو کفر پر آمادہ کرتا ہے اور جب یہ کفر کر چکتا ہے تو خود بھی اسے ملامت کرنے لگتا ہے اور اپنا اللہ والا ہونا ظاہر کرنے لگتا ہے۔

لَا یَقَاتِلُوْکُمْ جَمِیْعًا اِلَّا فِیْ قَرْیٍ مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ
جُدُرٍ بَّاسِہُمْ بَیْنَهُمْ شَدِیْدٌ تَحْسِبُهُمْ جَمِیْعًا وَقُلُوْبُهُمْ
شَتٰی ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا یَعْقِلُوْنَ ۝۱۱ کَمَثَلِ الَّذِیْنَ مِنْ
قَبْلِهِمْ قَرِیْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِہُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝۱۲

یہ سب ل کر بھی تم سے لڑ نہیں سکتے ہاں یہ اور بات ہے کہ قلعہ بند مقامات میں ہوں یا دیواروں کی آڑ میں ہوں ان کی لڑائی تو ان میں آپس ہی بہت کچھ ہے گو تو انہیں متفق سمجھ رہا ہے لیکن ان کے دل دراصل ایک سے ایک جدا ہے اس لئے کہ یہ بے عقل لوگ ہیں ○ ان لوگوں کی طرح جو ان سے کچھ ہی پہلے گذرے ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا وبال چکھ لیا اور جن کے لئے المناک عذاب تیار ہیں ○

اسی مثال کا ایک واقعہ بھی سن لیجئے۔ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا، ساٹھ سال اسے عبادت خدا میں گذر چکے تھے شیطان نے اسے ورغلا تا جا ہا لیکن وہ قابو میں نہ آیا اس نے ایک عورت پر اپنا اثر ڈالا اور یہ ظاہر کیا کہ گویا اسے جنات ستار ہے ہیں، اُدھر اس عورت کے بھائیوں کو یہ دوسرے ڈالا کہ اس کا علاج اسی عابد سے ہو سکتا ہے یہ اس عورت کو اس عابد کے پاس لائے اس نے علاج معالجہ یعنی دم کرنا شروع کیا اور یہ عورت یہیں رہنے لگی ایک دن عابد اس کے پاس ہی تھا جو شیطان نے اس کے خیالات خراب کرنے شروع کئے یہاں تک کہ وہ زنا کر بیٹھا اور وہ عورت حاملہ ہو گئی اب رسوائی کے خوف سے شیطان نے چھٹکارے کی یہ صورت بتلائی کہ اس عورت کو بار ڈال ورنہ راز کھل جائے گا چنانچہ اس نے اسے قتل کر ڈالا اُدھر اس نے جا کر عورت کے بھائیوں کو شک دلوایا وہ دوڑے آئے شیطان راہب کے پاس آیا اور کہا وہ لوگ

آ رہے ہیں اب عزت بھی جائے گی اور جان بھی جائے گی اگر مجھے خوش کر لے اور میرا کہا مان لے تو عزت اور جان دونوں بچ سکتی ہیں اس نے کہا جس طرح تو کہہ میں تیار ہوں۔ شیطان نے کہا مجھے سجدہ کر عابد نے اسے سجدہ کر لیا یہ کہنے لگا تف ہے تجھ پر کم بخت میں تو اب تجھ سے بیزار ہوں میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو رب العالمین ہے (ابن جریر)

كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ
قَالَ اِنِّىْ بَرِيٌّ مِّنْكَ اِنِّىْ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ
فَكَانَ عَاقِبَتُهُمَا اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ
حَزْنُ الظّٰلِمِيْنَ

شیطان کی طرح کہ اس نے انسان سے کہا کفر کر جب وہ کر چکا تو کہنے لگا میں تو تجھ سے بیزار ہوں میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں ○ پس دونوں کا انجام یہ ہوا کہ آتش دوزخ میں ہمیشہ کے لئے گئے گنہگاروں کی ہی سزا ہے ○

ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ ایک عورت بکریاں چرایا کرتی تھی اور ایک راہب کی خانقاہ تلے رات گزارا کرتی تھی اس کے چار بھائی تھے ایک دن شیطان نے راہب کو لگد لگایا اور اس سے زنا کر بیٹھا اسے حمل رہ گیا شیطان نے راہب کے دل میں ڈالی کہ اب بڑی رسوائی ہوگی اس سے بہتر یہ ہے کہ اسے مار ڈال اور کہیں دفن کر دے تیرے نقدر کو دیکھتے ہوئے تیری طرف تو کسی کا خیال بھی نہ جانے گا اور اگر بالفرض پھر بھی کچھ پوچھ گچھ ہو تو جھوٹ موٹ کہہ دینا بھلا کون ہے جو تیری بات کو غلط جانے؟ اس کی سمجھ میں بھی یہ بات آگئی ایک روز رات کے وقت موقع پا کر اس عورت کو جان سے مار ڈالا اور کسی اجازت جگہ زمین میں دبا دیا۔ اب شیطان اس کے چاروں بھائیوں کے پاس پہنچا اور ہر ایک کے خواب میں اسے سارا واقعہ کہہ سنایا اور اس کے دفن کی جگہ بھی بتادی۔ صبح جب یہ جاگے تو ایک نے کہا آج کی رات تو میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے ہمت نہیں پڑتی کہ آپ سے بیان کروں دوسروں نے کہا نہیں کہو تو سہی چنانچہ اس نے اپنا پورا خواب بیان کیا کہ اس طرح فلاں عابد نے اس سے بدکاری کی پھر جب نمل ٹھہر گیا تو اسے قتل کر دیا اور فلاں جگہ اس کی لاش دبا آیا ہے۔ ان تینوں میں سے ہر ایک نے کہا مجھے بھی یہی خواب آیا ہے اب تو انہیں یقین ہو گیا کہ سچا خواب ہے۔ چنانچہ انہوں نے جا کر اطلاع دی اور بادشاہ کے حکم سے اس راہب کو اس خانقاہ سے ساتھ لیا اور اس جگہ پہنچ کر زمین کھود کر اس کی لاش برآمد کی۔ کامل ثبوت کے بعد اب اسے شامی دربار میں لے چلے اس وقت شیطان اس کے سامنے ظاہر ہوتا ہے اور کہتا ہے یہ سب میرے کروت ہیں اب بھی اگر تو مجھے راضی کر لے تو جان بچا دوں گا۔ اس نے کہا جو تو کہہ کہا مجھے سجدہ کر لے اس نے یہ بھی کر دیا پس پورا بے ایمان بنا کر شیطان کہتا ہے میں تو تجھ سے بری ہوں میں تو اللہ تعالیٰ سے جو تمام جہانوں کا رب ہے ڈرتا ہوں چنانچہ بادشاہ نے حکم دیا اور پادری صاحب کو قتل کر دیا گیا۔ مشہور ہے کہ اس پادری کا نام برصصا تھا۔ حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ طاؤسؓ مقابلہ حیان وغیرہ سے یہ قصہ مختلف الفاظ سے کی بیشی کے ساتھ مروی ہے۔ واللہ اعلم۔

اس کے بالکل برعکس جرج عابد کا قصہ ہے کہ ایک بدکار عورت نے اس پر تہمت لگادی کہ اس نے میرے ساتھ زنا کیا ہے اور یہ بچہ جو مجھے ہوا ہے وہ اسی کا ہے۔ چنانچہ لوگوں نے حضرت جرجؓ کے عبادت خانے کو گھیر لیا اور انہیں نہایت بے ادبی سے زد و کوب کرتے ہوئے گالیاں دیتے ہوئے باہر لے آئے اور عبادت خانے کو ڈھا دیا۔ یہ بیچارے گھبرائے ہوئے ہر چند پوچھتے ہیں کہ آخر واقعہ کیا ہے؟ لیکن مجمع

آپ سے باہر ہے آخر کسی نے کہا کہ دشمن خدا اولیاء اللہ کے لباس میں یہ شیطانی حرکت؟ اس عورت سے تو نے بدکاری کی۔ حضرت جبرئیل نے فرمایا اچھا مگر صبر کرو اس بچے کو لاؤ چنانچہ وہ دودھ پیتا چھوٹا سا بچہ لایا گیا۔ حضرت جبرئیل نے اپنی عزت کی بھائی خدا سے دعا کی پھر اس بچے سے پوچھا اے بچے! تیرا باپ کون ہے؟ اس بچے کو اللہ نے اپنے ولی کی عزت بچانے کے لئے اپنی قدرت سے گویائی کی قوت عطا فرمادی اور اس نے اس صاف فصیح زبان میں اونچی آواز سے کہا میرا باپ ایک چرواہا ہے یہ سنتے ہی بنی اسرائیل کے ہوش جاتے رہے یہ اس بزرگ کے سامنے غدر و معذرت کرنے لگے معافی مانگنے لگے انہوں نے کہا بس اب مجھے چھوڑ دو لوگوں نے کہا ہم آپ کی عبادت گاہ سونے کی بنا دیتے ہیں آپ نے فرمایا بس اسے جیسی وہ تھی ویسے ہی رہنے دو۔ پھر فرماتا ہے کہ آخر انجام کفر کے کرنے اور حکم دینے والے کا یہی ہوا کہ دونوں ہمیشہ کے لئے جہنم واصل ہوئے برہنہ ظلم کی سزا پائی لیتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ
لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۵۸﴾ وَلَا
تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ أُولَٰئِكَ
هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿۵۹﴾ لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ
أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿۶۰﴾

مسلمانو! اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور ہر شخص کو غور کرنا چاہئے کہ اس نے کل کے لئے کیا بھیج رکھا ہے؟ اور اللہ سے ڈرو تم جو کچھ کر رہے ہو اس سے یقیناً اللہ تعالیٰ خبردار ہے ○ اور ان لوگوں جیسے نہ ہو جاؤ جنہوں نے اللہ کو فراموش کر دیا پس اللہ نے انہیں خود ان کی جانوں سے غافل کر دیا یہی لوگ فاسق ہیں ○ دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہیں جنت والے ہی کامیاب لوگ ہیں ○

اجتماعی کار خیر کی ایک نوعیت اور انفرادی اعمال خیر: ☆ ☆ (آیت: ۱۸-۲۰) حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم دن چڑھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ کچھ لوگ آئے جو ننگے بدن اور کلمے پیر تھے صرف چادروں یا عباؤں سے بدن چھپائے ہوئے تلواریں گردنوں میں حائل کئے ہوئے تھے اکثر بلکہ کل کے کل قبیلہ مضر میں سے تھے ان کی اس فقر و فاقہ کی حالت نے رسول اللہ ﷺ کے چہرے کی رنگت کو متغیر کر دیا آپ گھر میں گئے پھر باہر آئے پھر حضرت بلالؓ کو اذان کہنے کا حکم دیا اذان ہوئی پھر اقامت ہوئی آپ نے نماز پڑھائی پھر خطبہ شروع کیا اور آیت یَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّ الَّذِي خَلَقَكُمْ تلاوت کی پھر سورہ حشر کی آیت وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ بِرُءُوسِ آلِهَا لَوْمَاتٍ دینے کی رغبت دلائی جس پر لوگوں نے صدقہ دینا شروع کیا بہت سے درہم دینا رکھنے کے لئے کھجوریں وغیرہ آگئیں آپ برابر تقریر کے جاتے تھے یہاں تک کہ فرمایا اگر آدمی کھجور بھی دے سکتے ہو تو لے آؤ۔ ایک انصاری ایک قبیلہ نقدی کی بھری ہوئی بہت دینی جیسے بمشکل اٹھا سکتے تھے لے آئے پھر تو لوگوں نے تاہم توڑ جو پایا لانا شروع کر دیا یہاں تک کہ ہر چیز کے ڈھیر لگ گئے اور حضورؐ کا اداس چہرہ بہت کھل گیا اور مثل سونے کے چمکنے لگا اور آپ نے فرمایا جو بھی کسی اسلامی کار خیر کو شروع کرے اسے اپنا بھی اور اس کے بعد جو بھی اس کام کو کرے سب کا بدلہ ملتا ہے لیکن بعد والوں کے اجر گنت کر نہیں اسی طرح جو اسلام میں کسی برے اور خلاف شرع طریقے کو جاری کرے اس پر اس کا اپنا گناہ بھی ہوتا ہے اور پھر جتنے لوگ اس پر کار بند ہوں سب کو جتنا گناہ ملے گا اتنا ہی اسے بھی ملتا ہے مگر ان کے گناہ

گئے نہیں (مسلم)۔

آیت میں پہلے حکم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے بچاؤ کی صورت پیدا کرو یعنی اس کے احکام بجالا کر اور اس کی نافرمانیوں سے بچ کر پھر فرمان ہے کہ وقت سے پہلے اپنا حساب آپ لیا کر دیکھتے رہو کہ قیامت کے دن جب خدا کے سامنے پیش ہو گے تب کام آنے والے نیک اعمال کا کتنا کچھ ذخیرہ تمہارے پاس ہے۔ پھر تاکید اور شاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو اور جان رکھو کہ تمہارے تمام اعمال و احوال سے اللہ تعالیٰ پورا باخبر ہے نہ کوئی چھوٹا کام اس سے پوشیدہ نہ بڑا چھپا نہ کھلا۔ پھر فرمان ہے کہ اللہ کے ذکر کو نہ بھولو ورنہ وہ تمہیں نیک اعمال جو آخرت میں نفع دینے والے ہیں بھلا دے گا اس لئے کہ ہر عمل کا بدلہ اسی کے حص سے ہوتا ہے اسی لئے فرمایا کہ یہی لوگ فاسق ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل جانے والے اور قیامت کے دن نقصان پہنچانے والے اور ہلاکت میں پڑنے والے یہی لوگ ہیں۔ جیسے اور جگہ ارشاد ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَلْهَوْا عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ”مسلمانو! تمہیں تمہارے مال و اولاد یا دُعا سے غافل نہ کریں جو ایسا کریں وہ سخت زیاں کار ہیں۔

طبرانی میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک خطبہ کا مختصر ماحصہ یہ منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ صبح شام تم اپنے مقررہ وقت کی طرف بڑھ رہے ہو یہیں تمہیں چاہئے کہ اپنی زندگی کے اوقات اللہ عزوجل کی فرمانبرداری میں گزار دو اور اس مقصد کو بجز اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے کوئی شخص صرف اپنی طاقت و قوت سے حاصل نہیں کر سکتا جن لوگوں نے اپنی عمر اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے سوا اور کاموں میں کھائی ان جیسے تم نہ ہونا اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان جیسے بننے سے منع فرمایا ہے۔ لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ خيال کرو کہ تمہاری جان پچان کے تمہارے بھائی آج کہاں ہیں؟ انہوں نے اپنے گزشتہ ایام میں جو اعمال کئے تھے ان کا بدلہ لینے یا ان کی سزا بخشنے کے لئے وہ دربار خدا میں جانچنے یا تو انہوں نے سعادت اور خوش نصیبی پائی یا ندامت اور شقاوت حاصل کر لی کہاں ہیں؟ وہ سرکش لوگ جنہوں نے بارونق شہر بسائے اور ان کے مضبوط قلعے کھڑے کئے آج وہ قبروں کے گڑھوں میں پتھروں تلے دبے پڑے ہیں۔ یہ ہے کتاب اللہ قرآن کریم تم اس نور سے روشنی حاصل کرو جو تمہیں قیامت کے دن کی اندھیروں میں کام آئے گا اس کی خوبی بیان سے عبرت حاصل کرو اور بن سنور جاؤ۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریاؑ اور ان کے اہل بیت کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ الخ یعنی وہ نیک کاموں میں سبقت کرتے تھے اور بڑی لالچ اور سخت خوف کے ساتھ ہم سے دعائیں کیا کرتے تھے اور ہمارے سامنے جھکے جاتے تھے سنو وہ بات بھلائی سے خالی ہے جس سے اللہ کی رضامندی مقصود نہ ہو وہ مال خیر و برکت والا نہیں جو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جاتا ہو وہ شخص نیک بختی سے دور ہے جس کی جہالت بردباری پر غالب ہو اس طرح وہ شخص بھی نیکی سے خالی ہاتھ ہے جو اللہ کے احکام کی تعمیل میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف کھائے۔ اس کی اسناد بہت عمدہ ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں گو اس کے ایک راوی نعیم بن محمد ثقاہت یا عدم ثقاہت سے معروف نہیں لیکن امام ابو داؤد جہتانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فیصلہ کافی ہے کہ جریر بن عثمان کے تمام استاد ثقہ ہیں اور یہ بھی آپ ہی کے اساتذہ میں سے ہیں اور اس خطبہ کے اور شواہد بھی مروی ہیں واللہ اعلم۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ جہنمی اور حقیقی اللہ تعالیٰ کے نزدیک یکساں نہیں۔ جیسے فرمان ہے أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَحْنَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ الخ یعنی کیا بدکاروں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم انہیں باایمان نیک کار لوگوں کے مثل کر دیں گے ان کا جینا اور مرنا یکساں ہے ان کا یہ دعویٰ بالکل غلط اور برا ہے۔ ایک اور جگہ ہے وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ اِنَّهٗ

دیکھتا ایماندار صالح اور بدکار برا بر نہیں۔ تم بہت ہی کم نصیحت حاصل کر رہے ہو۔ ایک اور فرمان ہے اَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا كَيْسًا مِمَّنْ لَا يَلْعَنُ اَعْمَالُكُمْ اَلَّذِينَ كَانُوا يَفْسُدُوْنَ بِاَعْمَالِهِمْ لَا يَمُرُّ بَصَرُهُمْ اَلَّذِينَ كَانُوا يَفْسُدُوْنَ بِاَعْمَالِهِمْ لِيَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ لَا يَدْخُلُونَهَا إِلَّا مَنْ أَغْنَى اللَّهُ عَنْهُ خَيْرًا كَثِيرًا وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَلِمًا وَلَهُمْ فِيهَا زَوْجٌ بَرٌّ كَثِيرٌ خَالِدِينَ فِيهَا أُولَٰئِكَ مَرَّةً كَثِيرًا مِمَّنْ هُمْ يَلْعَنُونَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ فِيهَا عَذَابٌ عَظِيمٌ

لَوْ اَنْزَلْنَاهُ هَذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْنَاَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا
مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ
يَتَفَكَّرُونَ ۝ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عِلْمُ الْغَيْبِ وَ
الشَّهَادَةِ ۝ هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ

اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارتے تو تو دیکھتا کہ خوف الہی سے وہ پست ہو کر کلوے کلوے ہو جاتا ہم ان مثالوں کو لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور و فکر کریں ۝ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں سچے کلمے کا جاننے والا بخشنے والا رحم کرنے والا ۝

بلند و عظیم مرتبہ قرآن مجید: ☆☆ (آیت: ۲۱-۲۲) قرآن کریم کی بزرگی بیان ہو رہی ہے کئی الواقع یہ پاک کتاب اس قدر بلند مرتبہ ہے کہ دل اس کے سامنے جھک جائیں رو جگتے کھڑے ہو جائیں کلیجے کپکپائیں اس کے سچے وعدے اور اس کی حقیقی ڈانٹ ڈپٹ ہر سننے والے کو بید کی طرح تھرا دے اور دربار خدا میں سر بیجو و گرا دے اگر یہ قرآن جناب باری کی سخت بلند اور اونچے پہاڑ پر بھی نازل فرماتا اور اسے غور و فکر کی اور فہم و فراست کی حس بھی دیتا تو وہ بھی اللہ کے خوف سے ریزہ ریزہ ہو جاتا پھر انسانوں کے دلوں پر جو نہتا بہت نرم اور چھونے میں جنہیں پوری سمجھ بوجھ ہے اس کا بہت بڑا اثر پڑنا چاہئے۔ ان مثالوں کو لوگوں کے سامنے ان کے غور و فکر کے لئے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادیا۔ مطلب یہ ہے کہ انسانوں کو بھی ڈر اور عاجزی چاہئے۔ متواتر حدیث میں ہے کہ منبر تیار ہونے سے پہلے رسول اللہ ﷺ ایک کھجور کے تنے پر ٹیک لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے جب منبر بن گیا پھر کھجور اس پر خطبہ پڑھنے کو کھڑے ہوئے اور وہ تادور ہو گیا تو اس میں سے رونے کی آواز آنے لگی اور اس طرح سسکیاں لے لے کر وہ رونے لگا جیسے کوئی بچہ بلک بلک کر روتا ہو اور اسے چپ کرایا جا رہا ہو کیونکہ اسے اس ذکر وحی کے سننے سے کچھ دوری ہو گئی۔

امام یسعیٰ اس حدیث کو بیان کر کے فرماتے تھے کہ لوگو! ایک کھجور کا تناسا قدر اللہ کے رسول کا شائق ہو تو تمہیں چاہئے کہ اس سے بہت زیادہ شوق اور چاہت تم رکھو۔ اسی طرح کی یہ آیت ہے کہ جب ایک پہاڑ کا یہ حال ہو تو تمہیں چاہئے کہ تم تو اس حالت میں اس سے آگے رہو۔ دوسری جگہ فرمان خدا ہے وَلَوْ اَنْ قُرْآنًا سُبِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَلْحٰی، یعنی اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا کہ اس کے باعث پہاڑ چلا دیئے جائیں یا زمین کاٹ دی جائے یا مردے بول پڑیں (تو اس کے قابل یہی قرآن تھا) (مگر پھر بھی ان کفار کو تو ایمان نصیب نہ ہوتا)۔ ایک اور جگہ فرمان عالی شان ہے وَاِنْ مِنْ الْجَهَنَّمَ لَمَّا يَنْفَجَرُ مِنْهُ الْاَنْهَارُ اَلْحٰی، یعنی بعض پتھر ایسے ہیں جن میں سے نہریں بہ نکلتی ہیں بعض وہ ہیں کہ پھٹ جاتے ہیں اور ان میں سے پانی نکلتا ہے بعض اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کے سوانہ تو کوئی پالنے اور پرورش کرنے والا ہے نہ اس کے سوا کسی کی ایسی نشانیاں ہیں کہ اس کی کسی قسم کی عبادت کوئی کرے اس کے سوا جن جن

کی لوگ پرستش اور پوجا کرتے ہیں وہ سب باطل ہیں۔ وہ تمام کائنات کا علم رکھنے والا ہے جو چیزیں ہم پر ظاہر ہیں اور جو چیزیں ہم سے پوشیدہ ہیں سب اس پر عیاں ہیں خواہ آسمان میں ہوں خواہ زمین میں ہوں خواہ چھوٹی ہوں خواہ بڑی ہوں یہاں تک کہ اندھیریوں کے ذرے بھی اس پر ظاہر ہیں۔ وہ اتنی بڑی وسیع رحمت والا ہے کہ اس کی رحمت تمام مخلوق پر شامل ہے وہ دنیا اور آخرت میں رحمان بھی ہے اور رحیم بھی ہے۔ ہماری تفسیر کے شروع میں ان دونوں ناموں کی پوری تفسیر گزر چکی ہے۔ قرآن کریم میں اور جگہ ہے وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ میری رحمت نے تمام چیزوں کو گھیر لیا ہے۔ ایک اور جگہ فرمان ہے كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْمَقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لِيُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ هَٰؤُلَاءِ هُمُ الْمُفْسِدُونَ اور فرما ہے قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَاكَ فَلْيَغْرُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کے ساتھ ہی خوش ہونا چاہئے تمہاری جمع کردہ چیز سے بہتر یہی ہے۔

هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ أَلَمْ يَكُنْ الْقُدُّوسُ
السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ
سُبْحَنَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ
الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمُوتِ
وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں بادشاہ نہایت پاک سب عیبوں سے صاف امن دینے والا نگہبان غالب خود بخود بڑی پاک ہے اللہ ان چیزوں سے جنہیں یہ اس کا شریک بناتے ہیں ○ وہی اللہ ہے پیدا کرنے والا بنانے والا صورت کھینچنے والا اسی کے لئے ہیں نہایت اچھے اچھے نام ہر چیز خواہ وہ آسمانوں میں ہو خواہ زمین میں ہو اس کی پاک بیان کرتی ہے اور وہی غالب ہے حکمت والا ○

اللہ تعالیٰ کی صفات : ☆ ☆ (آیت: ۲۳-۲۴) اس مالک رب معبود کے سوا اور کوئی ان اوصاف والا نہیں تمام چیزوں کا تہا وہی مالک و مختار ہے ہر چیز کا بے ہر بھیر کرنے والا سب پر قبضہ اور تصرف رکھنے والا بھی وہی ہے۔ کوئی نہیں جو اس کی محازت یا مدافعت کر سکے یا اسے ممانعت کر سکے وہ قدوس ہے یعنی ظاہر ہے مبارک ہے ذاتی اور صفاتی نقصانات سے پاک ہے تمام بلند مرتبہ فرشتے اور سب کی سب اعلیٰ مخلوق اس کی تسبیح و تقدیس میں علی اللہ و اللہ اللہ اللہ مشغول ہے۔ کل عیبوں اور نقصانوں سے مبرا اور منزہ ہے اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں اپنے افعال میں بھی اس کی ذات ہر طرح کے نقصان سے پاک ہے وہ ممکن ہے یعنی تمام مخلوق کو اس نے اس بات سے بے خوف رکھا ہے کہ ان پر کسی طرح کا کسی وقت اپنی طرف سے ظلم ہو اس نے یہ فرما کر کہ وہ حق ہے سب کو امن دے رکھا ہے۔ اپنے ایماندار بندوں کے ایمان کی تصدیق کرتا ہے۔ وہ ہمیں ہے یعنی اپنی تمام مخلوق کے اعمال کا ہر وقت یکساں طور شاہد ہے اور نگہبان ہے جیسے فرمان ہے وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ”اللہ تعالیٰ ہر چیز پر شاہد ہے۔“

اور فرمان ہے ثُمَّ اللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ ”اللہ تعالیٰ ان کے تمام افعال پر گواہ ہے۔“ اور جگہ فرمایا اَمَّا مَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ اِنَّهُ مُطَّلِعٌ جو کچھ کر رہا ہے اسے اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے وہ عزیز ہے ہر چیز اس کے تابع فرمان ہے۔ کل مخلوق پر وہ غالب ہے پس اس کی عزت عظمت جبروت کبریائی کی وجہ سے اس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ وہ جبار اور منکبر

ہے جبریت اور کبر صرف اسی کی شایان شان ہے۔ صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عظمت میرا تہ ہے اور کبریائی میری چادر ہے جو مجھ سے ان دونوں میں سے کسی کو چھیننا چاہے گا میں اسے عذاب کروں گا اپنی مخلوق کو جس چیز پر چاہے وہ رکھ سکتا ہے کل کاموں کی اصلاح اسی کے ہاتھ ہے وہ ہر برائی سے نفرت اور دوری رکھنے والا ہے۔ جو لوگ اپنی کم کجی کی وجہ سے دوسروں کو اس کا شریک ٹھہرا رہے ہیں وہ ان سب سے بیزار ہے اس کی خدائی شرکت سے مبرا ہے۔ اللہ تعالیٰ خالق ہے یعنی مقدر مقرر کرنے والا پھر باری ہے یعنی اسے جاری اور ظاہر کرنے والا کوئی ایسا نہیں ہے جو تقدیر اور تعذیب دونوں پر قادر ہو جو چاہے اندازہ مقرر کرے اور پھر اسی کے مطابق اسے چلائے بھی کبھی بھی اس میں فرق نہ آنے دے بہت سے ترتیب دینے والے اور اندازہ کرنے والے ہیں جو پھر اسے جاری کرنے اور اسی کے مطابق برابر جاری رکھنے پر قادر نہیں تقدیر کے ساتھ ایجاد اور تعذیب پر بھی قدرت رکھنے والی اللہ کی ہی ذات ہے۔ پس خلق سے مراد تقدیر اور برے مراد تعذیب ہے عرب میں یہ الفاظ ان معنوں میں برابر بطور مثال کے بھی مروج ہیں اسی کی شان ہے کہ جس چیز کو جب جس طرح کرنا چاہے کہہ دیتا ہے کہ ہو جاوہ اسی طرح اسی صورت میں ہو جاتی ہے۔ جیسے فرمان ہے فَبِئْسَ صُورَةٌ مَا شَاءَ رَجَبُكَ جس صورت میں اس نے چاہا تجھے ترکیب دی“ اسی کے یہاں فرماتا ہے وہ مصور بھی ہے یعنی جس کی ایجاد جس طرح کی چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔ پیارے پیارے بہترین اور بزرگ تر ناموں والا وہی ہے سورہ اعراف میں اس جملہ کی تفسیر گزرتا چلے ہے نیز وہ حدیث بھی بیان ہو چکی ہے جو بخاری مسلم میں یہ روایت حضرت ابو ہریرہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نانوے یعنی ایک کم ایک سو نام ہیں جو انہیں شمار کر لے یا رکھ لے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ وہ وتر ہے یعنی واحد ہے اور اکائی کو دو دست رکھتا ہے تہذیب میں ان ناموں کی صراحت بھی آئی ہے جو نام یہ ہیں۔ اللہ کہ نہیں کوئی معبود مگر وہی رحمن رحیم ملک قدوس سلام مومن مہيمن عزیز جبار متکبر خالق باری مصور غفار قہار وہاب رزاق فتاح علیم قابض باسط حافض رافع معز مذلل سمیع بصیر حکم عدل لطیف خبیر حلیم عظیم غفور شکور علی کبیر حفیظ مقیت حسیب جلیل کریم رقیب محیب واسع حکیم ودود مجید باعث شہید حق وکیل قوی متین ولی حمید محصى مبدی معید محی ممیت حی قیوم واجد ماجد واحد صمد قادر مقتدر مقدم موخر اول آخر ظاہر باطن والی متعال بر تواب منتقم عفو رؤف مالک الملک ذوالجلال والاكرام مقسط جامع غنی معطی مانع ضار نافع نور ہادی بدیع باقی وارث رشید صبور۔ ان نامہ میں بھی یہ حدیث ہے اور اس میں کچھ تقدیم تاخیر کی زیادتی بھی ہے۔ الغرض ان تمام حدیثوں وغیرہ کا بیان پوری طرح سورہ اعراف میں گزر چکا ہے اس لئے یہاں صرف اتنا لکھ دینا کافی ہے باقی سب کو دوبارہ وارد کرنے کی ضرورت نہیں۔ آسمان وزمین کی کل چیزیں اس کی تسبیح بیان کرتی ہیں۔ جیسے اور جگہ فرمان ہے تَسْبِيحُ لَهُ السَّمَوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا اس کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں ساتوں آسمان اور زمینیں اور ان میں جو مخلوق ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی تسبیح حمد کے ساتھ بیان نہ کرتی ہو لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے بے شک وہ بردبار اور بخشش کرنے والا ہے وہ عزیز ہے اس کی حکمت والی سرکار اپنے احکام اور تقدیر کے تقدیر میں ایسی نہیں کہ کسی طرح کی کمی نکالی جائے یا کوئی اعتراض قائم کیا جاسکے۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے جو شخص صبح کو تین مرتبہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِیْمِ پڑھ کر سورہ حشر

کے آخر کی (ان) تین آیتوں کو پڑھ لے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ستر ہزار فرشتے مقرر کرتا ہے جو شام تک اس پر رحمت بھیجتے ہیں اور اگر اسی دن اس کا انتقال ہو جائے تو شہادت کا مرتبہ پا تا ہے اور جو شخص ان کی تلاوت شام کے وقت کرے وہ بھی اسی حکم میں ہے۔ ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے غریب بتلاتے ہیں۔ الحمد للہ سورہ شہد کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ الممتحنہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ
تُلْفُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمُودَةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ
يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِنْ
كُنْتُمْ حَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي تُسْرِفُونَ
إِلَيْهِمْ بِالْمُودَةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ وَمَنْ
يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝ إِنْ يَتَّقُوا اللَّهَ يَكُونُوا
لَكُمْ أَعْدَاءً وَيَنْبَغُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتُهُمْ بِالسَّوْءِ
وَوُدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ ۝ لَنْ تَنْفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝

شروع ہے اللہ نہایت مہربان رحم والے کے نام سے ○

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو امیر سے اور خود اپنے دشمنوں کو اپنا دوست نہ سمجھو تم تو جنت کی بنیاد ڈالنے کے لئے ان کی طرف پیغام بھیجتے ہو اور وہ اس حق کے ساتھ جو تمہارے پاس آچکا ہے کفر کرتے ہیں پیغمبر کو اور خود تمہیں بھی محض اس وجہ سے جلا وطن کرتے ہیں کہ تم اپنے پروردگار اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو اگر تم میری راہ کے جہاد میں اور میری رضا مندی کی طلب میں نکلتے ہو (تو ان سے دوستیاں نہ کرو) تم ان کے پاس محبت کا پیغام پوشیدہ پوشیدہ بھیجتے ہو مجھے خوب یہ معلوم ہے جو تم نے چھپایا اور وہ بھی جو تم نے ظاہر کیا تم میں سے جو بھی اس کام کو کرے گا وہ یقیناً راہ راست سے ہلک جائے گا ○ اگر انہیں تم پر کوئی دوسرے کا موقع مل جائے تو وہ تمہارے کٹے دغبن ہو جائیں اور برائی کے ساتھ تم پر دست درازی اور زبان درازی کرنے لگیں اور دل سے چاہئے لگیں کہ تم بھی کفر کرنے لگ جاؤ ○ تمہاری قراءتیں رشتہ داریاں اور اولادیں تمہیں قیامت کے دن کچھ کام نہ آئیں گی اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان فیصلہ کر دے گا اور جو کچھ تم کر رہے ہو اسے اللہ تعالیٰ خوب دیکھ رہا ہے ○

حاطب رضی اللہ عنہ کا قصہ ☆ ☆ (آیت ۳-۱) حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اس سورت کی شروع کی آیتیں نازل ہوئی ہیں واقعہ یہ ہوا کہ حضرت حاطب مہاجرین میں سے تھے بدر کی لڑائی میں بھی آپ نے مسلمانوں کے لشکر میں شرکت کی تھی وہاں کے بال بچے اور مال دولت مکہ میں ہی تھا اور یہ خود قریش سے نہ تھے صرف حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلیف تھے اس وجہ سے مکہ

میں انہیں امن حاصل تھا اب یہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ شریف میں تھے یہاں تک کہ جب اہل مکہ نے عہد توڑ دیا اور رسول اللہ ﷺ نے ان پر چڑھائی کرنی چاہی تو آپ کی خواہش یہ تھی کہ انہیں اچانک دیوبج لیں تاکہ خونریزی نہ ہوئے پائے اور مکہ شریف پر قبضہ ہو جائے اسی لئے آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کی کہ باری تعالیٰ ہماری تیاری کی خبریں ہمارے پہنچنے تک اہل مکہ کو نہ پہنچیں ادھر آپ نے مسلمانوں کو تیاری کا حکم دیا۔ حضرت حاطبؓ نے اس موقع پر ایک خط اہل مکہ کے نام لکھا اور ایک قریشی عورت کے ہاتھ اسے چلتا کیا جس میں رسول اللہ ﷺ کے اس ارادے اور مسلمانوں کی لشکر کشی کی خبر درج تھی آپ کا ارادہ اس سے صرف یہ تھا کہ میرا کوئی احسان قریش پر رہ جائے جس کے باعث میرے بال بچے اور مال دولت محفوظ رہیں چونکہ حضورؐ کی دعا قبول ہو چکی تھی، نامکن تھا کہ قریشیوں کو کسی ذریعہ سے بھی اس ارادے کا علم ہو جائے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس پوشیدہ راز سے مطلع فرما دیا اور آپ نے اس عورت کے پیچھے اپنے سوار بھیجے راستہ میں اسے روکا گیا اور خط اس سے حاصل کر لیا گیا۔ یہ مفصل واقعہ صحیح حدیثوں میں پوری طرح آچکا ہے۔

مسند احمد میں ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے بلوا کر فرمایا تم یہاں سے فوراً کوچ کرو روضہ خاخ میں جب تم پہنچو گے تو تمہیں ایک سانڈنی سوار عورت ملے گی جس کے پاس ایک خط ہے تم اسے قبضہ میں کر کے یہاں لے آؤ۔ ہم تینوں گھوڑوں پر سوار ہو کر بہت تیز رفتاری سے روانہ ہو گئے روضہ خاخ میں جب پہنچے تو واقعی ایسا واقعہ ہمیں ایک سانڈنی سوار عورت دکھائی دی۔ ہم نے اس سے کہا کہ جو خط تیرے پاس ہے وہ ہمارے حوالے کر اس نے صاف انکار کر دیا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہے ہم نے کہا غلط کہتی ہے تیرے پاس خط یقیناً ہے اگر تو راضی خوشی نہ دے گی تو ہم جامہ تلاشی کر کے جبراً وہ خط تجھ سے چھینیں گے۔ اب تو وہ عورت سٹ پٹائی اور آخراں نے اپنی چٹیا کھول کر اس میں سے وہ پرچہ نکال کر ہمارے حوالے کیا۔ ہم اسی وقت وہاں سے واپس روانہ ہوئے اور حضور ﷺ کی خدمت میں اسے پیش کر دیا پڑھنے پر معلوم ہوا کہ حضرت حاطب نے اسے لکھا ہے اور یہاں کی خبر رسائی کی ہے حضورؐ کے ارادوں سے کفار مکہ کو آگاہ کیا ہے آپ نے کہا حاطب یہ کیا حرکت ہے؟ حضرت حاطبؓ نے فرمایا رسول اللہ! جلدی نہ کیجئے میری بھی سن لیجئے میں قریشیوں میں ملا ہوا تھا خود قریشیوں میں سے تھا پھر آپ پر ایمان لا کر آپ کے ساتھ ہجرت کی جتنے اور مہاجرین ہیں ان سب کے قربت دار مکہ میں موجود ہیں جو ان کے بال بچے وغیرہ مکہ میں رہ گئے ہیں وہ ان کی حمایت کرتے ہیں لیکن میرا کوئی رشتہ دار نہیں جو میرے بچوں کی حفاظت کرے اس لئے میں نے چاہا کہ آؤ قریشیوں کے ساتھ کوئی سلوک و احسان کرو جس سے میرے بچوں کی حفاظت وہ کریں اور جس طرح اوروں کے نسب کی وجہ سے ان کا اعلق ہے میرے احسان کی وجہ سے میرا اعلق ہو جائے۔ یا رسول اللہ میں نے کوئی کفر نہیں کیا نہ اپنے دین سے مرتد ہوا ہوں نہ اسلام کے بعد کفر سے راضی ہوا ہوں بس اس خط کی وجہ سے صرف اپنے بچوں کی حفاظت کا حیلہ تھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا لوگو تم سے جو واقعہ حاطب بیان کرتے ہیں وہ بالکل حرف بہ حرف سچا ہے کہ اپنے نفع کی خاطر ایک غلطی کر بیٹھے ہیں نہ کہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانا یا کفار کی مدد کرنا ان کے پیش نظر ہو۔ حضرت فاروق اعظمؓ اس موقع پر موجود تھے اور یہ واقعات آپ کے سامنے ہوئے آپ کو بہت غصہ آیا اور فرمانے لگے یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ آپ نے فرمایا تمہیں کیا معلوم نہیں کہ یہ بدری صحابی ہیں اور بدر والوں پر خدا نے تعالیٰ نے جہانکا اور فرمایا جو چاہو عمل کرو میں نے تمہیں بخش دیا؟ یہ روایت اور بھی بہت سی حدیث کی کتابوں میں ہے۔

صحیح بخاری شریف کتاب المغازی میں اتنا اور بھی ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت اتاری اور کتاب التفسیر میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا اسی بارے میں آیت یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّخِذُوا لَكُمْ ذِكْرًا لیکن راوی کو شک ہے کہ آیت کے اترنے کا بیان حضرت عمرؓ کا ہے یا

حدیث میں ہے۔ امام علی بن عبد اللہ مدینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت سفیانؒ سے پوچھا گیا کہ یہ آیت اسی میں اترتی ہے؟ تو سفیان نے فرمایا یہ لوگوں کی بات میں ہے میں نے اسے عمروؓ سے حفظ کیا ہے اور ایک حرف بھی نہیں چھوڑا اور میرا خیال ہے کہ میرے سوا کسی اور نے اسے حفظ بھی نہیں رکھا۔ بخاری مسلم کی ایک روایت میں حضرت مقدادؓ کے نام کے بدلے حضرت ابو مرثدہ کا نام ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے یہ بھی بتلادیا تھا کہ اس عورت کے پاس حضرت حاطب کا خط ہے اس عورت کی سواری کو بٹھا کر اس کے انکار پر ہر چند ٹٹولتے ہیں لیکن کوئی پرچہ ہاتھ نہیں لگتا آخر جب ہم عاجز آ گئے اور کہیں سے پرچہ نہ ملا تو ہم نے اس عورت سے کہا کہ اس میں تو مطلق شک نہیں کہ تیرے پاس پرچہ ہے گویا میں نہیں ملتا لیکن تیرے پاس ہے ضرور یہ ناممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بات غلط ہو اب اگر تو نہیں دیتی تو ہم تیرے کپڑے اتار کر ٹٹولیں گے جب اس نے دیکھ لیا کہ انہیں پختہ یقین ہے اور یہ بے لئے نہ ملیں گے تو اس نے اپنا سر کھول کر اپنے بالوں میں سے پرچہ نکال کر ہمیں دے دیا۔ ہم اسے لے کر واپس خدمت نبویؐ میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے یہ واقعہ دیکھ کر فرمایا اس نے اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی اور مسلمانوں کی خیانت کی مجھے اس کی گردن مارنے کی اجازت دیجئے۔ حضورؐ نے حضرت حاطبؓ سے دریافت کیا اور انہوں نے جواب دیا جو اوپر گزر چکا۔ آپ نے سب سے فرمادیا کہ انہیں کچھ نہ کہو اور حضرت عمرؓ سے بھی وہ فرمایا جو پہلے بیان ہوا کہ بدری صحابہ میں سے ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے جنت واجب کر دی ہے۔ جسے کہ حضرت عمرؓ رو دیئے اور فرمانے لگے اللہ کو اور اس کے رسولؐ کو یہی کمال علم ہے۔ یہ حدیث ان الفاظ سے صحیح بخاری کتاب المغازی میں غزوہ بدر کے ذکر میں ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضورؐ نے اپنے مکہ جانے کا ارادہ اپنے چند ہم راز صحابہ کبار کے سامنے تو ظاہر کیا تھا جن میں حضرت حاطبؓ بھی تھے باقی عام طور پر مشہور تھا کہ خیبر جارہے ہیں۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ جب ہم خط کو سارے سامان میں ٹٹول چکے اور نہ ملا تو حضرت ابو مرثدہؓ نے کہا شاید اس کے پاس کوئی پرچہ ہے ہی نہیں اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا ناممکن ہے نہ رسول اللہ ﷺ جھوٹ بول سکتے ہیں نہ ہم نے جھوٹ کہا جب ہم نے اسے دھمکایا تو اس نے ہم سے کہا تمہیں اللہ کا خوف نہیں؟ کیا تم مسلمان نہیں؟ ایک روایت میں ہے کہ اس نے پرچہ اپنے جسم میں سے نکالا۔ حضرت عمرؓ کے فرمان میں یہ بھی ہے کہ آپؐ نے فرمایا یہ بدر میں موجود تو ضرور تھے لیکن عہد شکنی کی اور دشمنوں میں ہماری خبر رسانی کی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ یہ عورت قبیلہ مزینہ کی عورت تھی بعض کہتے ہیں اس کا نام سارہ تھا اولاد عبد المطلب کی آزاد کردہ لونڈی تھی۔ حضرت حاطبؓ نے اسے کچھ دینا کیا تھا اور اس نے اپنے بالوں تلے کاغذ رکھ کر اوپر سے سر گوندھ لیا تھا آپؐ نے اپنے گھوڑے سواروں سے فرمادیا تھا کہ اس کے پاس حاطب کا دیا ہوا اس مضمون کا خط ہے آسمان سے اس کی خبر حضورؐ کے پاس آئی تھی۔ بنو ابواحمد کے حلیفہ میں یہ عورت پکڑی گئی تھی اس عورت نے ان سے کہا تھا کہ تم منہ پھیر لو میں نکال دیتی ہوں۔ انہوں نے منہ پھیر لیا پھر اس نے نکال کر حوالے کیا۔ اس روایت میں حضرت حاطبؓ کے جواب میں یہ بھی ہے کہ اللہ کی قسم میں اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر ایمان رکھتا ہوں کوئی تغیر تبدیل میرے ایمان کا نہیں ہوا اور اسی بارے میں اس سورت کی آیتیں حضرت ابراہیمؑ کے قصہ کے ختم تک اتریں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اس عورت کو اس کی اجرت کے دس درہم حضرت حاطبؓ نے دیئے تھے اور حضورؐ نے اس خط کے حاصل کرنے کے لئے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کو بھیجا تھا اور جحفہ میں یہ ملی تھی۔ مطلب آیتوں کا یہ ہے کہ اے مسلمانو! مشرکین اور کفار کو جو اللہ اور اس کے رسولؐ اور مومن بندوں سے لڑنے والے ہیں جن کے دل تمہاری عداوت سے پر ہیں تمہیں ہرگز لانا نہیں کہ ان سے دوستی اور محبت میل ملاپ اور اپنائیت رکھو تمہیں اس کے خلاف حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاءَ الْبَعْضُ

انہی میں سے شمار ہوگا۔ اس میں کس قدر ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ ممانعت فرمائی ہے۔ ایک اور جگہ ہے یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُؤًا وَتَعِبًا خَالًا ”مسلمانو! ان اہل کتاب اور کفار سے دوستیاں نہ کرو جو تمہارے دین کا مذاق اڑاتے ہیں اور اسے کھیل کود سمجھ رہے ہیں اگر تم میں ایمان ہے تو ذات باری سے ڈرو۔“ اور جگہ ارشاد ہے مسلمانو! مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں سے دوستیاں نہ کرو کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا کھلا الزام ثابت کرلو۔ اور جگہ فرمایا مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنوں کے علاوہ کافروں سے دوستی نہ کریں جو ایسا کرے گا وہ خدا کی طرف سے کسی چیز میں نہیں ہاں بطور دفع الوقتی اور بچاؤ کے ہو تو اور بات ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے آپ سے ڈرا رہا ہے۔ اسی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت حاطب کا عذر قبول فرمایا کہ اپنے مال و اولاد کے بچاؤ کی خاطر یہ کام ان سے ہو گیا تھا۔

مسند احمد میں ہے کہ ہمارے سامنے رسول اللہ ﷺ نے کئی مثالیں بیان فرمائیں ایک اور تین اور پانچ اور سات اور نو اور گیارہ پھر ان میں سے یہ تفصیل صرف ایک ہی بیان کی باقی سب چھوڑ دیں فرمایا ایک ضعیف مسکین تو قمی جس پر زور اور ظالم قوم چڑھائی کر کے آگئی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کمزوروں کی مدد کی اور انہیں اپنے دشمن پر غالب کر دیا غالب آ کر ان میں رحمت سا گئی اور انہوں نے ان پر مظالم شروع کر دیئے جس پر اللہ تعالیٰ ان سے ہمیشہ کے لئے ناراض ہو گیا۔ پھر مسلمانوں کو ہوشیار کرتا ہے کہ تم ان دشمنان دین سے کیوں مودت و محبت رکھتے ہو؟ حالانکہ یہ تم سے بدسلوکی کرنے میں کسی موقع پر کمی نہیں کرتے کیا یہ تازہ واقعات بھی تمہارے ذہن سے ہٹ گیا کہ انہوں نے تمہیں بلکہ خود رسول اللہ ﷺ کو بھی جبراً وطن سے نکال باہر کیا اور اس کی کوئی اور وجہ نہ تھی بجز اس کے کہ تمہاری توحید اور فرمانبرداری رسول ان پر گراں گذرتی تھی۔ جیسے اور جگہ ہے وَمَا تَفْعَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ یعنی ”مومنوں سے صرف اس بنا پر خصامت اور دشمنی ہے کہ وہ اللہ برتر بزرگ پر ایمان رکھتے ہیں۔“ اسی طرح اور جگہ ہے یہ لوگ محض اس وجہ سے ناحق جلا وطن کئے گئے کہ وہ کہتے تھے ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر فرماتا ہے اگر حج تمتع میری راہ کے جہاد کو نکلے ہو اور میری رضا مندی کے طالب ہو تو ہرگز ان کفار سے جو تمہارے اور میرے دشمن ہیں میرے دین کو اور تمہارے جان و مال کو نقصان پہنچا رہے ہیں دوستیاں نہ پیدا کرو بھلا کس قدر غلطی ہے کہ تم ان سے پوشیدہ طور پر دوستانہ رکھو؟ کیا یہ پوشیدگی خدا سے بھی پوشیدہ رہ سکتی ہے؟ جو ظاہر و باطن کا جاننے والا ہے دلوں کے بھید اور نفس کے دوسوے بھی جس کے سامنے کھلے ہوئے ہیں۔ پس لو جو بھی ان کفار سے مولات و محبت رکھے وہ سیدھی راہ سے بھٹک جائے گا۔ تم نہیں دیکھ رہے کہ ان کافروں کا اگر بس چلے اگر انہیں کوئی موقع مل جائے تو نہ اپنے ہاتھ پاؤں سے تمہیں نقصان پہنچانے میں دریغ کریں گے نہ برا کہنے سے اپنی زبانیں روکیں گے؟ جو ان کے امکان میں ہو گا وہ گزر گزریں گے بلکہ تمام تر کوشش اس امر پر صرف کر دیں گے کہ تمہیں بھی اپنی طرح کافر بنا لیں پس جب کہ ان کی اندرونی اور بیرونی دشمنی کا حال تمہیں بخوبی معلوم ہے پھر کیا اندھیر ہے کہ تم اپنے دشمنوں کو دوست سمجھ رہے ہو اور اپنی راہ میں آپ کا نفع بڑھ رہا ہے؟ غرض یہ ہے کہ مسلمانوں کو کافروں پر اعتماد کرنے اور ان سے ایسے گہرے تعلقات رکھنے اور دل میں میل رکھنے سے روکا جا رہا ہے اور وہ باتیں یاد دلانی جاری ہیں جو ان سے علیحدگی پر آمادہ کر دیں۔ تمہاری قرائتیں اور رشتہ داریاں تمہیں اللہ کے ہاں کچھ کام نہ آئیں گی اگر تم خدا کو ناراض کر کے انہیں خوش کرو اور چاہو کہ تمہیں نفع ہو یا نقصان ہٹ جائے یہ بالکل خام خیالی ہے نہ اللہ کی طرف کے نقصان کو کوئی نال کسے نہ اس کے دینے ہوئے نفع کو کوئی روک سکے اپنے والوں سے ان کے کفر پر جس نے موافقت کی وہ پر باد ہو اور رشتہ دار کیسا ہی ہو کچھ نفع نہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! میرا باپ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا جہنم میں جب وہ جانے لگا تو آپ نے اسے بلایا اور فرمایا میرا باپ اور تیرا باپ دونوں ہی جہنمی ہیں۔ یہ حدیث صحیح مسلم شریف میں اور سنن ابوداؤد میں بھی ہے۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ
 إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ
 دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ
 وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ إِلَّا قَوْلَ
 إِبْرَاهِيمَ لِأَبْنَيْهِ لَا اسْتَغْفِرَ لَكَ وَمَا أَمِلْتُكَ لَكَ مِنَ اللَّهِ
 مِنْ شَيْءٍ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ

مسلمانو! تمہارے لئے حضرت ابراہیمؑ میں اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ اور اچھی پیروی موجود ہے۔ جبکہ ان سب نے اپنی قوم سے بر ملا کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن جن کی تم خدا کے سوا عبادت کرتے ہو ان سب سے بالکل بیزار ہیں ہم تمہارے عقائد کے منکر ہیں جب تک تم اللہ کی وحدانیت پر ایمان نہ لاؤ گے ہم میں تم سے بیٹھ کے لئے عداوت و بغض ظاہر ہو گیا لیکن ابراہیمؑ کی اتنی بات تو اپنے باپ سے ہوئی تھی کہ میں تمہارے لئے استغفار ضرور کروں گا اور تمہارے لئے مجھے خدا کے سامنے کسی چیز کا اختیار کچھ بھی نہیں۔ اے ہمارے پروردگار! تجھی پر ہم نے بھروسہ کیا ہے اور تیری ہی طرف ہم رجوع کرتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے ○

عصیت دین ایمان جزو لایق تک ہے ☆ ☆ (آیت ۳) اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو کفار سے موات اور دوستی نہ کرنے کی ہدایت فرما کر ان کے سامنے اپنے غلیل اور ان کے اصحاب کا نمونہ پیش کر رہا ہے کہ انہوں نے صاف طور پر اپنے رشتہ کٹنے اور قوم کے لوگوں سے بر ملا فرما دیا کہ ہم تم سے اور جنہیں تم پوجتے ہو ان سے بیزار ہری اللہ مبرا اور الگ تھلک ہیں ہم تمہارے دین اور طریقے سے متنفر ہیں جب تک تم اسی طریقے اور اسی مذہب پر ہوتے ہو ہمیں اپنا دشمن سمجھنا ممکن ہے کہ برادری کی وجہ سے ہم تمہارے اس کفر کے باوجود تم سے بھائی چارہ اور دوستانہ تعلقات رکھیں ہاں یہ اور بات ہے کہ خدا تمہیں ہدایت دے اور تم اللہ وحدہ لا شریک لہ پر ایمان لے آؤ اس کی توحید کو مان لو اور اسی ایک کی عبادت شروع کر دو اور جن جن کو تم نے اللہ کا شریک اور سا بھی ٹھہرا رکھا ہے اور جن جن کی پوجا چاہا میں مشغول ہو ان سب کو ترک کر دو اپنی اس روش کفر اور طریق شرک سے ہٹ جاؤ تو پھر بیشک ہمارے بھائی ہو ہمارے عزیز ہو ورنہ ہم میں تم میں کوئی اتحاد و اتفاق نہیں ہم تم سے اور تمہم سے علیحدہ ہو ہاں یہ یاد رہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد سے جو استغفار کا وعدہ کیا تھا اور پھر اسے پورا کیا۔ اس میں ان کی اقتدائیں اس لئے کہ یہ استغفار اس وقت تک رہا جس وقت تک کہ اپنے والد کا دشمن خدا ہوتا ان پر وضاحت کے ساتھ ظاہر نہ ہوا تھا جب انہیں یقینی طور پر اس کی خدا سے دشمنی کھل گئی تو اس سے صاف بیزار ہو کر دی بعض مومن اپنے شرک ماں باپ کے لئے دعا و استغفار کرتے تھے اور سند میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد کے لئے دعا مانگنا پیش کرتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنا فرمان مَآکَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ پوری دوائیوں تک نازل فرمایا اور یہاں بھی اسوۂ ابراہیمی میں سے اس کا استثناء کر لیا کہ اس بات میں ان کی پیروی تمہارے لئے ممنوع ہے اور حضرت ابراہیمؑ کے اس استغفاری تفصیل بھی کر دی اور اس کا خاص سبب اور خاص وقت بھی بیان فرمایا۔ حضرت ابن عباسؓ مجاہدؒ قنادہؒ مقلؒ بن حیانؒ سمحاکؒ وغیرہ نے بھی یہی مطلب بیان کیا ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ قوم سے برات کر کے اب دامن خدا میں چھپتے ہیں اور جناب باری میں عاجزی اور انکساری سے عرض کرتے ہیں کہ باری تعالیٰ تمام کاموں میں ہمارا بھروسہ اور اعتماد تیری ہی پاک ذات پر ہے ہم اپنے تمام کام تجھے سونپتے

ہیں تیری طرف رجوع و رغبت کرتے ہیں دار آخرت میں بھی ہمیں تیری ہی جانب لوٹنا ہے۔

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَاعْفِرْ لَنَا رَبَّنَا
إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ
حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَهُمْ يَتَوَلَّوْنَ
فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَفُورُ الْحَمِيدُ ۝

خدایا تو ہمیں کافروں کا زیروست اور تحقید مشق نہ بنا اور اسے ہمارے پالنے والے! ہماری خطاؤں کو بخش دے ۛ شک تو ہی غالب حکمتوں والا ہے ۛ یقیناً تمہارے لئے ان میں نیک نمونہ اور عمدہ پیروی ہے خاص کر ہر اس شخص کے لئے جو خدا کی اور قیامت کے دن کی ملاقات کا اعتقاد رکھتا ہو اور اگر کوئی روگردانی کرے تو اللہ تعالیٰ بالکل بے پرواہ ہے اور وہ سزاوارحمد و ثنا ہے ۛ

مومنوں کی دعا: ☆ ☆ (آیت ۵-۶) پھر کہتے ہیں خدایا تو ہمیں کافروں کے لئے فتنہ نہ بنا یعنی ایسا نہ ہو کہ یہ ہم پر غالب آ کر ہمیں مصیبت میں مبتلا کر دیں اسی طرح یہ بھی نہ ہو کہ تیری طرف سے ہم پر کوئی عتاب و عذاب نازل ہو اور وہ ان کے اور ہٹکنے کا سبب بنے کہ اگر یہ حق پر ہوتے تو خدا انہیں عذاب کیوں کرتا؟ اگر یہ کسی میدان میں جیت گئے تو بھی ان کے لئے یہ فتنہ کا سبب ہوگا کہ ہم اس لئے غالب آئے کہ ہمیں حق پر ہیں۔ اسی طرح اگر یہ ہم پر غالب آگئے تو ایسا نہ ہو کہ ہمیں تکلیفیں پہنچا پہنچا کر تیرے دین سے برگشتہ کر دیں۔ پھر دعا مانگتے ہیں کہ خدایا! ہمارے گناہوں کو بھی بخش دے ہماری پردہ پوشی کر اور ہمیں معاف فرما تو عزیز ہے تیری جناب میں پناہ لینے والا نامرأئیں پھرتا تیرے در کو کھٹکھٹانے والا خالی ہاتھ نہیں جاتا تو اپنی شریعت کے تقرر میں اپنے اقوال و افعال میں اور قضا و قدر کے مقدر کرنے میں حکمتوں والا ہے تیرا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ پھر بطور تاکید کے وہی پہلی بات دہرائی جاتی ہے کہ ان میں تمہارے لئے نیک نمونہ ہے جو بھی اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے آنے کی حقانیت پر ایمان رکھتا ہو اسے ان کی اقتداء میں آگے بڑھ کر قدم رکھنا چاہئے اور جو احکام خدا سے روگردانی کرے وہ جان لے کہ اللہ اس سے بے پرواہ ہے وہ سزاوارحمد و ثنا ہے مخلوق اس خالق کی تعریف میں مشغول ہے۔ جیسے اور جگہ ہے اِنْ تَكْفُرُوا اَنْتُمْ فِي الْاَرْضِ حَبِيبًا فَإِنَّ اللَّهَ لَغَفِيْرٌ حَمِيْدٌ ”اگر تم اور تمام روئے زمین کے لوگ کفر پر اور خدا کے نہ ماننے پر آتے آئیں تو اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اللہ تعالیٰ سب سے غنی سب سے بے نیاز اور سب سے بے پرواہ ہے اور وہ تعریف کیا گیا ہے۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں غنی اسے کہا جاتا ہے جو اپنی غنائم کامل ہو اللہ تعالیٰ ہی کی یہ صفت ہے کہ وہ ہر طرح سے بے نیاز اور بالکل بے پرواہ ہے کسی اور کی ذات ایسی نہیں اس کا کوئی ہمسر نہیں اس کے شل کوئی اور نہیں وہ پاک ہے اکیلا ہے سب پر حاکم سب پر غالب سب کا بادشاہ ہے حمید ہے یعنی مخلوق اسے سراہ رہی ہے اپنے بیچ اقوال میں تمام افعال میں وہ ستائشوں اور تعریفوں والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے سوا کوئی پالنے والا نہیں رب وہی ہے معبود وہی ہے۔

عَسَى اللَّهُ أَنْ يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا عَادِيْتُمْ
مِنْهُمْ مَّوَدَّةً ۝ وَاللَّهُ قَدِيْرٌ ۝ وَاللَّهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ لَا يَنْهٰكُمُ

اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ
مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ
يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ﴿٥﴾ إِنَّمَا يَنْهَكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَتَلُوكُمْ
فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ وَظَهَرُوا عَلَىٰ إِخْرَاجِكُمْ أَنْ
تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٦﴾

کیا جب کہ مغربی بے اللہ تعالیٰ تم میں اور تمہارے دشمنوں میں محبت پیدا کر دے اللہ کو سب قدر تمہیں ہیں اللہ بڑا غفور رحیم ہے ○ جن لوگوں نے تم سے ذہبی لڑائی نہیں لڑی اور تمہیں جلا وطن نہیں کیا ان کے ساتھ سلوک و احسان کرنے اور مضائقہ نہ پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ تمہیں نہیں روکتا، بلکہ اللہ تعالیٰ تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے ○ اللہ تعالیٰ تمہیں صرف ان لوگوں کی محبت سے منع کرتا ہے جو تم سے ذہبی لڑائی لڑیں اور تمہیں دہس نکالے دیں اور دیس نکالا دینے والوں کی مدد کریں جو لوگ ایسے کفار سے محبت کریں وہ قطعاً ظالم اور بے انصاف ہیں ○

کفار سے محبت کی ممانعت کی دو بارہ تاکید ☆ ☆ (آیت ۷-۹) کافروں سے محبت رکھنے کی ممانعت اور ان کی بغض و عداوت کے بیان کے بعد اب ارشاد ہوتا ہے کہ بسا اوقات ممکن ہے ابھی ابھی اللہ تعالیٰ تم میں اور ان میں میل ملاپ کرا دے، بغض نفرت اور فرقت کے بعد محبت مودت اور الفت پیدا کر دے، کون سی چیز ہے جس پر خدا قادر نہ ہو؟ وہ متباہن اور مختلف چیزوں کو جمع کر سکتا ہے عداوت و قسوات کے بعد دلوں میں الفت و محبت پیدا کر دینا اس کے ہاتھ ہے، جیسے اور جگہ انصار پر اپنی نعمت بیان فرماتے ہوئے ارشاد ہوا ہے **وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ** الخ، تم پر جو خدا کی نعمت ہے اسے یاد کرو کہ تمہاری دلی عداوت کو اس نے الفت قلبی سے بدل دیا اور تم ایسے ہو گئے جیسے ماں جائے بھائی ہوں، تم آگ کے کنارے پہنچ چکے تھے لیکن اس نے تمہیں وہاں سے بچالیا، آنحضرت ﷺ نے انصار یوں سے فرمایا کیا میں نے تمہیں گمراہی کی حالت میں نہیں پایا تھا؟ پھر اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہیں ہدایت دی اور تم متفرق تھے میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں جمع کر دیا۔

قرآن کریم میں ہے **هُوَ الَّذِي آتَاكَ بِنَصْرِهِ الْخِالِقَ** اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد سے مومنوں کو ساتھ کر کے اے نبی! تیری مدد کی اور ایمان داروں میں آپس میں وہ محبت اور ایک جہتی پیدا کر دی کہ اگر روئے زمین کی دولت خرچ کر کے بھی وہ یکگلت پیدا کرنی چاہتے تو وہ نہ کر سکتے تھے۔ یہ الفت مناجات اللہ تعالیٰ جو عزیز و حکیم ہے۔ ایک حدیث میں ہے دو ستون کی دوستی کے وقت بھی اس بات کو پیش نظر رکھو کہ کیا عجب اس سے کسی وقت دشمنی ہو جائے اور دشمنوں کی دشمنی میں بھی حد سے تجاوز نہ کرو کیا خبر کہ دوستی ہو جائے عرب شاعر کہتا ہے۔

وَقَدْ يَجْمَعُ اللَّهُ الشَّيْطَانَيْنِ بَعْدَ مَا يَظُنَّانِ كُلُّ الظَّنِّ أَنَّ لَا تَلَاقِيَا

”یعنی ایسے دودھنٹوں میں بھی جو ایک سے ایک جدا ہوں اور اس طرح کہ دل میں گرہ دے لی ہو کہ ابراہیمؑ آباد تک اب کبھی نہ ملیں گے اللہ تعالیٰ اتفاق و اتحاد پیدا کر دیتا ہے اور اس طرح ایک ہو جاتے ہیں کہ گویا کبھی دو نہ تھے“ اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے کہ اگر فربج تو پر کریں تو اللہ قبول فرما لے گا“ جب وہ اس کی طرف بھٹکیں وہ انہیں اپنے سائے میں لے لے گا۔ کوئی ساگناہ ہو اور کوئی ساگنہ گزربوا دھر وہ ماں کی طرف جھکا دھر اس کی رحمت کی آغوش کھلی۔

حضرت مقاتل بن حیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ آیت ابوسفیان صحر بن حرب کے بارے میں نازل ہوئی ہے ان کی صاحبزادی صاحبہ سے رسول اللہ ﷺ نے نکاح کر لیا تھا اور یہی مناکحت جنت کا سبب بن گئی، لیکن یہ قول کچھ جی کو نہیں لگتا، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ نکاح فتح مکہ سے بہت پہلے ہوا تھا اور حضرت ابوسفیان کا اسلام بالاتفاق فتح مکہ کی رات کا ہے بلکہ اس سے بہت اچھی توجیہ تو وہ ہے جو ابن ابی حاتم میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوسفیان صحر بن حرب کو کسی باغ کے پھلوں کا عامل بنا رکھا تھا، حضور کے انتقال کے بعد یہ آرہے تھے کہ راستے میں ذوالخمار مرد مل گیا، آپ نے اس سے جنگ کی اور باقاعدہ لڑے، پس مرتدین سے پہلے پہل لڑائی لڑنے والے مجاہدین الدین آپ ہیں، حضرت ابن شہاب کا قول ہے کہ انہی کے بارے میں یہ آیت عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّخْلُصَ اَنْزَلِیْ ہے۔ صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یا رسول اللہ! میری تین درخواستیں ہیں اگر اجازت ہو تو عرض کروں، آپ نے فرمایا کہ تو کہا اول تو یہ کہ مجھے اجازت دیجئے کہ جس طرح میں کفر کے زمانے میں مسلمانوں سے مسلسل جنگ کرتا رہا اب اسلام کے زمانہ میں کافروں سے برابر لڑائی جاری رکھوں۔ آپ نے اسے منظور فرمایا پھر کہا میرے لئے معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنا کاتب بنا لیجئے، آپ نے اسے بھی منظور فرمایا (اس پر بھی کلام پہلے گزر چکا ہے) اور میری بہترین عرب بچی ام حبیبہ کو آپ اپنی زوجیت میں قبول فرمائیں، آپ نے یہ بھی منظور فرمایا (اس پر بھی کلام پہلے گزر چکا ہے) پھر ارشاد ہوتا ہے کہ جن کفار نے تم سے مذہبی لڑائی نہیں کی نہ تمہیں جلا وطن کیا جیسے عورتیں اور کمزور لوگ وغیرہ ان کے ساتھ سلوک و احسان اور عدل و انصاف کرنے سے اللہ تبارک و تعالیٰ تمہیں نہیں روکتا بلکہ وہ تو ایسے بالانصاف لوگوں سے محبت رکھتا ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا کے پاس ان کی مشرک ماں آئیں، یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جس میں آنحضرت ﷺ اور مشرکین مکہ کے درمیان صلح نامہ ہو چکا تھا۔ حضرت اسماء خدمت نبوی میں حاضر ہو کر مسئلہ پوچھتی ہیں کہ میری ماں آئی ہوئی ہیں اور اب تک وہ اس دین سے الگ ہیں، کیا مجھے جائز ہے کہ میں ان کے ساتھ سلوک کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں جاؤ، ان سے صلہ رحمی کرو۔

مسند کی اس روایت میں ہے کہ ان کا نام قلیلہ تھا، یہ مکہ سے گوہ اور بنیر اور گھی بطور تحفے کے لے کر آئی تھیں لیکن حضرت اسماءؓ نے اپنی مشرک ماں کو نہ تو اپنے گھر میں آنے دیا نہ یہ تحفہ ہدیہ قبول کیا، پھر حضورؐ سے دریافت کیا اور آپ کی اجازت پر ہدیہ بھی لیا اور اپنے ہاں ٹھہرایا بھی۔ بزار کی حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام بھی ہے لیکن یہ ٹھیک نہیں اس لئے کہ حضرت عائشہ کی والدہ کا نام ام ربیعہ تھا اور وہ اسلام لای چکی تھیں اور ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائی تھیں۔ ہاں حضرت اسماءؓ کی والدہ ام رومان نہ تھیں چنانچہ ان کا نام قلیلہ اوپر کی حدیث میں مذکور ہے۔ واللہ اعلم۔

مُفْسِطِطِین کی تفسیر سورہ ہجرات میں گزر چکی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ حدیث میں ہے مُفْسِطِطِین وہ لوگ ہیں جو عدل کے ساتھ حکم کرتے ہیں گواہوں و عیال کا معاملہ ہو یا زیر دستوں کا، یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عرش کے دائیں جانب نور کے ممبروں پر ہوں گے۔ پھر فرماتا ہے کہ اللہ کی ممانعت تو ان لوگوں کی دوستی سے ہے جو تمہاری عداوت سے تمہارے مقابل نکل کھڑے ہوئے، تم سے صرف تمہارے مذہب کی وجہ سے لڑے جھگڑے تمہیں تمہارے شیروں سے نکال دیا، تمہارے دشمنوں کی مدد کی۔ پھر مشرکین سے اتحاد و اتفاق دوستی دیکھتی رکھنے والے کو دھمکا تا ہے اور اس کا گناہ بتلاتا ہے کہ ایسا کرنے والے ظالم گنہگار ہیں۔ ایک اور جگہ فرمایا یہودیوں نصرانیوں سے دوستی کرنے والا ہمارے نزدیک انہی جیسا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمْ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَأَمْتَحِنُوهُنَّ
 اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ
 إِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ
 وَتَوْهُم مَّا أَنْفَقُوا وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا
 اتَّيَمُّوهُنَّ أَجُورَهُنَّ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْأَلُوا
 مَّا أَنْفَقْتُمْ وَلَيْسَ لَكُمُ أَنْفَقُوا ذَلِكَ حُكْمُ اللَّهِ يَحْكُمُ
 بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ وَإِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ
 إِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقِبْتُمْ فَاتُوا الَّذِينَ ذَهَبَتْ أَزْوَاجُهُمْ مِثْلَ مَّا
 أَنْفَقُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ

اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم ان کا امتحان لے لیا کرو دراصل ان کے ایمان کو بخوبی جاننے والا تو اللہ ہی ہے لیکن اگر وہ
 تمہیں ایماندار معلوم ہوں تو اب تم انہیں کافروں کی طرف واپس نہ کر دینا ان کے لئے حلال نہیں اور نہ وہ ان کے لئے حلال ہیں جو فریج ان کا ہوا ہو وہ انہیں
 ادا کر دو۔ ان عورتوں کو ان کے مہر دے کر ان سے نکاح کر لینے میں تم پر کوئی گناہ نہیں اور کافر عورتوں کی ناموس اپنے قبضے میں نہ رکھو اور جو کچھ تم نے فریج کیا ہو مانگ لو
 اور جو کچھ ان کافروں نے فریج کیا ہو وہ بھی مانگ لیں لیکن اللہ کا فیصلہ ہے جو وہ تمہارے درمیان کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑے علم اور کامل حکمت والا ہے ○ اور اگر تمہاری
 کوئی بیوی تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اور کافروں کے پاس چلی جائے پھر تمہیں اس کے بدلے کا وقت مل جائے تو جن کی بیویاں چلی گئی ہیں انہیں ان کے
 اخراجات کے برابر ادا کر دو اور اس اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھتے ہو ○

مہاجر خواتین کے متعلق بعض ہدایات: ☆ ☆ (آیت: ۱۰-۱۱) سورہ فتح کی تفسیر میں صلح حدیبیہ کا واقعہ مفصل بیان ہو چکا ہے اس صلح
 کے موقع پر رسول اللہ ﷺ اور کفار قریش کے درمیان جو شرائط ہوئی تھیں ان میں ایک یہ بھی تھی کہ جو کافر مسلمان ہو کہ حضور کے پاس چلا جائے
 آپ اسے اہل مکہ کو واپس کر دیں لیکن قرآن کریم نے ان میں سے ان عورتوں کو مخصوص کر دیا کہ جو عورت ایمان قبول کر کے آئے اور فی الواقع
 ہو چکی وہ بھی ایمان دار تو مسلمان اسے کافروں کو واپس نہ دیں۔ حدیث شریف کی تفصیل قرآن کریم سے ہونے کی یہ ایک بہترین مثال ہے
 اور بعض سلف کے نزدیک یہ آیت اس حدیث کی ناخ ہے۔ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابوعبید رضی اللہ
 تعالیٰ عنہا مسلمان ہو کر ہجرت کر کے مدینہ چلی آئیں ان کے دونوں بھائی عمارہ اور ولید ان کے واپس لینے کے لئے رسول اللہ ﷺ کی
 خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے کہا سنا، پس یہ آیت امتحان نازل ہوئی اور مومنہ عورتوں کو واپس لوٹانے سے ممانعت کر دی گئی
 - حضرت ابن عباس سے سوال ہوتا ہے کہ حضور ان عورتوں کا امتحان کس طرح لیتے تھے؟ فرمایا اس طرح کہ خدا کی قسم کھا کر سچ کہے کہ وہ
 اپنے خاوند کی حاجت کی وجہ سے نہیں چلی آئی صرف آپ ہو اور زمین کی تہ چلی کرنے کے لئے بطور سیر و سیاحت نہیں آئی، کسی دنیا طلبی
 کے لئے نہیں آئی بلکہ صرف خدا کی اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں اسلام کی خاطر ترک وطن کیا ہے اور کوئی غرض نہیں - قسم دے کر ان

سوالات کا کرنا اور خوب آزمائینا یہ کام حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد تھا۔

اور روایت میں ہے کہ امتحان اس طرح ہوتا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے معبود برحق اور لاشریک ہونے کی گواہی دیں اور آنحضرت ﷺ کے اللہ کے بندے اور اس کے بھیجے ہوئے رسول ہونے کی شہادت دیں اگر آزمائش میں کسی غرض دنیوی کا پتہ چل جاتا تو انہیں واپس لوٹا دینے کا حکم تھا۔ مثلاً یہ معلوم ہو جائے کہ میاں بیوی کی ان بن کی وجہ سے یا کسی اور شخص کی محبت میں چلی آئی ہے وغیرہ۔ اس آیت کے اس جملہ سے کہ اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ باایمان عورت ہے تو پھر اسے کافروں کی طرف مت لوٹاؤ ثابت ہوتا ہے کہ ایمان پر بھی یقینی طور پر مطلع ہو جانا ممکن امر ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ مسلمان عورتیں کافروں پر اور کافر مرد مسلمان عورتوں کے لئے حلال نہیں ہیں۔ اس آیت نے اس رشتہ کو حرام کر دیا ورنہ اس سے پہلے مومنہ عورتوں کا نکاح کافر مردوں سے جائز تھا جیسے کہ نبی ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابوالعاص بن ربیع سے ہوا تھا حالانکہ یہ اس وقت کافر تھے اور بنت رسول مسلمہ تھیں۔ بدر کی لڑائی میں یہ بھی کافروں کے ساتھ تھے اور جو کافر زندہ پکڑے گئے تھے ان میں یہ بھی گرفتار ہو کر آئے تھے۔ حضرت زینب نے اپنی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہار ان کے فدیے میں بیچا تھا کہ یہ آزاد ہو کر آجائیں جسے دیکھ کر آنحضرت ﷺ پر بڑی رقت طاری ہوئی اور آپ نے مسلمانوں سے فرمایا اگر میری بیٹی کے قیدی کو چھوڑ دینا تم پسند کرتے ہو تو اسے رہا کر دو مسلمانوں نے بخوشی بغیر فدیہ کے انہیں چھوڑ دینا منظور کیا چنانچہ حضورؐ نے انہیں آزاد کر دیا اور فرما دیا کہ آپ کی صاحبزادی کو آپ کے پاس مدینہ میں بھیج دیں انہوں نے اسے منظور کر لیا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بھیج بھی دیا یہ واقعہ سنہ ہجری کا ہے حضرت زینبؓ نے مدینہ میں ہی اقامت فرمائی اور یونہی بیٹی رہیں یہاں تک کہ سنہ ہجری میں ان کے خاوند حضرت ابوالعاص کو اللہ تعالیٰ نے توفیق اسلام دی اور وہ مسلمان ہو گئے تو حضورؐ نے پھر اسی اگلے نکاح پر بغیر نئے مہر کے اپنی صاحبزادی کو ان کے پاس رخصت کر دیا۔ اور روایت میں ہے کہ دو سال کے بعد حضرت ابوالعاص مسلمان ہو گئے تھے اور حضورؐ نے اسی پہلے نکاح پر حضرت زینب کو لوٹا دیا تھا۔ یہی صحیح ہے اس لئے کہ مسلمان عورتوں کے شرک مردوں پر حرام ہونے کے دو سال بعد یہ مسلمان ہو گئے تھے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ان کے اسلام کے بعد نئے سرے سے نکاح ہوا اور نیا مہر بندھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت یزید نے فرمایا ہے پہلی روایت کے راوی حضرت ابن عباس ہیں اور وہ روایت ازروئے اسناد کے بہت اعلیٰ اور دوسری روایت کے راوی حضرت عمرو بن شعیب ہیں اور عمل اسی پر ہے لیکن یہ یاد رہے کہ عمرو بن شعیب والی روایت کے ایک راوی حجاج بن ارطاة کو حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ضعیف بتلاتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ والی حدیث کا جواب جہور دیتے ہیں کہ یہ شخصی واقعہ ہے ممکن ہے ان کی عدت ختم نہ ہوئی ہو۔ اکثر حضرات کا مذہب یہ ہے کہ اس صورت میں جب عورت نے عدت کے دن پورے کر لئے اور اب تک اس کا کافر خاوند مسلمان نہیں ہوا تو وہ نکاح صحیح ہو جاتا ہے ہاں بعض حضرات کا مذہب یہ بھی ہے کہ عدت پوری کر لینے کے بعد عورت کو اختیار ہے اگر چاہے اپنے اس نکاح کو باقی رکھے اگر چاہے فسخ کر کے دوسرا نکاح کر لے اور اسی پر ابن عباسؓ والی روایت کو محمول کرتے ہیں۔ پھر حکم ہوتا ہے کہ ان مہاجرہ عورتوں کے کافر خاوندوں کو ان کے خرج اخراجات جو جوئے ہیں وہ ادا کر دو جیسے کہ مہر۔ پھر فرمان ہے کہ اب انہیں ان کے مہر دے کر ان سے نکاح کر لینے میں تم پر کوئی حرج نہیں عدت کا گذر جانا ولی کا مقرر کرنا وغیرہ جو امور نکاح میں ضروری ہیں ان شرائط کو پورا کر کے ان مہاجرہ عورتوں سے جو مسلمان نکاح کرنا چاہے کر سکتا ہے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ تم پر بھی اے مسلمانو! ان عورتوں کا اپنے نکاح میں باقی رکھنا حرام ہے جو کافر ہیں اسی طرح کافرہ عورتوں سے نکاح کرنا بھی حرام ہے اس حکم کے نازل ہوتے ہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی دو کافر بیویوں کو فوراً طلاق دے دی جن میں سے ایک نے تو معاویہ بن سفیان سے نکاح کر لیا اور دوسری نے صفوان بن امیہ سے حضورؐ نے کافروں سے صلح کی اور ابھی تو آپ حدیبیہ کے نیچے

کے حصے میں ہی تھے جو یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں سے کہہ دیا گیا کہ جو عورت مہاجرہ آئے اس کا باایمان ہونا اور خلوص نیت سے ہجرت کرنا بھی معلوم ہو جائے تو ان کے کافر خاندنوں کو ان کے دینے ہوئے مہر واپس کر دو اسی طرح کافروں کو بھی یہ حکم سنایا گیا 'اس حکم کی وجہ وہ عہد نامہ تھا جو ابھی ابھی مرتب ہوا تھا۔ حضرت الفاروقؓ نے اپنی جن دو کافرہ بیویوں کو طلاق دی ان میں سے پہلی کا نام قریہ تھا یہ ابواسمہ بن مغیرہ کی لڑکی تھی اور دوسری کا نام ام کلثوم تھا جو عمر بن حروہ خراسانی کی لڑکی تھی حضرت عبید اللہؓ کی والدہ یہی تھی 'اس سے ابوجہم بن حذیفہ بن غاتم خراسانی نے نکاح کر لیا 'یہ بھی مشرک تھا۔ اسی طرح اس حکم کے ماتحت حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے اپنی کافرہ بیوی اردی بنت ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کو طلاق دے دی 'اس سے خالد بن سعید بن عاص نے نکاح کر لیا۔ پھر ارشاد ہوتا ہے تمہاری بیویوں پر جو تم نے خرچ کیا ہے اسے کافروں سے لے لو جبکہ وہ ان میں چلی جائیں اور کافروں کی عورتیں جو مسلمان ہو کر تم میں آ جائیں انہیں تم ان کا کیا ہوا خرچ دے دو۔ صلح کے بارے میں اور عورتوں کے بارے میں خدائی فیصلہ بیان ہو چکا جو اس نے اپنی مخلوق میں کر دیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی تمام تر مصلحتوں سے باخبر ہے اور اس کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں ہوتا 'اس لئے کہ علی الاطلاق حکیم وہی ہے۔ اس کے بعد کی آیت 'وَإِنْ فَاتَكُمْ كَامُطَلَبِ حَضْرَتِ قَادِرِ رَحْمَةِ اللہ علیہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ جن کفار سے تمہارا عہد و پیمان صلح و صفائی نہیں اگر کوئی عورت کسی مسلمان کے گھر سے جا کر ان میں جا ملے تو ظاہر ہے کہ وہ اس کے خاوند کا کیا ہوا خرچ نہیں دیں گے تو اس کے بدلے تمہیں بھی اجازت دی جاتی ہے کہ اگر ان میں سے کوئی عورت مسلمان ہو کر تم میں چلی آئے تو تم بھی اس کے خاوند کو کچھ نہ دو جب تک وہ نہ دیں۔ حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مسلمانوں نے تو خدا کے اس حکم کی تعمیل کی اور کافروں کی جو عورتیں مسلمان ہو کر ہجرت کر کے آئیں ان کے لئے ہوئے مہر ان کے خاوندوں کو واپس کئے لیکن مشرکوں نے اس حکم کے ماننے سے انکار کر دیا 'اس پر یہ آیت اتری اور مسلمانوں کو اجازت دی گئی کہ اگر تم میں سے کوئی عورت ان کے ہاں چلی گئی ہے اور انہوں نے تمہاری خرچ کی ہوئی رقم ادا نہیں کی تو جب ان میں سے کوئی عورت تمہارے ہاں آ جائے تو تم اپنا وہ خرچ نکال کر باقی اگر کچھ بچے تو دے دو ورنہ معاملہ ختم ہوا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کا یہ مطلب مروی ہے کہ اس میں رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ جو مسلمان عورت کافروں میں جا ملے اور کافراں کے خاوند کو اس کا کیا ہوا خرچ ادا نہ کریں تو مال غنیمت میں سے آپ اس مسلمان کو بقدر اس کے خرچ کے دے دیں 'پس فقہائے کرام کے معنی یہ ہوئے پھر تمہیں قریش کی کسی اور جماعت کفار سے مال غنیمت ہاتھ لگے تو ان مردوں کو جن کی عورتیں کافروں میں چلی گئی ہیں ان کا کیا ہوا خرچ ادا کر دو یعنی مہر مثل ان اقوال میں کوئی تضاد اور خلاف نہیں 'مطلب یہ ہے کہ پہلی صورت اگر نامکن ہو تو وہ سب ورنہ مال غنیمت میں سے اسے اس کا حق دے دیا جائے 'دونوں باتوں میں اختیار ہے اور حکم میں وسعت ہے 'حضرت امام ابن جریرؒ اس تطبیق کو پسند فرماتے ہیں فالحمد لله۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَنْ
لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا
يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِمُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ
أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيَنَّ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ
وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ

اے پیغمبر! جب مسلمان عورتیں تھیں ان باتوں پر بیعت کرنے کو آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی چوری نہ کریں گی زنا نہ کریں گی اور اپنی اولادوں کو نہ بارڈالیں گی اور کوئی ایسا بستان نہ بنادیں گی جو خود اپنے ہاتھوں بیروں کے سامنے گھڑائیں اور کسی امر شرعی میں تیری بے رحمی نہ کریں گی تو تو ان سے بیعت کر لیا کرو اور ان کے لئے اللہ سے بخشش طلب کرے بلکہ اللہ بخشش اور معاف کرے والا ہے ○

خواتین کا طریقہ بیعت: ☆☆ (آیت ۱۲) صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ہے جو مسلمان عورتیں آنحضرت ﷺ کے پاس ہجرت کر کے آتی تھیں ان کا امتحان اسی آیت سے ہوتا تھا جو عورت ان تمام باتوں کا اقرار کر لیتی اے حضورؐ زبانی فرمادیتے کہ میں نے تم سے بیعت کی یہ نہیں کہ آپ ان کے ہاتھ سے ہاتھ ملاتے ہوں قسم اللہ کی آپ نے کبھی بیعت کرتے ہوئے کسی عورت کے ہاتھ کو ہاتھ نہیں لگایا صرف زبانی فرمادیتے کہ ان باتوں پر میں نے تیری بیعت لی۔

ترمذی نسائی ابن ماجہ مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ حضرت امیہ بنت رقیہؓ فرماتی ہیں کہ ایک عورتوں کے ساتھ میں بھی آنحضرت ﷺ سے بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوئی تو قرآن کی اس آیت کے مطابق آپ نے ہم سے عہد و پیمان لیا اور ہم پہلی باتوں میں حضورؐ کی نافرمانی نہ کریں گی کے اقرار کے وقت فرمایا یہ بھی ہم خود ہماری مہربانی سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ پھر ہم نے کہا حضورؐ آپ ہم سے مصافحہ نہیں کرتے؟ فرمایا نہیں زیادہ ہے اور ان کی مہربانی بھی ہم خود ہماری مہربانی سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ پھر ہم نے کہا حضورؐ آپ ہم سے مصافحہ نہیں کرتے؟ فرمایا نہیں میں غیر عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا کرتا میرا ایک عورت سے کہہ دینا سو عورتوں کی بیعت کے لئے کافی ہے بس بیعت ہو چکی۔ امام ترمذی اس حدیث کو حسن صحیح کہتے ہیں۔ مسند احمد میں اتنی زیادتی اور بھی ہے کہ ہم میں سے کسی عورت کے ساتھ حضورؐ نے مصافحہ نہیں کیا یہ حضرت امیہ حضرت خدیجہ کی بہن اور حضرت فاطمہ کی خالہ ہوتی ہیں۔ مسند احمد میں حضرت سلمیٰ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو رسول اللہ ﷺ کی خالہ تھیں اور دونوں قبول کی طرف حضورؐ کے ساتھ نماز ادا کی تھی جو بنو عدی بن نجار کے قبیلہ میں سے تھیں فرماتی ہیں انصار کی عورتوں کے ساتھ خدمت نبوی میں بیعت کرنے کے لئے میں بھی آئی تھی اور اس آیت میں جن باتوں کا ذکر ہے ان کا ہم نے اقرار کیا آپ نے فرمایا ایک اس بات کا بھی اقرار کرو کہ اپنے خاوندوں کی خیانت اور ان کے ساتھ دھوکا نہ کرو گی ہم نے اس کا بھی اقرار کیا بیعت کی اور جانے لگیں پھر مجھے خیال آیا اور ایک عورت کو میں نے حضورؐ کے پاس بھیجا کہ وہ دریافت کر لیں کہ خیانت و دھوکا نہ کرنے سے آپ کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ اس کا مال چپکے سے کسی اور کو نہ دو۔ مسند کی حدیث میں ہے حضرت عائشہؓ بنت قدامہؓ فرماتی ہیں میں اپنی والدہ رابطہ بنت سفیانؓ نزاعیہ کے ساتھ حضورؐ سے بیعت کرنے والیوں میں تھی حضورؐ ان باتوں پر بیعت لے رہے تھے اور عورتیں ان کا اقرار کرتی تھیں میری والدہ کے فرمان سے میں نے بھی اقرار کیا اور بیعت والیوں میں شامل ہوئی۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت ام عطیہؓ سے منقول ہے کہ ہم نے ان باتوں پر اور اس امر پر کہ ہم کسی مرد سے پرہیز نہ کریں گی حضورؐ سے بیعت کی اس اثنا میں ایک عورت نے اپنا ہاتھ سیٹھ لیا اور کہا میں نوہ کرنے سے باز رہنے پر بیعت نہیں کرتی اس لئے کہ فلاں عورت نے میرے فلاں مرد سے پرہیز نہ کرنے میں میری مدد کی ہے تو میں اس کا بدلہ ضرور اتار دوں گی آنحضرت ﷺ اسے سن کر خاموش ہو رہے اور کچھ نہ فرمایا وہ چلی گئیں لیکن پھر تھوڑی ہی دیر میں واپس آئیں اور بیعت کر لی۔

مسلم شریف میں بھی یہ حدیث ہے اور اتنی زیادتی بھی ہے کہ اس شرط کو صرف اس عورت نے اور حضرت ام سلمہؓ بنت لمحان نے ہی پورا کیا۔ بخاری کی اور روایت میں ہے کہ پانچ عورتوں نے اس عہد کو پورا کیا ام سلمہؓ ام علامہؓ ابوہریرہؓ کی بیٹی جو حضرت معاذؓ کی بیوی تھیں اور دو عورتیں یا ابوہریرہؓ کی بیٹی اور حضرت معاذؓ کی بیوی اور ایک عورت اور نبی ﷺ عید والے دن بھی عورتوں سے اس بیعت کا معاہدہ لیا کرتے تھے۔ بخاری میں ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رمضان کی عید کی نماز میں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ اور ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم

کے ساتھ پڑھی ہے سب کے سب خطبے سے پہلے نماز پڑھتے تھے پھر نماز کے بعد خطبہ کہتے تھے ایک مرتبہ نبی ﷺ خطبے سے اترے گویا وہ نقشہ میری نگاہ کے سامنے ہے کہ لوگوں کو بٹھایا جاتا تھا اور آپ ان کے درمیان سے تشریف لارہے تھے یہاں تک کہ عورتوں کے پاس آئے آپ کے ساتھ حضرت بلال تھے یہاں پہنچ کر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی پھر آپ نے دریافت کیا کہ کیا تم اپنے اس اقرار پر ثابت قدم ہو۔ ایک عورت نے کھڑے ہو کر جواب دیا کہ ہاں حضور اُس پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہیں، کسی اور نے جواب نہیں دیا۔ راوی حدیث حضرت حسن کو یہ معلوم نہیں کہ یہ جواب دینے والی کون سی عورت تھیں پھر آپ نے فرمایا اچھا خیرات کرو اور حضرت بلال نے اپنا کپڑا پھیلا دیا چنانچہ عورتوں نے اس پر بے گیند کی اور گیند دار انگوٹھیاں راہ اللہ ڈال دیں۔

مسند احمد کی روایت میں حضرت امیہؓ کی بیعت کے ذکر میں آیت کے علاوہ اتنا اور بھی ہے کہ نو حد کرنا اور جاہلیت کے زمانہ کی طرح اپنا ہٹاؤ سنگھار غیر مردوں کو نہ دکھانا۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مردوں سے بھی ایک مجلس میں فرمایا کہ مجھ سے ان باتوں پر بیعت کرو جو اس آیت میں ہیں جو شخص اس بیعت کو نبھا دے اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور جو اس کے خلاف کر گذرے اور وہ مسلم حکومت سے پوشیدہ رہے اس کا حساب اللہ سے ہے اگر چاہے بخش دے اور اگر چاہے عذاب کرے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عقبہ اولیٰ میں ہم بارہ شخصوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی اور انہی باتوں پر جو اس آیت میں مذکور ہیں آپ نے ہم سے بیعت لی اور فرمایا اگر تم اس پر پورے اترے تو یقیناً تمہارے لئے جنت ہے یہ واقعہ جہاد کی فرضیت سے پہلے کا ہے ابن جریر کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ وہ عورتوں سے کہیں کہ رسول اللہ ﷺ تم سے اس بات پر بیعت لیتے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو ان بیعت کے لئے آنے والوں میں حضرت ہندہ تھیں جو عقبہ بن ربیعہ کی بیٹی اور حضرت ابوسفیان کی بیوی تھیں یہی تھیں جنہوں نے اپنے کفر کے زمانہ میں حضور کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا چیر دیا تھا اس وجہ سے یہ ان عورتوں میں ایسی حالت سے آئی تھیں کہ کوئی انہیں پہچان نہ سکے اس نے جب فرمان سنا تو کہنے لگی میں کچھ کہنا چاہتی ہوں لیکن اگر بولوں گی تو حضور مجھے پہچان لیں گے اور اگر پہچان لیں گے تو میرے قتل کا حکم دے دیں گے میں اسی وجہ سے اس طرح آئی ہوں کہ پہچانی نہ جاؤں مگر اور عورتیں سب خاموش رہیں اور ان کی بات اپنی زبان سے کہنے سے انکار کر دیا آخر ان ہی کو کہنا پڑا کہ یہ ٹھیک ہے جب شرک کی ممانعت مردوں کو ہے تو عورتوں کو کیوں نہ ہوگی؟ حضور نے ان کی طرف دیکھا لیکن آپ نے کچھ نہ فرمایا پھر حضرت عمرؓ سے کہا ان سے کہہ دو کہ دوسری بات یہ ہے کہ یہ چوری نہ کریں اس پر ہندہ نے کہا میں ابوسفیان کی معمولی سی چیز کبھی کبھی لے لیا کرتی ہوں کیا یہ بھی چوری میں داخل ہے یا نہیں اور میرے لئے یہ حلال بھی ہے یا نہیں؟ حضرت ابوسفیان بھی اسی مجلس میں موجود تھے یہ سنتے ہی کہنے لگے میرے گھر میں جو کچھ بھی تو نے لیا ہو خواہ وہ خرچ میں آ گیا ہو یا اب بھی باقی ہو وہ سب میں تیرے لئے حلال کرتا ہوں اب تو نبی ﷺ نے صاف پہچان لیا کہ یہ میرے چچا حمزہ کی قاتلہ اور اس کے کیچے کو چیرنے والی پھر اسے چبانے والی عورت ہندہ ہے آپ نے انہیں پہچان کر اور ان کی یہ گفتگو سن کر اور حالت دیکھ کر سرکرا دیئے اور انہیں اپنے پاس بلایا انہوں نے آ کر حضور کا ہاتھ تھاہم کر معافی مانگی آپ نے فرمایا تم وہی ہندہ ہو؟ انہوں نے کہا گدشتہ گناہ اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیئے حضور خاموش ہو رہے اور بیعت کے سلسلہ میں پھر لگ گئے اور فرمایا تیسری بات یہ ہے کہ ان عورتوں میں سے کوئی بدکاری نہ کرے۔ اس پر حضرت ہندہ نے کہا کیا کوئی آزاد عورت بھی بدکاری کرتی ہے؟ آپ نے فرمایا تمہیک ہے خدا کی قسم آزاد عورتیں اس برے کام سے ہرگز آلودہ نہیں رہیں۔ آپ نے پھر فرمایا چوتھی بات یہ ہے کہ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں ہندہ نے کہا آپ نے انہیں بدر کے دن قتل کیا ہے آپ جائیں اور وہ۔ آپ نے فرمایا یا نبیؐ اس بات یہ ہے کہ خود اپنی ہی

طرف سے جو ذکر ہے سر پیر کا کوئی خاص بہتان نہ تراش لیں اور چھٹی بات یہ ہے کہ میری شرعی باتوں میں میری نافرمانی نہ کریں اور ساتواں عہد آپ نے ان سے یہ بھی لیا کہ وہ خود نہ کریں۔ اہل جاہلیت اپنے کسی کے مر جانے پر پکڑے پھاڑ ڈالتے تھے منہ منہ نوج لیتے تھے بال کٹوا دیتے تھے اور ہائے واہے کیا کرتے تھے۔ یہ اثر غریب ہے اور اس کے بعض حصے میں نکارت بھی ہے اس لئے کہ ابوسفیان اور ان کی بیوی ہندہ کے اسلام کے وقت انہیں حضور کی طرف سے کوئی اندیشہ نہ تھا بلکہ اس سے بھی آپ نے صفائی اور محبت کا اظہار کر دیا تھا واللہ اعلم۔

ایک اور روایت میں ہے کہ فتح مکہ والے دن بیعت والی یہ آیت نازل ہوئی نبی ﷺ نے صفا پر مردوں سے بیعت لی اور حضرت عمرؓ نے عورتوں سے بیعت لی اس میں اتنا اور بھی ہے کہ اولاد کے قتل کی ممانعت سن کر حضرت ہندہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ہم نے تو انہیں جھپٹنے سے پال پوس کر بڑا کیا لیکن ان بڑوں کو تم نے قتل کیا اس پر حضرت عمرؓ مارے ہنسی کے لوٹ لوٹ گئے۔ ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ جب ہندہ بیعت کرنے آئیں تو ان کے ہاتھ مردوں کی طرح سفید تھے آپ نے فرمایا جاؤ ان کا رنگ بدل لو چنانچہ وہ ہندی لگا کر حاضر ہوئیں ان کے ہاتھ میں دوسوئے کے کڑے تھے انہوں نے پوچھا کہ ان کی نسبت کیا حکم ہے؟ فرمایا جہنم کی آگ کے دوا لگارے ہیں (یہ حکم اس وقت ہے جب ان کی زکوٰۃ نہ ادا کی جائے) اس بیعت کے لینے کے وقت آپ کے ہاتھ میں ایک کپڑا تھا جب اولادوں کے قتل کی ممانعت پر ان سے عہد لیا گیا تو ایک عورت نے کہا ان کے باپ دادوں کو قتل کیا اور ان کی اولاد کی وصیت ہمیں ہو رہی ہے شروع شروع میں صورت بیعت کی تھی لیکن پھر اس کے بعد تو آپ نے یہ دستور کر رکھا تھا کہ جب بیعت کرنے کے لئے عورتیں جمع ہو جائیں تو آپ یہ سب باتیں ان پر پیش فرماتے وہ ان کا اقرار کرتیں اور واپس لوٹ جاتیں۔ پس فرما الیٰہی ہے کہ جو عورت ان امور پر بیعت کرنے کے لئے آئے تو اس سے بیعت لے لو کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا غیر لوگوں کے مال نہ چرانا ہاں اس عورت کو جس کا خاوند اپنی طاقت کے مطابق کھانے پینے پہننے اڑھنے کو نہ دیتا ہو جائز ہے کہ اپنے خاوند کے مال سے مطابق دستور اور بقدر اپنی حاجت کے لئے گو خاوند کو اس کا علم نہ ہو۔ اس کی دلیل حضرت ہندہؓ والی حدیث ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! میرے خاوند ابوسفیان بخیل آدمی ہیں وہ مجھے اتنا خرچ نہیں دیتے جو مجھے اور میری اولادوں کو کافی ہو سکے تو کیا میں اگر ان کی خبر گیری میں اور ان کے مال میں سے لے لوں تو مجھے جائز ہے؟ آپ نے فرمایا یہ طریق معروف اس کے مال سے اتنا لے جو تجھے اور تیرے بال بچوں کو کفایت کرے (صحیحین)

اور زنا کاری نہ کریں۔ جیسے اور جگہ ہے وَلَا تَقْرَبُوا الزَّوْجَیْنِ اِنَّہُمْ کَانَ فَاَحِشَہٗ وَ سَاءَ سَبِیْلًا ”زنا کے قریب نہ جاؤ وہ بے حیائی ہے اور بری راہ ہے۔“ حضرت سرہ والی حدیث میں یزنا کی سزا اور دردناک عذاب جہنم بیان کی گئی ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت فاطمہ بنت عتبہؓ جب بیعت کے لئے آئیں اور اس آیت کی تلاوت ان کے سامنے کی گئی تو انہوں نے شرم سے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لیا آپ کو ان کی یہ حیالچی معلوم ہوئی۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا انہی شرطوں پر ہم سب نے بیعت کی ہے یزنا کر انہوں نے بھی بیعت کر لی حضورؐ کی بیعت کے طریقے اور پر بیان ہو چکے ہیں۔ اولاد کو قتل نہ کرنے کا حکم عام ہے پیدائش شدہ اولاد کو مار ڈالنا بھی اسی ممانعت میں ہے جیسے کہ جاہلیت کے زمانے والے اس خوف سے کرتے تھے کہ انہیں کہاں سے کھلائیں گے پلائیں گے اور حمل کا گرا دینا بھی اسی ممانعت میں ہے خواہ اس طرح ہو کہ ایسے علاج کئے جائیں جس سے حمل ٹھہرے ہی نہیں یا ٹھہرے ہوئے حمل کو کسی طرح گرا دیا جائے۔

بری غرض وغیرہ سے بہتان نہ باندھنے کا ایک مطلب تو حضرت ابن عباسؓ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ دوسرے کی اولاد کو اپنے خاوند کے سر چپکانا۔ ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ ملاعنہ کی آیت کے نازل ہونے کے وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو عورت کسی قوم میں اسے داخل کرے جو اس قوم کا نہیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی گنتی شمار میں نہیں اور جو شخص اپنی اولاد سے انکار کر جائے حالانکہ وہ اس کے سامنے

موجود ہو اللہ تعالیٰ اس سے آذر کر لے گا اور تمام اگلوں پچھلوں کے سامنے اسے رسوا و ذلیل کرے گا۔ حضور کی نافرمانی نہ کریں یعنی آپ کے احکام بجالائیں اور آپ کے منع کئے ہوئے کاموں سے رک جایا کریں یہ شرط یعنی معروف ہونے کی عورتوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے لگا دی ہے۔ حضرت یمنون فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی اطاعت بھی فقط معروف میں رکھی ہے اور معروف ہی اطاعت ہے۔ حضرت ابن زبیر فرماتے ہیں دیکھ لو کہ بہترین خلق رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری کا حکم بھی معروف میں ہی ہے۔ اس بیعت والے دن آنحضور نے عورتوں سے نوحہ نہ کرنے کا اقرار بھی لیا تھا۔ جیسے حضرت ام عطیہ کی حدیث میں پہلے گزر چکا۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں ہم سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس بیعت میں یہ بھی تھا کہ عورتیں غیر محرموں سے بات چیت نہ کریں۔ اس پر حضرت عبدالرحمن بن عوف نے فرمایا یا رسول اللہ! باوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم گھر پر موجود نہیں ہوتے اور مہمان آ جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میری مراد ان سے بات چیت کرنے کی ممانعت سے نہیں! میں ان سے کام کی بات کرنے سے نہیں روکتا (ابن جریر) ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضور نے اس بیعت کے موقع پر عورتوں کو ناخبر مردوں سے باتیں کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا بعض لوگ وہ بھی ہوتے ہیں کہ پرانی عورتوں سے باتیں کرنے میں ہی مزہ لیا کرتے ہیں یہاں تک کہ مذی نکل جاتی ہے۔ اوپر حدیث بیان ہو چکی ہے کہ نوحہ نہ کرنے کی شرط پر ایک عورت نے کہا فلاں قبیلے کی عورتوں نے میرا ساتھ دیا ہے تو ان کے نوے میں میں بھی ان کا ساتھ دے کر بدلہ ضرور اتاروں گی چنانچہ وہ گئیں بدلہ اتارنا پھر آ کر حضور سے بیعت کی۔ حضرت ام سلیم جن کا نام ان عورتوں میں ہے جنہوں نے نوحہ نہ کرنے کی بیعت کو پورا کیا یہ لمحان کی بیٹی اور حضرت انس کی والدہ ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جس عورت نے بدلے کے نوے کی اجازت مانگی تھی خود حضور نے اسے اجازت دی تھی یہی وہ معروف ہے جس میں نافرمانی منع ہے بیعت کرنے والی عورتوں میں سے ایک کا بیان ہے کہ معروف میں ہم حضور کی نافرمانی نہ کریں اس سے مطلب یہ ہے کہ مصیبت کے وقت منہ نہ نوچیں ہال نہ منڈوائیں! کپڑے نہ پھاڑیں ہائے وائے نہ کریں۔

ابن جریر میں حضرت ام عطیہ سے مروی ہے کہ جب حضور ہمارے ہاں مدینہ میں تشریف لائے تو ایک دن آپ نے حکم دیا کہ سب انصار یہ عورتیں فلاں گھر میں جمع ہوں پھر حضرت عمر بن خطابؓ کو وہاں بھیجا آپ دروازے پر کھڑے ہو گئے اور سلام کیا ہم نے آپ کے سلام کا جواب دیا پھر فرمایا میں رسول اللہ ﷺ کا قاصد ہوں ہم نے کہا رسول اللہ کو بھی مرحبا ہو اور آپ کے قاصد کو بھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ میں تمہیں حکم کروں کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ کرنے پر چوری اور نہ ناکاری سے بچنے پر بیعت کرو ہم نے کہا ہم بجاہر ہیں اور اقرار کرتی ہیں چنانچہ آپ نے وہیں باہر کھڑے کھڑے اپنا ہاتھ اندر کی طرف بڑھا دیا اور ہم نے اپنے ہاتھ اندر سے باہر اندر ہی اندر بڑھائے پھر آپ نے فرمایا یا اللہ! گووارہ پھر ہمیں حکم ہوا کہ دونوں عیدوں میں ہم اپنی چاندھ عورتوں اور جوان کنواری لڑکیوں کو لے جایا کریں ہم پر جود فرض نہیں ہمیں جنازوں کے ساتھ نہ جانا چاہئے۔ حضرت اسماعیل راوی حدیث فرماتے ہیں میں نے اپنی وادی صاحبہ حضرت ام عطیہ سے پوچھا کہ عورتیں معروف میں حضور کی نافرمانی نہ کریں اس سے کیا مطلب ہے؟ فرمایا یہ کہ نوحہ نہ کریں۔

بخاری مسلم میں ہے کہ جو کوئی مصیبت کے وقت اپنے کلوں پر تھپڑ مارے دامن چاک کرے اور جاہلیت کے وقت کی ہائی دہائی مچائے وہ ہم میں سے نہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس سے بری ہیں جو گلہ پھاڑ پھاڑ کر ہائے وائے کرے ہال نوچے یا منڈوائے اور کپڑے مچاڑے یا دامن چیرے۔ ابو یعلیٰ میں ہے کہ میری امت میں چار کام جاہلیت کے ہیں جنہیں وہ نہ چھوڑیں گے حسب نسب پر فخر کرنا انسان کو اس کے نسب کا طعن دینا ستاروں سے بارش طلب کرنا اور میت پر نوحہ کرنا اور فرمایا نوحہ کرنے والی عورت اگر بے توبہ کئے مر جائے تو اسے قیامت کے دن گندھک کا بیڑا ہن پر تاپا جائے گا اور کھلی کی چادر اڑھائی جائے گی۔ مسلم شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ نے

نوحہ کرنے والیوں پر اور نوے کوکان لگا کر سننے والیوں پر لعنت فرمائی۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ معروف میں نافرمانی نہ کرنے سے مراد نوحہ نہ کرنا ہے۔ یہ حدیث ترمذی کی کتاب التفسیر میں بھی ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے حسن غریب کہتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ
قَدْ يَكْسِبُوا مِنَ الْآخِرَةِ كَمَا يَكْسِبُ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ
الْقُبُورِ ۚ

اے مسلمانو! تم اس قوم سے دوستی نہ رکھو جن پر اللہ کا غضب نازل ہو چکا ہے جو آخرت سے اس طرح مایوس ہو چکے ہیں جیسے کہ مردہ اہل قبر کا فرنا امید ہیں ○

کفار سے دلی دوستی کی ممانعت : ☆☆ (آیت: ۱۳) اس سورت کی ابتدا میں جو حکم تھا وہی انتہا میں بیان ہو رہا ہے کہ یہود و نصاریٰ اور دیگر کفار سے جن پر خدا کا غضب اور اس کی لعنت اتر چکی ہے اور خدا کی رحمت اور اس کی شفقت سے دور ہو چکے ہیں تم ان سے دوستانہ اور میل ملاپ نہ رکھو وہ آخرت کے ثواب سے اور وہاں کی نعمتوں سے ایسے ناامید ہو چکے ہیں جیسے قبروں والے کافر۔ اس پچھلے جملے کے دو معنی کئے گئے ہیں ایک تو یہ کہ جیسے زندہ کافر اپنے مردہ کافروں کے دوبارہ زندہ ہونے سے مایوس ہو چکے ہیں دوسرے یہ کہ جس طرح مردہ کافر ہر بھلائی سے ناامید ہو چکے ہیں وہ مر کر آخرت کے احوال دیکھ چکے اور اب انہیں کسی قسم کی بھلائی کی توقع نہیں رہی۔ الحمد للہ سورہ سورۃ تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ الصاف

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم صحابہ ایک دن بیٹھے آپس میں یہ تذکرہ کر رہے تھے کہ کوئی جائے اور رسول اللہ ﷺ سے یہ دریافت کرے کہ خدا کو سب سے زیادہ محبوب عمل کون سا ہے؟ مگر ابھی کوئی کھڑا بھی نہ ہوا تھا کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کا قاصد پہنچا اور ہم میں سے ایک ایک کو بلا کر حضور کے پاس لے گیا جب ہم سب جمع ہو گئے تو آپ نے اس پوری سورت کی تلاوت کی (مسند احمد) (اس میں ذکر ہے کہ جہاد سب سے زیادہ محبوب خدا ہے) ابن ابی حاتم کی اس حدیث میں ہے کہ ہم حضور سے سوال کرتے ہوئے ڈرے اور اس میں یہ بھی ہے کہ جس طرح حضور نے پوری سورت پڑھ کر سنائی تھی اسی طرح اس روایت بیان کرنے والے صحابی نے تابعی کو پڑھ کر سنائی اور تابعی نے اپنے شاگرد کو اور اس نے اپنے شاگرد کو اسی طرح آخریک - ایک اور روایت میں ہے کہ ہم نے کہا تھا اگر ہمیں ایسے عمل کی خبر ہو جائے تو ہم ضرور اس پر عامل ہو جائیں مجھ سے میرے استاد الشیخ المسند ابو العباس احمد بن ابوطالب الحجاز نے بھی اپنی سند سے یہ حدیث بیان کی ہے اور اس میں بھی مسلسل ہر استاد کا اپنے شاگرد کو یہ سورت پڑھ کر سنانا مروی ہے یہاں تک کہ میرے استاد نے بھی اپنے استاد سے اسے سنا ہے لیکن چونکہ وہ خود امی تھے اور اسے یاد کرنے کا انہیں وقت نہیں ملا اس لیے انہوں نے مجھے پڑھ کر نہیں سنائی لیکن الحمد للہ میرے دوسرے استاد حافظ کبیر ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان نے اپنی سند سے یہ حدیث مجھے پڑھاتے وقت یہ سورت بھی پوری پڑھ کر سنائی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ
 الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا
 تَفْعَلُوْنَ ۝ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا
 تَفْعَلُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهِ
 صَفًا کَاَنَّهُمْ بُنِیَآءٌ مَّرْصُوعٌ ۝

شفیق و مہربان معبود حق تعالی کے نام سے شروع ○

زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے اور وہی غالب حکمت والا ہے ○ اے مسلمانو! تم وہ بات کیوں کہو؟ جو نہ کرو ○ تم جو نہ کرو اس کا کہنا اللہ کو سخت ناپسند ہے ○ بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اس کی راہ میں صف بستہ جہاد کرتے ہیں گویا کہ وہ سیدھے پلائی ہوئی عمارت ہیں ○

ایمانی عہد ایمان کی علامت ہے اور صف اتحاد کی علامت ☆ ☆ (آیت ۱-۴) پہلی آیت کی تفسیر کئی بار گذر چکی ہے اب پھر اس کا اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ پھر ان لوگوں پر انکار ہوتا ہے جو کہیں وہ نہ کریں وعدہ کریں اور وفانہ کریں۔ بعض علماء سلف نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ وعدہ کا پورا کرنا مطلقاً واجب ہے جس سے وعدہ کیا ہے خواہ وہ تاکید کرے یا نہ کرے ان کی دلیل صحیحین کی یہ حدیث بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا منافق کی تین عادتیں ہوتی ہیں (۱) جب وعدہ کرے خلاف کرے (۲) جب بات کرے جھوٹ بولے (۳) جب امانت دیا جائے خیانت کرے۔ ایک دوسری صحیح حدیث میں ہے چار باتیں جس میں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان چار میں سے ایک ہو اس میں ایک خصلت نفاق کی ہے جب تک اسے نہ چھوڑے ان میں ایک عادت وعدہ خلافی کی ہے۔ شرح صحیح بخاری کی ابتدا میں ہم نے ان دونوں حدیثوں کی پوری تشریح کر دی ہے۔ فالحمد للہ۔ اسی لئے یہاں بھی اس کی تاکید میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات سخت ناپسند ہے کہ تم وہ کہو جو خود نہ کرو۔ مسند احمد اور ابوداؤد میں حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ آئے میں اس وقت چھوٹا بچہ تھا کھیل کود کے لئے جانے لگا تو میری والدہ نے مجھے آواز دے کر کہا ادھر آ کچھ دوں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کچھ دینا بھی چاہتی ہو؟ میری والدہ نے کہا ہاں حضور! کھجوریں دوں گی۔ آپ نے فرمایا پھر تو خیر ذر نہ یاد رکھو کچھ نہ دہینے کا ارادہ ہوتا اور یوں کہتیں تو تم پر ایک جھوٹ لکھا جاتا۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب وعدے کے ساتھ وعدہ پورا کرنے کی تاکید کا تعلق ہو تو اس وعدے کو وفا کرنا واجب ہو جاتا ہے مثلاً کسی شخص نے کسی سے کہہ دیا کہ تو نکاح کر لے اور اتنا اتنا ہر روز میں تجھے دیتا رہوں گا۔ اس نے نکاح کر لیا تو جب نکاح باقی ہے اس شخص پر واجب ہے کہ اسے اپنے وعدے کے مطابق دیتا رہے۔ اس لئے کہ اس میں آدمی کے حق کا تعلق ثابت ہو گیا جس پر اس سے باز پرس سختی کے ساتھ ہو سکتی ہے۔

کیا ایفائے عہد واجب ہے؟ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ایفائے عہد مطلق واجب ہی نہیں اس آیت کا جواب وہ یہ دیتے ہیں کہ جب لوگوں نے جہاد کی فریضت کی خواہش کی اور فرض ہو گیا تو اب بعض لوگ دیکھنے لگے جس پر یہ آیت اتری۔ جیسے اور جگہ ہے اَلَمْ تَرَ اِلٰی الَّذِیْنَ قِیلَ

لَهُمْ حُكْمًا أَيْدِيكُمْ اِخ، یعنی کیا تو نے انہیں نہ دیکھا جن سے کہا گیا تم اپنے ہاتھ روکو اور نماز و زکوٰۃ کا خیال رکھو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں ایسے لوگ بھی نکل آئے جو لوگوں سے اس طرح ڈرنے لگے جیسے خدا سے ڈرتے ہیں بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ کہنے لگے پروردگار! تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا؟ کیوں ہمیں ایک وقت مقرر تک پیچھے نہ چھوڑا جو قریب ہی تو ہے تو کہہ دے کہ اسباب دنیا تو بہت ہی کم ہیں ہاں پرہیزگاروں کے لئے آخرت بہترین چیز ہے تم پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا تم کہیں بھی ہو تمہیں موت و حوض نکالے گی گوتم مضبوط مخلوق میں ہو۔ دوسری جگہ ہے وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَزُلْ سُوْرَةُ اِخ، یعنی مسلمان کہتے ہیں کیوں کوئی سورت نہیں اتاری جاتی؟ پھر جب کوئی محکم سورت اتاری جاتی ہے اور اس میں لڑائی کا ذکر ہوتا ہے تو تو دیکھ گے کہ پیار دل والے تیری طرف اس طرح دیکھیں گے جیسے وہ دیکھتا ہے جس پر موت کی بیہوشی ہو۔ اسی طرح کی یہ آیت بھی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض مومنوں نے جہاد کی فریضت سے پہلے کہا کہ کیا ہی اچھا ہوتا اللہ تعالیٰ ہمیں وہ عمل بتلاتا جو اسے سب سے زیادہ پسند ہوتا کہ ہم اس پر عامل ہوتے پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو خبر کی کہ سب سے زیادہ پسندیدہ عمل میرے نزدیک ایمان ہے جو شک و شبہ سے پاک ہو اور بے ایمانوں سے جہاد کرنا ہے تو بعض مسلمانوں پر یہ بھاری پڑا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ وہ ہاتھیں زبان سے کیوں نکالتے ہو جنہیں کرتے نہیں۔ امام ابن جریر اسی کو پسند فرماتے ہیں۔ حضرت مقاتل بن حیان فرماتے ہیں کہ مسلمانوں نے کہا اگر ہمیں معلوم ہو جاتا کہ کس عمل کو اللہ تعالیٰ بہت پسند فرماتا ہے تو ہم ضرور وہ عمل بجالاتے۔ اس پر اللہ عز و جل نے وہ عمل بتایا کہ میری راہ میں مضیض باندھ کر مضبوطی کے ساتھ جم کر جہاد کرنے والوں کو میں بہت پسند فرماتا ہوں پھر احد والے دن ان کی آزمائش ہو گئی اور لوگ پینچہ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے جس پر یہ فرمان عالی شان اتر ا کہ کیوں وہ کہتے ہو جو کر نہیں دکھاتے؟

منافق جو کرتے نہیں وہ کہتے ہیں: ☆☆☆ بعض حضرات فرماتے ہیں یہ ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو کہیں ہم نے جہاد کیا اور حالانکہ جہاد نہ کیا ہو کہہ دیں کہ ہم ڈھی ہوئے اور ہوئے نہ ہوں کہہ دیں کہ ہم پر مار پڑی اور پڑی نہ ہو کہہ دیں کہ ہم قید کئے گئے اور قید نہ کئے گئے ہوں۔ ابن زید فرماتے ہیں اس سے مراد منافق ہیں کہ مسلمانوں کی مدد کا وعدہ کرتے لیکن وقت پر پورا نہ کرتے۔ زید بن اسلم جہاد مراد لیتے ہیں۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں ان کہنے والوں میں حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے جب آیت اتری اور معلوم ہوا کہ جہاد سب سے زیادہ عمدہ عمل ہے تو آپ نے عہد کر لیا کہ میں تو اب بے لے کر مرتے دم تک اللہ کی راہ میں اپنے تئیں وقف کر چکا چنانچہ اسی پر قائم بھی رہے یہاں تک کہ نبی سبیل اللہ شہید ہو گئے۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بصرہ کے قاریوں کو ایک مرتبہ بلوایا تو تین سو قاری ان کے پاس آئے جن میں سے ہر ایک قاری قرآن تھا پھر فرمایا تم اہل بصرہ کے قاری اور ان میں سے بہترین لوگ ہو سو ہم ایک سورت پڑھتے تھے جو سحاح کی سورتوں کے مشابہ تھی پھر ہم اسے بھلا دیے گئے ہاں مجھے اس میں سے اتنا یاد رہ گیا يٰۤاَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ فَنُكْتَبْ شَهَادَةً فِيْۤىۡۤ اَعْنَاقِكُمْ فَنُصَلِّوْۤىۡۤ عَنْهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ یعنی اے ایمان والو! وہ کیوں کہہ جو نہ کر دہمرد لکھا جائے اور تمہاری گردنوں میں بطور گواہ لٹکا دیا جائے پھر قیامت کے دن اس کی بابت باز پرس ہو۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کے محبوب وہ لوگ ہیں جو مضیض باندھ کر دشمنان اللہ کے مقابلے میں ڈٹ جاتے ہیں تاکہ اللہ کا بول بالا ہو اسلام کی حفاظت ہو اور دین کا غلبہ ہو۔ مسند میں ہے تین قسم کے لوگوں کی تین حالتیں ہیں جنہیں دیکھ کر اللہ تبارک و تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور نرس دیتا ہے رات کو اٹھ کر تہجد پڑھنے والے نماز کے لئے مضیض باندھنے والے میدان جنگ میں صف بندی کرنے والے۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضرت مطرف فرماتے ہیں مجھے بہ

روایت حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک حدیث پہنچی تھی میرے جی میں تھا کہ خود حضرت ابو ذرؓ سے مل کر یہ حدیث آئے سانسے کن لوں؟ چنانچہ ایک مرتبہ جا کر آپ سے ملاقات کی اور واقعہ بیان کیا آپ نے خوشنودی کا اظہار فرما کر کہا وہ حدیث کیا ہے؟ میں نے کہا یہ کہ اللہ تعالیٰ تین شخصوں کو دشمن جانتا ہے اور تین کو دوست رکھتا ہے۔ فرمایا ہاں میں اپنے غلیل حضرت محمد ﷺ پر جھوٹ نہیں بول سکتا فی الواقع آپ نے ہم سے یہ حدیث بیان فرمائی ہے۔ میں نے پوچھا وہ تین کون ہیں؟ جنہیں اللہ تعالیٰ محبوب جانتا ہے فرمایا ایک تو وہ جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے خالص اللہ کی خوشنودی کی نیت سے نکلے دشمن سے جب مقابلہ ہو تو دلیرانہ جہاد کرے تم اس کی تصدیق خود کتاب اللہ میں بھی دیکھ سکتے ہو پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی اور پھر پوری حدیث بیان کی۔ ابن ابی حاتم میں یہ حدیث اسی طرح ان ہی الفاظ میں آتی ہی آئی ہے۔ ہاں ترمذی اور نسائی میں پوری حدیث ہے اور ہم نے بھی اسے دوسری جگہ پوری وارد کیا ہے فالحمد للہ۔

صف بندی تعلیم ربانی: ☆ ☆ حضرت کعب احبار سے ابن ابی حاتم میں منقول ہے اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے آپ میرے بندے متوکل اور پسندیدہ ہیں بدخلق بد زبان بازاروں میں شور و غل کرنے والے نہیں برائی کا بدلہ برائی سے نہیں لیتے بلکہ درگزر کے معاف کر دیتے ہیں جائے پیدائش آپ کی مکہ ہے جائے ہجرت طابہ ہے ملک آپ کا شام ہے امت آپ کی بکثرت حمد الہی کرنے والی ہے ہر حال میں اور ہر منزل میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتے رہتے ہیں صبح کے وقت ذکر اللہ میں ان کی پست آوازیں برابر سنائی دیتی ہیں جیسے شہد کی مکھڑوں کی بھن بھناہٹ۔ اپنے ناخن اور مونچھیں کترتے ہیں اور اپنے تہبند اپنی آدمی پٹلیوں تک باندھتے ہیں ان کی صفیں میدان جہاد میں ایسی ہوتی ہیں جیسی نماز میں پھر حضرت کعب نے اسی آیت کی تلاوت کی پھر فرمایا سورج کی تمکبانی کرنے والے جہاں وقت نماز آ جائے نماز ادا کر لینے والے گوسواری پر ہوں۔ حضرت سعد بن جبیرؓ فرماتے ہیں جب تک حضور ﷺ صفیں نہ بندھو! دشمن سے لڑائی شروع نہیں کرتے تھے۔ پس صف بندی کی تعلیم مسلمانوں کو اللہ کی دی ہوئی ہے ایک دوسرے سے ملار ہے ثابت قدم رہے اور ہلے نہیں ایک دوسرے سے ملا ہوا کھڑا ہے تم نہیں دیکھتے کہ عمارت کا بنانا والا نہیں چاہتا کہ اس کی عمارت میں کہیں اونچ نیچ ہو میزھی ترچھی ہو یا سورخ رہ جائیں اسی طرح اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ اس کے امر میں اختلاف ہو میدان جنگ میں اور بوقت نماز مسلمانوں کی صف بندی خود اس نے کی ہے پس تم اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرو جو احکام بجالا گئے اس کے لئے عصمت اور بچاؤ ثابت ہے۔ ابو بکر یہ فرماتے ہیں مسلمان گھوڑوں پر سوار ہو کر لڑنا پسند نہیں کرتے تھے انہیں تو یہ اچھا معلوم ہوتا تھا کہ زمین پر پیدل صفیں بنا کر آئے سانسے کا مقابلہ کریں آپ فرماتے ہیں جب تم مجھے دیکھو کہ میں نے صف میں سے ادھر ادھر توجہ کی تو تم جو چاہو ملا مت کرنا اور برا بھلا کہنا۔

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يُقَوْمِ لِمَ تُوذُّونَنِي وَقَدْ تَعْلَمُونَ
أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاعَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ
وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿٥﴾

یاد رکھو موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم کہ لوگو! تم مجھے کیوں ستارہ ہو حالانکہ تمہیں بخوبی معلوم ہے کہ میں تمہاری جانب اللہ کا رسول ہوں پس جب وہ لوگ نیز مے ہی رہے تو اللہ نے ان کے دلوں کو اور نیز مے حاکم کر دیا اللہ تعالیٰ ایسی نافرمان قوم کو ہدایت نہیں دیتا O

حضرت عیسیٰؑ کی طرف سے خاتم الانبیاءؑ کی پیشین گوئی: ☆ ☆ (آیت: ۵) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کلیم اللہ حضرت موسیٰ بن عمران

مَكْنُونًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ اَلْحُجُوجُ رُودِي كَرْتے ہیں اس رسول نبی امی کی جنہیں اپنے پاس لکھا ہوا پاتے ہیں توراۃ میں بھی اور انجیل میں بھی ایک اور جگہ فرمان ہے وَ اِذْ اخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ اَلْحُ اللّٰہ تعالیٰ نے جب نبیوں سے عہد لیا کہ جب کبھی میں تمہیں کتاب و حکمت دوں پھر تمہارے پاس میرا رسول آئے جو اسے سچا تا ہو جو تمہارے ساتھ ہے تو تم اس پر ضرور ایمان لاؤ گے اور اس کی ضرورت دہ کرو گے کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو اور اس پر میرا عہد لیتے ہو؟ سب نے کہا ہمیں اقرار ہے۔ فرمایا بس گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

ہر نبی سے آخری نبی کی پیروی کا عہد: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کوئی نبی اللہ تعالیٰ نے ایسا مبعوث نہیں فرمایا جس سے یہ اقرار نہ لیا ہو کہ ان کی زندگی میں اگر حضرت محمد ﷺ مبعوث کئے جائیں تو وہ آپ کی تابعداری کرے بلکہ ہر نبی سے یہ وعدہ بھی لیا جاتا رہا کہ وہ اپنی اپنی امت سے بھی عہد لے لیں۔ ایک مرتبہ صحابہؓ نے دریافت کیا کہ حضورؐ آپ ہمیں اپنی خبر سنائیے آپ نے فرمایا میں اپنے باپ حضرت ابراہیم کی دعا ہوں اور حضرت عیسیٰ کی خوش خبری ہوں میری والدہ کا جب پاؤں بھاری ہوا تو خواب میں دیکھا کہ گویا ان میں سے ایک نور نکلا ہے جس سے شام کے شہر بصری کے محلات چمک اٹھے (ابن اسحاق) اس کی سند عمدہ ہے اور دوسری سندوں سے اس کے شواہد بھی ہیں۔ مسند احمد میں ہے میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین تھا۔ درآ نکلی کہ حضرت آدم اپنی مٹی میں گندھے ہوئے تھے میں تمہیں اس کی ابتداء سنائوں میں اپنے والد حضرت ابراہیم کی دعا حضرت عیسیٰ کی بشارت اور اپنی ماں کا خواب ہوں انبیاء کی والدہ اسی طرح خواب دکھائی جاتی ہیں۔

نجاشی کا دربار: مسند احمد میں اور سند سے بھی اسی کے قریب روایت مروی ہے۔ مسند کی اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نجاشی بادشاہ حبشہ کے ہاں بھیج دیا تھا ہم تقریباً اسی (۸۰) آدمی تھے ہم میں حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت جعفر حضرت عبداللہ بن رواحہ حضرت عثمان بن مظعون، حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہم وغیرہ بھی تھے۔ ہمارے یہاں پہنچنے پر قریش نے یہ خبر پا کر ہمارے پیچھے اپنی طرف سے بادشاہ کے پاس اپنے دو سفیر بھیجے عمرو بن عاص اور عمارہ بن ولید ان کے ساتھ دربار شامی کے لئے تھے بھی بھیجے جب یہ آئے تو انہوں نے بادشاہ کے سامنے سجدہ کیا پھر دائیں بائیں گھوم کر بیٹھ گئے پھر اپنی درخواست پیش کی کہ ہمارے کنبے قبیلہ کے چند لوگ ہمارے دین کو چھوڑ کر ہم سے بھاگ کر آپ کے ملک میں چلے آئے ہیں ہماری قوم نے ہمیں اس لئے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ آپ انہیں ہمارے حوالے کر دیجئے۔ نجاشی نے پوچھا وہ کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا ہمیں اسی شہر میں ہیں حکم دیا کہ انہیں حاضر کر دو چنانچہ یہ مسلمان صحابہ دربار میں آئے۔ ان کے خطیب اس وقت حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے باقی لوگ ان کے ماتحت تھے یہ جب آئے تو انہوں نے سلام تو کیا لیکن سجدہ نہیں کیا۔ درباریوں نے کہا تم بادشاہ کے سامنے سجدہ کیوں نہیں کرتے؟ جواب ملا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سجدہ نہیں کرتے۔ پوچھا گیا کیوں؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول ہماری طرف بھیجا اور اس رسول نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سجدہ نہ کریں اور حضورؐ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم نمازیں پڑھتے ہیں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اب عمرو بن عاص سے نہ رہا گیا کہ ایسا نہ ہوا ان باتوں کا اثر بادشاہ پر پڑے درباریوں اور خود بادشاہ کو بھڑکانے کے لئے وہ بیچ میں بول پڑا کہ حضور ان کے اعتقاد حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کے بارے میں آپ لوگوں سے بالکل مخالف ہیں اس پر بادشاہ نے پوچھا بتلاؤ تم حضرت عیسیٰ کے اور ان کی والدہ کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا ہمارا عقیدہ اس بارے میں وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں ہمیں تعلیم فرمایا کہ وہ کلمۃ اللہ ہیں روح اللہ ہیں جس روح کو اللہ تعالیٰ کنواری مریمؑ پر تولی علیہا السلام کی طرف القا کیا جو کنواری تھیں جنہیں کسی انسان نے ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا نہ انہیں بچہ ہونے کا کوئی موقع تھا۔ بادشاہ نے یہ سن کر زمین

سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا اے حبشہ کے لوگو! اور اے واعظو! عالمو! درویشو! ان کا اور ہمارا اس کے بارے میں ایک ہی عقیدہ ہے۔ اللہ کی قسم ان کے اور ہمارے عقیدے میں اس تنکے جتنا بھی فرق نہیں۔ اے جماعت مہاجرین! تمہیں مرحبا ہو اور اس رسول کو بھی مرحبا ہو جن کے پاس سے تم آئے ہو میری گواہی ہے کہ وہ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ وہی ہیں جن کی پیش گوئی ہم نے انجیل میں پڑھی ہے اور یہ وہی ہیں جن کی بشارت ہمارے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی ہے میری طرف سے تمہیں عام اجازت ہے جہاں چاہو رہو سہو اللہ کی قسم اگر ملک کی اس جھنجٹ سے میں آزاد ہوتا تو میں قطعاً حضور کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ آپ کی جوتیاں اٹھاتا۔ آپ کی خدمت کرتا اور آپ کو وضو کرتا۔ اتنا کہہ کر حکم دیا کہ یہ دونوں قریشی جو تھکے لے کر آئے ہیں وہ انہیں واپس کر دیا جائے۔ ان مہاجرین کرام میں سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تو جلد ہی حضورؐ سے آئے جنگ بدر میں بھی آپ نے شرکت کی۔ اس شاہ حبشہ کے انتقال کی خبر جب حضورؐ کو پہنچی تو آپ نے ان کے لئے بخشش کی دعا مانگی۔ یہ پورا واقعہ حضرت جعفر اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے تفسیری موضوع ہے چونکہ یہ الگ چیز ہے اس لئے ہم نے اسے یہاں مختصر وار کر دیا مزید تفصیل سیرت کی کتابوں میں ملاحظہ ہو ہمارا مقصود یہ ہے کہ عالی جناب حضور محمد مصطفیٰ ﷺ کی بابت اگلے انبیاء کرام علیہم السلام برابر پیشگوئیاں کرتے رہے اور اپنی امت کو اپنی کتاب میں سے آپ کی صفات سناتے رہے اور آپ کی اتباع اور نصرت کا انہیں حکم کرتے رہے ہاں آپ کے امر کی شہرت حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا کے بعد ہوئی جو تمام انبیاء کے باپ تھے اسی طرح مزید شہرت کا باعث حضرت عیسیٰ کی بشارت ہوئی جس حدیث میں آپ نے سائل کے سوال پر اپنے امر نبوت کی نسبت دعائے خلیل اور نوید مسیح کی طرف کی ہے۔ اس سے یہی مراد ہے ان دونوں کے ساتھ آپ کا اپنی والدہ محترمہ کے خواب کا ذکر کرنا اس لئے تھا کہ اہل مکہ میں آپ کی شروع شہرت کا باعث یہ خواب تھا اللہ تعالیٰ آپ پر بے شمار درود و رحمت بھیجے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ باوجود اس قدر شہرت اور باوجود انبیاء کی متواتر پیش گوئیوں کے بھی جب آپ روشن دلیلیں لے کر آئے تو مخالفین نے اور کافروں نے کہہ دیا کہ یہ تو صاف صاف جاوہ ہے۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعَىٰ
إِلَى الْإِسْلَامِ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٥٠﴾
يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ ۚ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ
كَرِهَ الْكَافِرُونَ ﴿٥١﴾ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ
وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴿٥٢﴾

اس شخص سے زیادہ ظالم اور کون ہے؟ جو اللہ پر جھوٹ افتر کرے حالانکہ وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے اور اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا ﴿۵۰﴾ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچانے والا ہے گو کافر بمانیں ﴿۵۱﴾ وہی جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور چار دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اسے اور تمام مذاہب پر غالب کر دے اگرچہ مشرکین ناخوش ہوں ﴿۵۲﴾

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا: ﴿۵۱﴾ (آیت ۷۰-۹۰) ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افتر کرے اور اس کے شریک و شہیم مقرر کرے اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں اگر یہ شخص بے خبر ہوتا جب بھی ایک بات سنی یہاں تو یہ حالت ہے کہ وہ تو حید اور اخلاص کی

طرف برابر بلایا جا رہا ہے، بھلا ایسے ظالموں کی قسمت میں ہدایت کہاں؟ ان کفار کی چاہت تو یہ ہے کہ حق کو باطل سے رد کر دیں۔ ان کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے کوئی سورج کی شعاع کو اپنے منہ کی پھونک سے بے نور کرنا چاہے جس طرح یہ محال ہے کہ اس کے منہ کی پھونک سے سورج کی روشنی جاتی رہے اسی طرح یہ بھی محال ہے کہ خدا کا دین ان کفار سے رد ہو جائے اللہ تعالیٰ فیصلہ کر چکا ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا کر کے ہی رہے گا کافر برا نہیں تو مانتے رہیں۔ اس کے بعد اپنے رسول اور اپنے دین کی حقانیت کو واضح فرمایا ان دونوں آیتوں کی پوری تفسیر سورہ برات میں گذر چکی ہے۔ فالحمد للہ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِّنْ عَذَابِ أَلِيمٍ ۖ تُوْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۖ يَعْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسْكِنٌ طَيِّبٌ فِي جَنَّاتٍ عَدْنٍ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۖ وَآخَرَىٰ تُحِبُّونَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ وَبَشِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ۝

اے ایمان والو! کیا میں تمہیں وہ تجارت بتلاؤں؟ جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے؟ ○ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم میں علم ہو ○ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور تمہیں ان جنتوں میں پہنچائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور صاف سحرے گھروں میں جو جنت عدن میں ہوں گے یہی ہے بہت بڑی کامیابی ○ اور تمہیں ایک دوسری نعمت بھی دے گا جسے تم چاہتے ہو وہ اللہ کی مدد اور جلدی فتح پائی ہے ایمانداروں کو خوشخبری دے دو ○

سوفیصد نفیع بخش تجارت ☆ ☆ (آیت ۱۰-۱۳) حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث پہلے گذر چکی ہے کہ صحابہ نے حضورؐ سے یہ پوچھا چاہا کہ سب سے زیادہ محبوب عمل اللہ تعالیٰ کو کون سا ہے؟ اس پر اللہ عزوجل نے یہ سورت نازل فرمائی جس میں فرمایا ہے کہ آؤ میں تمہیں ایک سراسر نفیع والی تجارت بتلاؤں جس میں گھانے کی کوئی صورت ہی نہیں جس سے مقصود حاصل اور زر آمل ہو جائے گا۔ وہ یہ ہے کہ تم اللہ کی وحدانیت اور اس کے رسول کی رسالت پر ایمان لاؤ اپنا جان بال اس کی راہ میں قربان کرنے پر تیار جاؤ جان بوجہ یہ دنیا کی تجارت اور اس کے لئے کدو کاوش کرنے سے بہت ہی بہتر ہے اگر اس میری بتلائی ہوئی تجارت کے تاجر تم بن گئے تو تمہاری ہر لغزش سے ہر گناہ سے میں درگزر کروں گا اور جنتوں کے پاکیزہ محلات میں اور بلند و بالا درجوں میں تمہیں بیچاؤں گا تمہارے بالا خانوں اور ان بیٹھکی والے باغات کے درختوں تلے سے صاف شفاف نہریں پوری روانی سے جاری ہوں گی یقین مانو کہ زبردست کامیابی اور اعلیٰ مقصدوری یہی ہے اچھا اس سے بھی زیادہ سنو تم جو ہمیشہ دشمنوں کے مقابلہ پر میری مدد طلب کرتے رہتے ہو اور اپنی فتح چاہتے ہو میرا وعدہ ہے کہ یہ بھی تمہیں دوں گا۔ ادھر مقابلہ ہوا ادھر فتح ہوئی ادھر سامنے آئے ادھر فتح و نصرت نے رکاب ہوسی کی۔ ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ”ایمان والو! اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں

ثابت قدمی عنایت فرمائے گا۔“ ایک جگہ فرمان ہے وَلَیْسَ ضَرْبُ اللَّهِ مَنْ یَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِیُّ عَزِیزٌ یعنی ”یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا جو اللہ کے دین کی مدد کرے“ بیشک اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا اور غیر فانی عزت والا ہے۔“ یہ مدد اور یہ فتح دنیا میں اور وہ جنت اور نعمت آخرت میں ان لوگوں کے حصہ میں ہے جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی اطاعت میں لگے رہیں اور دین ربانی کی خدمت میں جان و مال سے دریغ نہ کریں اسی لئے فرمایا کہ اے نبی! ان ایمان والوں کو میری طرف سے یہ خوش خبری پہنچا دو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِحَوَارِيٍّ مِنْ أَنْصَارِيٍّ إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ فَأَمَنْتَ طَائِفَةٌ مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرْتُ طَائِفَةٌ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عُدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ

اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کے مددگار بن جاؤ جس طرح حضرت مریمؑ کے بیٹے حضرت عیسیٰؑ نے حواریوں سے فرمایا کہ کون ہے جو اللہ کی راہ میں میرا مددگار ہے؟ حواریوں نے کہا ہم اللہ کی راہ کے مددگار ہیں پس بنی اسرائیل میں سے ایک جماعت تو ایمان لائی اور ایک جماعت نے کفر کیا ہم نے مومنوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلہ پر تائید کی پس وہ غالب آ گئے ○

عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ حواریوں کی رواد: ☆ ☆ (آیت: ۱۳) اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ ہر آن اور ہر لمحہ جان و مال، عزت و ابر و قول و فعل، نقل و حرکت اور دل و زبان سے اللہ کی اور اس کے رسول کی تمام باتوں کی تعمیل میں رہیں پھر مثال دیتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام نے تابعداروں کو دیکھو کہ حضرت عیسیٰؑ کی آواز پر فوراً ایک پکار اٹھے اور ان کے اس کہنے پر کہ کوئی ہے جو اللہ کی باتوں میں میری امداد کرے انہوں نے بلا غور و غلی الغور کہہ دیا کہ ہم سب آپ کے ساتھی ہیں اور دین اللہ کی امداد میں آپ کے تابع ہیں چنانچہ روح اللہ علیہ صلوات اللہ نے اسرا نیلیوں اور یونانیوں میں انہیں مبلغ بنا کر شام کے شہروں میں بھیجا۔ حج کے دنوں میں سرورِ رسل ﷺ بھی فرمایا کرتے تھے کہ کوئی ہے جو مجھے جگہ دے تاکہ میں اللہ کی رسالت کو پہنچا دوں، قریش تو مجھے رب کا پیغام پہنچانے سے روک رہے ہیں چنانچہ اہل مدینہ کے قبیلے اوس و خزرج کو اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت ابدی بخشی۔ انہوں نے آپ سے بیعت کی آپ کی باتیں قبول کیں اور مضبوط عہد و پیمان کئے کہ اگر آپ ہمارے ہاں آ جائیں تو پھر کسی سرخ و سیاہ کی طاقت نہیں جو آپ کو دکھ پہنچائے ہم آپ کی طرف سے جائیں لڑا دیں گے اور آپ پر کوئی آج نہ آنے دیں گے پھر جب حضورؐ اپنے ساتھیوں کو لے کر ہجرت کر کے ان کے ہاں گئے تو فی الواقع انہوں نے اپنے کہے کو پورا کر دکھایا اور اپنی زبان کی پاسداری کی۔ اسی لئے انصار کے معزز لقب سے ممتاز ہوئے اور یہ لقب گویا ان کا امتیازی نام بن گیا۔ اللہ ان سے خوش ہوا اور انہیں بھی پامنازی کرے آئیں! جبکہ حواریوں کو لے کر آپ دین اللہ کی تبلیغ کے لئے کھڑے ہوئے تو بنی اسرائیل کے کچھ لوگ تو راہِ راست پر آ گئے اور کچھ لوگ نہ آئے بلکہ آپ کو اور آپ کی والدہ ماجدہ طاہرہ کو بدترین برائی کی طرف منسوب کیا۔ ان یہودیوں پر خدا کی پھینکار پڑی اور ہمیشہ کے لئے راندہ درگاہ بن گئے پھر ماننے والوں میں سے بھی ایک جماعت ماننے میں ہی حد سے گزر گئی اور انہیں ان کے درجے سے بہت بڑھا دیا پھر اس گروہ میں بھی کئی گروہ ہو گئے۔ بعض تو کہنے لگے کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں بعض نے

کہا تین میں کے تیسرے ہیں یعنی باپ بیٹا اور روح القدس اور بعضوں نے تو آپ کو اللہ ہی مان لیا۔ ان سب کا ذکر سورہ نساء میں مفصل ملاحظہ ہو۔

سچے عیسائی: ☆ سچے ایمان والوں کی جناب باری نے اپنے آخر الزماں رسول کی بعثت سے تائید کی ان کے دشمن نصرانیوں پر انہیں غالب کر دیا حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب خدا کا ارادہ ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر چڑھالے آپ نہادھو کر اپنے اصحاب کے پاس آئے سرے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ یہ بارہ صحابہ تھے جو ایک گھر میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آتے ہی فرمایا تم میں وہ بھی ہیں جو مجھ پر ایمان لا چکے ہیں لیکن پھر میرے ساتھ کھڑ کریں گے اور ایک دو دفعہ نہیں بلکہ بارہ بارہ مرتبہ۔ پھر فرمایا تم میں سے کون اس بات پر آمادہ ہے کہ اس پر میری مشابہت ڈالی جائے اور وہ میرے بدلے قتل کیا جائے اور جنت میں میرے درجے میں میرا ساتھی بنے ایک نو جوان جو ان سب میں کم عمر تھا اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے آپ کو پیش کیا آپ نے فرمایا تم بیٹھ جاؤ پھر وہی بات کہی اب کی مرتبہ بھی کم عمر نو جوان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے حضرت عیسیٰ نے اب کی مرتبہ بھی انہیں بٹھا دیا پھر تیسری مرتبہ یہی سوال کیا اب کی مرتبہ بھی یہی نو جوان کھڑے ہوئے۔ آپ نے فرمایا بہتر اسی وقت ان کی شکل و صورت بالکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہو گئی اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی گھر کے ایک روزن سے آسمان کی طرف اٹھالے گئے اب یہودیوں کی فوج آئی اور انہوں نے اس نو جوان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمجھ کر گرفتار کر لیا اور قتل کر دیا اور سولی پر چڑھا دیا۔ اور حضرت عیسیٰ کی پیشین گوئی کے مطابق ان باقی کے گیارہ لوگوں میں سے بعض نے بارہ بارہ مرتبہ کفر کیا حالانکہ وہ اس سے پہلے ایماندار تھے۔

بنی اسرائیل کے تین گروہ: ☆ پھر بنی اسرائیل کے ماننے والے گروہ کے تین فرقے ہو گئے ایک فرقے نے تو کہا کہ خود خدا ہمارے درمیان بصورت مسیح تھا جب تک چاہا بارہا پھر آسمان پر چڑھ گیا انہیں یعقوبیہ کہا جاتا ہے۔ ایک فرقے نے کہا ہم میں اللہ کا بیٹا تھا جب تک اللہ نے چاہا اسے ہم میں رکھا اور جب چاہا اپنی طرف چڑھا لیا انہیں مسطوریہ کہا جاتا ہے۔ تیسری جماعت حق پر قائم رہی ان کا عقیدہ ہے کہ خدا کے بندے اور اس کے رسول حضرت عیسیٰ ہم میں تھے جب تک خدا کی چاہت رہی آپ ہم میں موجود رہے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھا لیا۔ یہ جماعت مسلمانوں کی ہے۔ پھر ان دونوں کافر جماعتوں کی طاقت بڑھ گئی اور انہوں نے ان مسلمانوں کو مار پیٹ کر قتل و غارت کرنا شروع کیا اور یہ دے دے ہوئے اور مغلوب ہی رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا پس بنی اسرائیل کی وہ مسلمان جماعت آپ پر بھی ایمان لائی اور ان کافر جماعتوں نے آپ سے بھی کفر کیا۔ ان ایمان والوں کی اللہ تعالیٰ نے مدد کی اور انہیں ان کے دشمنوں پر غالب کر دیا۔ آنحضرت ﷺ کا غالب آ جانا اور دین اسلام کا تمام ادیان کو مغلوب کر دینا ہی ان کا غالب آنا اور اپنے دشمنوں پر فتح پانا ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر ابن جریر اور سنن نسائی۔ پس یہ امت حق پر قائم رہ کر ہمیشہ تک غالب رہے گی یہاں تک کہ امر اللہ یعنی قیامت آجائے اور یہاں تک کہ اس امت کے آخری لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہو کر مسیح و جال سے لڑائی کریں گے جیسے کہ صحیح حدیثوں میں موجود ہے۔ واللہ اعلم۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سورہ صف کی تفسیر ختم ہوئی فالحمد للہ۔

تفسیر سورۃ الجمعہ

صحیح مسلم شریف میں حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کی نماز میں سورہ جمعہ اور سورہ منافقون پڑھا کرتے تھے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ الْمَلِكِ
الْقُدُّوسِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۝ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي
الْأُمَمِ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ
لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ ۚ وَهُوَ
الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ
ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝

آسمان و زمین کی ہر ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے جو بادشاہ نہایت پاک ہے غالب و باہکت ہے ۝ وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ سنانا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے یقیناً یہ اس سے پہلے کبھی گمراہی میں تھے ۝ اور دوسروں کے لئے بھی انہی میں سے جو اب تک ان سے نہیں ملے اور وہی ہے غالب و باہکت ۝ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے اپنا فضل دے اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل کا مالک ہے ۝

قرآن حکیم آفاقی کتاب ہدایت ہے: ☆☆ (آیت ۱-۳) اور جگہ بھی فرمایا ہے کہ کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی تسبیح اس کی حمد کے ساتھ نہ کرتی ہو۔ تمام مخلوق خواہ آسمان کی ہو خواہ زمین کی اس کی تعریفوں اور پاکیزگیوں کے بیان میں مصروف و مشغول ہے وہ آسمان و زمین کا بادشاہ اور ان دونوں میں اپنا پورا تصرف اور اہل حکم جاری کرنے والا ہے وہ تمام نقصانات سے پاک اور بے عیب ہے تمام صفات کمالیہ کے ساتھ موصوف ہے وہ عزیز و حکیم ہے اس کی تفسیر کئی بار گذر چکی ہے۔ اُمیہوں نے مراد عرب ہیں جیسے اور جگہ فرمان باری ہے وَقُلْ لِلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْأُمِّيِّينَ أَسْلَمْتُمْ الْحَاقَّ، یعنی تو اہل کتاب اور ان پڑھ لوگوں سے کہہ دے کہ کیا تم نے اسلام قبول کیا؟ اور وہ مسلمان ہو جائیں تو راہ راست پر ہیں اور اگر منہ پھیر لیں تو تجھ پر تو صرف پہنچا دینا ہے اور ہندوں کی پوری دیکھ بھال کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے یہاں عرب کا ذکر کرتا اس لئے نہیں کہ غیر عرب کی نفی ہو بلکہ صرف اس لئے کہ ان پر احسان و اکرام بہ نسبت دوسروں کے بہت زیادہ ہے۔ جیسے اور جگہ ہے وَإِنَّهُ لَرَبُّكَ لَكَ وَلِقَوْمِكَ یعنی تیرے لئے بھی نصیحت ہے اور تیری قوم کے لئے بھی یہاں بھی قوم کی خصوصیت نہیں کیونکہ قرآن کریم سب جہان والوں کے لئے نصیحت ہے۔ اسی طرح اور جگہ فرمان ہے وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ”اپنے قرابت دار کنبہ والوں کو زار دے“ یہاں بھی یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ کی تنبیہ صرف اپنے گھر والوں کے ساتھ ہی مخصوص ہے بلکہ عام ہے۔ ارشاد

باری ہے قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ ایک اور جگہ فرمان ہے لَا تَذَرُكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ یعنی "اس کے ساتھ میں تمہیں خبردار کر دوں اور ہر اس شخص کو جسے یہ پہنچے" اسی طرح قرآن کی بابت فرمایا وَمَنْ يُكْفَرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالْأَرْبَعَةُ مَوَاعِدُ تمام گروہوں میں سے جو بھی اس کا انکار کرے وہ جہنمی ہے اسی طرح کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں جن سے صاف ثابت ہے کہ حضور کی بعثت روئے زمین کی طرف تھی کل مخلوق کے آپ تکمیل تھے ہر سرخ و سیاہ کی طرف آپؐ نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ - سورۃ الانعام کی تفسیر میں اس کا پورا بیان ہم کر چکے ہیں اور بہت سی آیات واحادیث وہاں وارد کی ہیں فالحمد للہ۔

میں دعائے ابراہیمی بن کر آیا: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اسْمِعُوا بِلِقَاءِ رَبِّكُمْ يَوْمَ السَّاعَةِ﴾ یہ فرمانا کہ ان پڑھوں یعنی عربوں میں اپنا رسول بھیجنا اس لئے ہے کہ حضرت خلیل اللہ کی دعا کی قبولیت معلوم ہو جائے آپؐ نے اہل مکہ کے لئے دعا مانگی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان میں ایک رسول ان ہی میں سے بھیجے جو انہیں اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنائے انہیں پاکیزگی سکھائے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دے پس اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی یہ دعا قبول فرمائی اور جبکہ مخلوق کو نبی اللہ کی سخت حاجت تھی سوائے چند اہل کتاب کے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سچے دین پر قائم تھے اور افراط و تفریط سے الگ تھے باقی تمام دنیا دین حق کو بھلا بیٹھی تھی اور اللہ کی ناراضی کے کاموں میں مبتلا تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو مبعوث فرمایا۔ آپؐ نے ان ان پڑھوں کو اللہ کے کلام کی آیتیں پڑھ کر سنائیں انہیں پاکیزگی سکھائی اور کتاب و حکمت کا معلم بنا دیا حالانکہ اس سے پہلے وہ مکمل گمراہی میں تھے۔ سنئے عرب حضرت ابراہیمؑ کے دین کے دعویدار تھے لیکن حالت یہ تھی کہ اصل دین کو خورد برد کر چکے تھے اس میں اس قدر تبدیلی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنائیں اور کتاب و حکمت کا معلم بنا دیا حالانکہ اس سے پہلے وہ مکمل گمراہی میں تھے۔ سنئے عرب حضرت ابراہیمؑ کے دین کے دعویدار تھے لیکن حالت یہ تھی کہ اصل دین کو خورد برد کر چکے تھے اس میں اس قدر تبدیلی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنائیں اور کتاب و حکمت کا معلم بنا دیا حالانکہ اس سے پہلے وہ مکمل گمراہی میں تھے۔ سنئے عرب حضرت ابراہیمؑ کے دین کے دعویدار تھے لیکن حالت یہ تھی کہ اصل دین کو خورد برد کر چکے تھے اس میں اس قدر تبدیلی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنائیں اور کتاب و حکمت کا معلم بنا دیا حالانکہ اس سے پہلے وہ مکمل گمراہی میں تھے۔

اسی طرح اہل کتاب نے بھی اپنی کتابوں کو بدل دیا تھا ان میں تحریف کر لی تھی اور متغیر کر دیا تھا ساتھ ہی معانی میں بھی الٹ پھیر کر لیا تھا۔ پس اللہ پاک نے حضرت محمد ﷺ کو عظیم الشان شریعت اور کامل مکمل دین دے کر دنیا والوں کی طرف بھیجا کہ اس فساد کی آپ اصلاح کریں اہل دنیا کو اصل احکام الہی پہنچائیں اللہ کی مرضی اور نامرضی کے احکام لوگوں کو معلوم کرادیں جنت سے قریب کرنے والے عذاب سے نجات دلوانے والے تمام اعمال بتلائیں ساری مخلوق کے بادی بنیں اصول و فروع سب سکھائیں کوئی چھوٹی بڑی بات باقی نہ چھوڑیں تمام تر شک شبہ سب کے دور کر دیں اور ایسے دین پر لوگوں کو ڈال دیں جن میں ہر بھلائی موجود ہو۔ اس بلند و بالا خدمت کے لئے آپؐ میں وہ برتریاں اور بزرگیاں جمع کر دیں جو نہ آپؐ سے پہلے کسی میں تھیں نہ آپؐ کے بعد کسی میں ہو سکیں۔ اللہ تعالیٰ آپؐ پر ہمیشہ درود و سلام نازل فرماتا رہے آمین۔

اہل فارس کی عظمت: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْمِعُوا بِلِقَاءِ رَبِّكُمْ يَوْمَ السَّاعَةِ﴾ دوسری آیت کی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہؓ سے صحیح بخاری شریف میں مروی ہے کہ ہم آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپؐ پر سورۃ جمعہ نازل ہوئی جب آپؐ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی تو لوگوں نے پوچھا کہ اخبرینا منہم سے کیا مراد ہے تین مرتبہ حضورؐ سے سوال ہوا تب آپؐ نے اپنا ہاتھ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر رکھا اور فرمایا اگر ایمان ثریا ستارے کے پاس ہوتا تو بھی ان لوگوں میں سے ایک یا کئی ایک پالیتے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ سورت مدنی ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضورؐ کی پیغمبری تمام دنیا والوں کی طرف ہے صرف عرب کے لئے مخصوص نہیں کیونکہ آپؐ نے اس آیت کی تفسیر میں فارس والوں کو فرمایا۔ اسی عام بعثت کی بنا پر آپؐ نے فارس و روم کے بادشاہوں کے نام اسلام قبول کرنے کے فرامین بھیجے۔ حضرت مجاہدؒ وغیرہ بھی فرماتے ہیں اس سے مراد عجمی لوگ ہیں یعنی عرب کے سوا کے لوگ جو حضورؐ پر

ایمان لائیں اور آپ کی وحی کی تصدیق کریں۔ ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے کہ اب سے تین تین پشتوں کے بعد آنے والے میرے امتی بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ وہ اللہ عزت و حکمت والا ہے اپنی شریعت اور اپنی تقدیر میں غالب با حکمت ہے پھر فرمان ہے یہ اللہ کا فضل ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی زبردست عظیم الشان نبوت کے ساتھ سرفراز فرمایا اور اس امت کو اس فضل عظیم سے بہرہ ور کرنا یہ خاص اللہ کا فضل ہے اللہ اپنا فضل جسے چاہے دے وہ بہت بڑے فضل و کرم والا ہے۔

مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْبَةَ ثُمَّ لَمْ يُحْمِلُوهَا كَمَثَلِ
الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا يَبْسُ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِ
اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝

جن لوگوں کو تورات پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا پھر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو بہت ہی کتابیں لادے ہوئے ہو اللہ کی باتوں کو جھٹلانے والوں کی بڑی بری مثال ہے اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا ○

کتابوں کا بوجھ لادنا گدھا اور بے عمل عالم: ☆ ☆ (آیت ۵) ان آیتوں میں یہودیوں کی مذمت بیان ہو رہی ہے کہ انہیں تورات دی گئی عمل کرنے کے لئے انہوں نے اسے لیا پھر عمل نہ کیا فرمایا جاتا ہے کہ ان کی مثال گدھے کی سی ہے کہ اگر اس پر کتابوں کا بوجھ لاد دیا جائے تو اسے یہ تو معلوم ہے کہ اس پر کوئی بوجھ ہے لیکن یہ نہیں جانتا کہ اس میں کیا ہے؟ اسی طرح یہودی ہیں کہ ظاہری الفاظ تو خوب رٹے ہوئے ہیں لیکن انہیں تو یہ معلوم ہے کہ مطلب کیا ہے؟ نہ اس پر ان کا عمل ہے بلکہ اور تبدل و تحریف کرتے رہتے ہیں۔ پس دراصل یہ اس بے سمجھ جانور سے بھی بدتر ہیں کیونکہ اسے تو قدرت نے سمجھ ہی نہیں دی لیکن یہ سمجھ رکھتے ہوئے پھر بھی اس کا استعمال نہیں کرتے اسی لئے دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے أُولَئِكَ كَانُوا لَنَا نَعَامًا بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ یہ لوگ مثل چوپایوں کے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ نیچے ہوئے یہ غافل لوگ ہیں۔ یہاں فرمایا اللہ کی آیتوں کے جھٹلانے والوں کی بری مثال ہے ایسے ظالم اللہ کی رہنمائی سے محروم رہتے ہیں۔ مسند احمد میں ہے جو شخص جمعہ کے دن امام کے خطبہ کی حالت میں بات کرے وہ مثل گدھے کے ہے جو کتابیں اٹھائے ہوئے ہو اور جو اسے کہے کہ چپ رہ اس کا بھی جمعہ جاتا رہا۔

قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِنْ زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ
مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَتُّوا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝
وَلَا يَتَمَتُّونَ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ
بِالظَّالِمِينَ ۝ قُلْ إِنْ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ
مُلَاقِيكُمْ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عِلْمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ
فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

کہہ دے کہ اے یہودیو! اگر تمہارا دعویٰ ہے کہ تم اللہ کے دوست ہو دوسرے لوگ نہیں تو تم موت کی تمنا کرو اگر تم چاہو ○ یہ ہرگز موت کی تمنا نہ کریں گے بوجھ

دن مسلمان بڑی بڑی مساجد میں خدا کی عبادت کے لئے جمع ہوتے ہیں اور یہ بھی وجہ ہے کہ اسی دن تمام مخلوق کامل ہوئی چھ دن میں ساری کائنات بنائی گئی ہے چھ دن جحد کا ہے اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اسی دن جنت میں بسائے گئے اور اسی دن وہاں سے نکالے گئے اسی دن میں قیامت قائم ہوگی۔ اس دن میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اس وقت مومن بندہ اللہ تعالیٰ سے جو طلب کرے اللہ تعالیٰ اسے عنایت فرماتا ہے جیسے صحیح حدیثوں میں آیا ہے۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سلمانؓ سے پوچھا جانتے ہو جحد کا دن کیا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو زیادہ علم ہے۔ آپؐ نے فرمایا ”اسی دن تیرے ماں باپ (یعنی آدم و حوا) کو اللہ تعالیٰ نے جمع کیا یا یوں فرمایا کہ تمہارے باپ کو جمع کیا۔“ اسی طرح ایک موقوف حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے اللہ اعلم۔ پہلے اسے یوم العروبہ کہا جاتا تھا پہلی استوں کو بھی ہر سات دن میں ایک دن دیا گیا تھا لیکن جحد کی ہدایت انہیں نہ ہوئی یہودیوں نے ہفتہ پسند کیا جس میں مخلوق کی پیدائش شروع بھی نہ ہوئی تھی نصاریٰ نے اتوار اختیار کیا جس میں مخلوق کی پیدائش کی ابتدا ہوئی ہے اور اس امت کے لئے اللہ تعالیٰ نے جحد کو پسند فرمایا جس دن اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پورا کیا تھا۔ جیسے صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ ہم دنیا میں آنے کے اعتبار سے تو سب کے پیچھے ہیں لیکن قیامت کے دن سب سے پہلے ہوں گے سوائے اس کے کہ انہیں ہم سے پہلے کتاب اللہ دی گئی پھر ان کے اس دن میں انہوں نے اختلاف کیا اللہ تعالیٰ نے ہمیں راہ راست دکھائی پس لوگ اس میں بھی ہمارے پیچھے ہیں یہودی کل اور نصرانی پر سوں۔ مسلم میں اتنا اور بھی ہے کہ قیامت کے دن تمام مخلوق میں سب سے پہلے فیصلہ ہمارے بارے میں کیا جائے گا یہاں اللہ تعالیٰ مومنوں کو جحد کے دن اپنی عبادت کے لئے جمع ہونے کا حکم دے رہا ہے سچی سے مراد یہاں دوڑنا نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ذکر اللہ یعنی نماز کے لئے قصد کرو چل پڑو کوشش کرو کام کاج چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہو جاؤ جیسے اس آیت میں سعی کوشش کے معنی میں ہے۔ وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا ۚ يَرْفُقْ ۖ فَمَا يُغْنِ عَنْهُ شَيْءٌ مِنْ شَيْءٍ ۚ وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا ۚ يَرْفُقْ ۖ فَمَا يُغْنِ عَنْهُ شَيْءٌ مِنْ شَيْءٍ ۚ وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا ۚ يَرْفُقْ ۖ فَمَا يُغْنِ عَنْهُ شَيْءٌ مِنْ شَيْءٍ ۚ

بجاری اور مسلم میں ہے جب تم اقامت سنو تو نماز کے لئے سکینت اور وقار کے ساتھ چلو دوڑو نہیں جو پاؤ پڑھو لو جو فوفت ہو ادا کر لو۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپؐ نماز میں تھے جو لوگوں کے پاؤں کی آہٹ زور زور سے سنی فارغ ہو کر فرمایا ”کیا بات ہے؟“ لوگوں نے کہا ”حضرت ہم جلدی جلدی نماز میں شامل ہوئے“ فرمایا ”ایسا نہ کرو نماز کو اطمینان کے ساتھ چل کر آؤ جو پاؤ پڑھو لو۔“ جو چھوٹ جائے پوری کر لو۔ حضرت حسنؓ فرماتے ہیں اللہ کی قسم یہاں یہ حکم نہیں کہ دوڑ کر نماز کے لئے آؤ یہ تو منع ہے بلکہ مراد دل اور نیت اور شروع و خضوع ہے۔ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں اپنے دل اور اپنے عمل سے کوشش کرو جیسے اور جگہ ہے فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيُ حضرت ذبیح اللہ جب خلیل اللہ کے ساتھ چلے پھرنے کے قابل ہو گئے۔

غسل جحد اور آداب جحد: ☆☆ جحد کے لئے آنے والے کو غسل بھی کرنا چاہئے بخاری مسلم میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی جحد کی نماز کے لئے جانے کا ارادہ کرے وہ غسل کر لیا کرے ایک اور حدیث میں ہے جحد کے دن کا غسل ہر بالغ پر واجب ہے ایک اور روایت میں ہے کہ ہر بالغ پر ساتویں دن سر اور جسم کا دھونا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ وہ دن جحد کا دن ہے۔ سنن ابو یوسف میں ہے جو شخص جحد کے دن اچھی طرح غسل کرے اور سویرے سے ہی مسجد کی طرف چل دے پیدل جائے سوار نہ ہو اور امام سے قریب ہو کر بیٹھے خطبہ کو کان لگا کر سنے لغونہ کرے تو اسے ہر بر قدم کے بدلے سال بھر کے روزوں اور سال بھر کے قیام کا ثواب ہے۔

بخاری مسلم میں ہے جو شخص جمعہ کے دن جنابت کے غسل کی طرح غسل کرے 'اول ساعت میں جائے' اس نے گویا ایک اونٹ اللہ کی راہ میں قربان کیا۔ دوسری ساعت میں جانے والا مثل گائے کی قربانی کرنے والے کے ہے۔ تیسری ساعت میں جانے والا مرغ راہ اللہ میں تصدق کرنے والے کی طرح ہے۔ پانچویں ساعت میں جانے والا انڈا راہ اللہ دینے والے جیسا ہے۔ پھر جب امام آجائے فرشتے خطبہ سننے کے لئے حاضر ہو جاتے ہیں مستحب ہے کہ جمعہ کے دن اپنی طاقت کے مطابق اچھا لباس پہنے 'خوشبو لگائے' مسواک کرے اور صفائی اور پاکیزگی کے ساتھ جمعہ کی نماز کے لئے آئے۔ ایک حدیث میں غسل کے بیان کے ساتھ ہی مسواک کرنا اور خوشبو ملنا بھی ہے۔ مسند احمد میں ہے جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور اپنے گھر والوں کو خوشبو ملے اگر ہو اور اچھا لباس پہنے پھر مسجد میں آئے اور کچھ نوافل پڑھے اگر جی چاہے اور کسی کو ایذا نہ دے (یعنی گردنیں پھیلا کر نہ آئے نہ کسی بیٹھے ہوئے کو بٹنائے) پھر جب امام آجائے اور خطبہ شروع ہو خاموشی سے سنے تو اس کے گناہ جو اس جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک کے ہوں سب کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ہے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ممبر پر بیان فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے کسی پر کیا حرج ہے اگر وہ اپنے روزمرہ کے مختص لباس کے علاوہ دو کپڑے خرید کر جمعہ کے لئے مخصوص رکھے حضورؐ نے یہ فرمان اس وقت فرمایا جب لوگوں پر وہی معمولی چادریں دیکھیں تو فرمایا کہ اگر طاقت ہو تو ایسا کیوں نہ کرو۔

جمعہ کی پہلی اذان: ☆ ☆ جس اذان کا یہاں اس آیت میں ذکر ہے اس سے مراد وہ اذان ہے جو امام کے ممبر پر بیٹھ جانے کے بعد ہوتی ہے نبی ﷺ کے زمانہ میں یہی اذان تھی جب آپ گھر سے تشریف لاتے ممبر پر جاتے اور آپ کے بیٹھ جانے کے بعد آپ کے سامنے یہ اذان ہوتی تھی اس سے پہلے کی اذان حضورؐ کے زمانے میں نہ تھی اسے امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف لوگوں کی کثرت کو دیکھ کر زیادہ کیا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے زمانے میں جمعہ کی اذان صرف اسی وقت ہوتی تھی جب امام ممبر پر خطبہ کہنے کے لئے بیٹھ جاتا حضرت عثمانؓ کے زمانے میں جب لوگ بہت زیادہ ہو گئے تو آپ نے دوسری اذان ایک الگ مکان پر کھلوانی زیادہ کی اس مکان کا نام زوراء تھا مسجد سے قریب سب سے بلند یہی مکان تھا۔ حضرت کھول سے ابن ابی حاتم میں روایت ہے کہ اذان صرف ایک ہی تھی جب امام آتا تھا اس کے بعد صرف تکبیر ہوتی تھی جب نماز کھڑی ہونے لگے۔ اسی اذان کے وقت خرید و فروخت حرام ہوتی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے پہلے کی اذان کا حکم صرف اس لئے دیا تھا کہ لوگ جمع ہو جائیں۔ جمعہ میں آنے کا حکم آزاد مردوں کو ہے عورتوں غلاموں اور بچوں کو نہیں مسافر مریض اور بیمار دار اور ایسے ہی اور عذر والے بھی معذور گئے گئے ہیں جیسے کہ کتب فروع میں اس کا ثبوت موجود ہے۔

جمعہ کے وقت خرید و فروخت حرام: پھر فرماتا ہے بیچ کو چھوڑ دو یعنی ذکر اللہ کے لئے چلے پڑو تجارت کو ترک کر دو جب نماز جمعہ کی اذان ہو جائے۔ علماء کرام کا اتفاق ہے کہ اذان کے بعد خرید و فروخت حرام ہے اس میں اختلاف ہے۔ کہ دینے والا اگر دے تو وہ بھی صحیح ہے یا نہیں؟ ظاہر آیت سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی صحیح نہ ٹھہرے گا واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے بیچ کو چھوڑ کر ذکر اللہ اور نماز کی طرف تمہارا آنا ہی تمہارے حق میں دین دنیا کی بہتری کا باعث ہے اگر تم میں علم ہو۔ ہاں جب نماز سے فراغت ہو جائے تو اس مجمع سے چلے جانا اور خدا کے فضل کی تلاش میں لگ جانا تمہارے لئے حلال ہے۔ عمار بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر لوٹ کر مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور یہ دعا پڑھتے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَجَبْتُ دَعْوَتَكَ وَصَلَّیْتُ قَرِیْبَتَكَ وَانْتَشَرْتُ کَمَا اَمَرْتَنِیْ

فَارْزُقْنِي مِنْ فَضْلِكَ وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ یعنی ”اے اللہ! میں نے تیری آواز پر حاضری دی اور تیری فرض کردہ نماز ادا کی پھر تیرے حکم کے مطابق اس مجمع سے اٹھ آیا اب مجھے اپنا فضل نصیب فرما تو سب سے بہتر روزی رساں ہے۔“ (ابن ابی حاتم) اس آیت کو پیش نظر رکھ کر بعض سلف صالحین نے فرمایا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد خرید و فروخت کرے اسے اللہ تعالیٰ ستر حصے زیادہ برکت دے گا۔ پھر فرماتا ہے کہ خرید و فروخت کی حالت میں بھی ذکر اللہ کیا کر دُنیا کے نفع میں اس قدر مشغول نہ ہو جاؤ کہ آخری نفع بھول بیٹھو۔ حدیث شریف میں ہے جو شخص کسی بازار جائے اور وہاں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک لاکھ تینیاں لکھتا ہے اور ایک لاکھ برائیاں معاف فرماتا ہے۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ بندہ کثیر الذکر اسی وقت کہلاتا ہے جبکہ کھڑے بیٹھے لیئے ہر وقت اللہ کی یاد رہے۔

وَإِذَا سَأَلَ عَنْ تِجَارَةٍ أَوْ لَهْوًا اتَّفَقُوا إِلَيْهَا وَتَرَكَوْكَ
قَالِمَا قُلْ مَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ
وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴿۵۷﴾

اور جب کوئی سودا بکلا دیکھیں یا کوئی تماشہ نظر آ جائے تو اس کی طرف دوڑ جاتے ہیں اور تجھے کھڑا ہی چھوڑ جاتے ہیں تو کہہ دے کہ اللہ کے پاس جو ہے وہ کھیل اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ بہترین روزی رساں ہے ○

تجارت، عبادت اور صلوة جمعہ: ☆ ☆ (آیت ۱۱) مدینہ میں جمعہ والے دن تجارتی مال کے جانے کی وجہ سے جو حضرات خطبہ چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے انہیں اللہ تعالیٰ عتاب کر رہا ہے کہ یہ لوگ جب کوئی تجارت یا کھیل تماشہ دیکھ لیتے ہیں تو اس کی طرف چل کھڑے ہوتے ہیں اور تجھے خطبہ میں ہی کھڑا چھوڑ دیتے ہیں۔ حضرت مقاتل بن حیان فرماتے ہیں یہ مال تجارت و حبیہ بن خلیفہ کا تھا جمعہ والے دن آیا اور شہر میں خبر کے لئے طبل بجنے لگا۔ حضرت وحید اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے طبل کی آواز سن کر سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے صرف چند آدمی رہ گئے مسند احمد میں ہے صرف بارہ آدمی رہ گئے باقی لوگ اس تجارتی قافلہ کی طرف چل دیئے جس پر یہ آیت اتری۔ مسند ابویعلیٰ میں اتنا اور بھی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا اگر یہ بھی باقی نہ رہتے اور سب اٹھ کر چلے جاتے تو تم سب پر یہ وادی آگ بن کر بھڑک اٹھتی۔ جو لوگ حضورؐ کے پاس سے نہیں گئے تھے ان میں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جمعہ کا خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا چاہئے صحیح مسلم میں ہے نبی ﷺ جمعہ کے دن دو خطبے پڑھتے تھے درمیان میں بیٹھ جاتے تھے قرآن شریف پڑھتے تھے اور لوگوں کو تذکیر و نصیحت فرماتے تھے یہاں یہ بات بھی معلوم رہتی چاہئے کہ یہ واقعہ بقول بعض کے اس وقت کا ہے جب آنحضرت ﷺ جمعہ کی نماز کے بعد خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ مراسل ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ سے پہلے جمعہ کی نماز پڑھا کرتے تھے جیسے عیدین میں ہوتا ہے یہاں تک کہ ایک مرتبہ آپ خطبہ سنارہے تھے کہ ایک شخص نے آن کر کہا وحید بن خلیفہ مال تجارت لے کر آ گیا ہے یہ سن کر سوائے چند لوگوں کے اور سب اٹھ کھڑے ہو گئے۔ پھر فرماتا ہے اے نبی! انہیں خبر سنادو کہ دار آخرت کا ثواب عند اللہ ہے وہ کھیل تماشوں سے خرید و فروخت سے بہت ہی بہتر ہے اللہ پر توکل رکھ کر طلب رزق اوقات اجازت میں جو کرے اللہ اسے بہترین طریق پر روزیاں دے گا۔

الحمد للہ سورہ جمعہ کی تفسیر پوری ہوئی۔

تفسیر سورۃ المنافقون

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا جَاكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اَنَّكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ
 یَعْلَمُ اَنَّكَ لِرَسُوْلِهِ وَ اللّٰهُ یَشْهَدُ اَنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝
 اِتَّخَذُوْا اَیْمَانَهُمْ جُرْجَتًا ۖ فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِنَّهُمْ
 سَاءَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ
 كَفَرُوْا ۖ قُطِیْعٌ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا یَفْقَهُوْنَ ۝

شروع کرتا ہوں ہم ربانی اور رحیم کرنے والے اللہ کے نام سے ○

تیرے پاس جب منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں اللہ جانتا ہے کہ یقیناً تو اس کا رسول ہے اللہ کو اسی دیتا ہے کہ یہ منافق قطعاً جھوٹے ہیں ○ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے پس اللہ کی راہ سے رک گئے ہے شک برا ہے وہ کام جو یہ کر رہے ہیں ○ یہ اس سبب سے ہے کہ یہ ایمان لا کر پھر کافر ہو گئے ہیں ان کے دلوں پر پرہیز مردی گئی اب یہ نہیں سمجھتے ○

منافقین کا قسمیں کھانا: ☆ ☆ (آیت: ۱-۳) اللہ تعالیٰ منافقوں کے نفاق کو ظاہر کرتا ہے کہ گو یہ تیرے پاس آ کر قسمیں کھا کھا کر اپنے اسلام کا اظہار کرتے ہیں تیری رسالت کا اقرار کرتے ہیں مگر دراصل دل کے کھوٹے ہیں فی الواقع آپ رسول اللہ بھی ہیں ان کا یہ قول بھی ہے مگر چونکہ دل میں اس کا کوئی اثر نہیں لہذا یہ جھوٹے ہیں۔ اس بات میں کہ یہ تجھے رسول اللہ مانتے ہیں یہ سچے ہونے کے لئے کو قسمیں کھائیں لیکن آپ یقین نہ کیجئے کہ قسمیں تو ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے یہ تو اپنے جھوٹ کو چھپانے کا ایک ذریعہ ہیں مقصد یہ ہے کہ مسلمان ان سے ہوشیار ہیں کہیں انہیں سچا ایماندار سمجھ کر کسی بات میں ان کی تقلید نہ کرنے لگیں کہ یہ اسلام کے رنگ میں کفر کا ارتکاب کر دیں یہ اللہ کی راہ سے دور اور بد اعمال لوگ ہیں۔ ضحاک کی قرأت میں اِیْمَانَهُمْ الف کی زیر کے ساتھ ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ انہوں نے اپنی ظاہری تصدیق کو اپنے لئے تقیہ بنالیا ہے کہ قتل سے اور حکم کفر سے دنیا میں بچ جائیں۔ یہ نفاق ان کے دلوں میں اس گناہ کی شومی کے باعث رچ گیا ہے کہ ایمان سے گھوم کر کفر کی طرف اور ہدایت سے ہٹ کر ضلالت کی جانب آگئے ہیں اب دلوں پر پرہیز خدا لگ چکی ہے اور بات کی تدبیر کی قابلیت سلب ہو چکی ہے بظاہر تو خوش رو خوش گو ہیں اس فصاحت اور بلاغت سے گفتگو کرتے ہیں کہ خود انہو دوسرے کا دل انکالیں لیکن باطن میں بڑے کھوٹے بڑے کمزور دل والے نامرد اور بدنیت ہیں جہاں کوئی واقعہ بھی رونما ہو اور کچھ بیٹھے کے ہائے مرے۔ ایک اور جگہ ہے اَشْبَعَةُ عَلَیْکُمْ الخ تمہارے مقابلہ میں بخل کرتے ہیں پھر جس وقت خوف ہوتا ہے تو تمہاری طرف اس طرح آنکھیں پھیر پھیر کر دیکھتے ہیں گویا کسی شخص پر موت کی بیہوشی طاری ہے پھر جب خوف چلا جاتا ہے تو تمہیں اپنی بدگلامی سے چھید ڈالتے ہیں اور مال غنیمت کی حرص میں نہ کہنے کی باتیں کہہ گزرتے ہیں یہ بے ایمان ہیں ان کے اعمال غارت ہیں۔ اللہ پر یہ امر نہایت ہی آسان ہے پس ان کی یہ آوازیں خالی پیٹ کے دھول کی بلند بانگ سے زیادہ وقت نہیں رکھتیں یہی تمہارے دشمن ہیں ان کی چٹنی چڑی باتوں اور ثقہ اور مسکین صورتوں کے دعوے میں نہ آ جانا اللہ انہیں برا دکرے ڈرا سوچیں تو کیوں ہدایت کو چھوڑ کر براے اپنی پرچل رہے ہیں؟

وَإِذَا سَأَلْتَهُمْ لَعْنُجُوبِكَ أَجَسَامُهُمْ وَإِنْ يَقُولُوا تَسْمَعُ
لِقَوْلِهِمْ كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسْنَدَةٌ يَحْسِبُونَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ
هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ قَتَلَهُمُ اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَنَّكَ يَوْمَ الْقِيَامِ
وَأَنتَ فِي الْغَوَاةِ
وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّوْا
رُؤُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ

جب تو انہیں دیکھے تو ان کے جسم تجھے خوش نما معلوم ہوں یہ جب باتیں کرنے لگیں تو تو ان کی باتوں پر اپنے کان لگالے گویا کہ وہ لکڑیاں ہیں سہارے سے لگائی ہوئیں ہرخت آواز کو اپنی ہی ہلاکی سمجھتے ہیں یہی حقیقی دشمن ہیں ان سے بچتا رہنا اللہ انہیں عارت کرے ○ کہاں سے پھرے جاتے ہیں۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ تمہارے لئے اللہ کے رسول استغفار کریں تو اپنے سر منکارتے ہیں اور تو دیکھے گا کہ وہ تکبر کرتے ہوئے رک جاتے ہیں ○

علامات منافق: ☆☆ (آیت: ۴) مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا منافقوں کی بہت سی علامتیں ہیں جن سے وہ پہچان لئے جاتے ہیں ان کا سلام لعنت ہے ان کی خوراک لوٹ مار ہے ان کی غنیمت حرام اور خیانت ہے وہ مسجدوں کی نزدیکی ناپسند کرتے ہیں وہ نمازوں کے لئے آخری وقت آتے ہیں تکبر اور نخوت والے ہوتے ہیں نرمی اور سلوک تو وضع اور انکساری سے محروم ہوتے ہیں نہ خود ان کا مون کو کریں نہ دوسروں کے ان کا مون کو وقت کی نگاہ سے دیکھیں رات کی لکڑیاں اور دن کے شور و غل کرنے والے۔ ایک اور روایت میں ہے دن کو خوب کھانے پینے والے اور رات کو خشک لکڑیوں کی طرح پڑ رہنے والے۔

منافقوں کی محرومی سعادت کے اسباب: ☆☆ (آیت: ۵) ملعون منافقوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ ان کے گناہوں پر جب ان سے سچے مسلمان کہتے ہیں کہ آؤ رسول کریم ﷺ تمہارے لئے استغفار کریں گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرمادے گا تو یہ تکبر کے ساتھ سر ہلانے لگتے ہیں اور اعراض کرتے ہیں اور رک جاتے ہیں اور اس بات کو حقارت کے ساتھ رد کر دیتے ہیں اس کا بدلہ یہی ہے کہ اب ان کے لئے بخشش کے دروازے بند ہیں نبی کا استغفار بھی انہیں کچھ نفع نہ دے گا بھلا ان فاسقوں کی قسمت میں ہدایت کہاں؟ سورہ براءۃ میں بھی اسی مضمون کی آیت گزر چکی ہے اور وہ ہیں اس کی تفسیر اور ساتھ ہی اس کے متعلق کی حدیثیں بھی بیان کر دی گئی ہیں۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ سفیان منافق نے اپنا منہ دائیں جانب پھیر لیا تھا اور غضب و تکبر کے ساتھ ترجمی آنکھ سے گھورا تھا اسی کا ذکر اس آیت میں ہے۔ اور سلف میں سے اکثر حضرات کافرانہ ہے کہ یہ سب کا سب بیان عبد اللہ بن ابی ابن سلول کا ہے جیسے کہ عنقریب آ رہا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ
إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ
لَا تُنْفِقُوا عَلَىٰ مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّىٰ يَنْفَضُّوا وَلِلَّهِ خَزَائِنُ
السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَلَكِنَّ الْمُنْفِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ يَقُولُونَ

لَيْسَ رَاجِعًا إِلَى الْمَدِينَةِ لِيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ

ان کے حق میں آپ کا استغفار کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہے اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہ بخشے گا بیشک اللہ تعالیٰ ایسے نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا جنہیں وہ ہیں ○ جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ کے پاس ہیں انہیں کچھ نہ دو یہاں تک کہ وہ ادھر ادھر چلے جائیں آسمان و زمین کے کل خزانے اللہ تعالیٰ کی عینیت ہیں لیکن یہ منافق ہے کچھ ہیں ○ یہ کہتے ہیں اگر اب لوٹ کر مدینہ کو جائیں گے تو ہر عزت والا وہاں سے ذلت والے کو نکال دے گا۔ سنو عزت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کے رسول کے لئے اور ایمانداروں کے لئے ہے لیکن یہ منافق ہے علم ہیں ○

عبداللہ بن ابی ریحس المنافقین: ☆ ☆ (آیت: ۶-۸) سیرت محمد بن اسحاق میں ہے کہ عبداللہ بن ابی ابن سلول اپنی قوم کا بڑا اور شریف شخص تھا جب نبی ﷺ جمعہ کے دن خطبہ کے لئے رہے بیٹھتے تھے تو یہ کھڑا ہوا جاتا تھا اور کہتا تھا لوگو! یہ ہیں اللہ کے رسول جو تم میں موجود ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہارا اکرام کیا اور تمہیں عزت دی آپ تم پر فرض ہے کہ تم آپ کی مدد کرو اور آپ کی عزت و تکریم کرو آپ کا فرمان سنو اور جو فرمانیں بجالاؤ یہ کہہ کر بیٹھ جایا کرتا تھا۔ احد کے میدان میں اس کا نفاق کھل گیا اور یہ وہاں سے حضور کی کھلی نافرمانی کر کے تہائی لشکر کو لے کر مدینہ کو واپس لوٹ آیا۔ جب رسول اللہ ﷺ غزوہ احد سے فارغ ہوئے اور مدینہ میں مع الخیر تشریف لائے جمعہ کا دن آیا اور آپ منبر پر چڑھے تو حسب عادت یہ آج بھی کھڑا ہوا اور کہنا چاہتا ہی تھا کہ بعض صحابہ ادھر ادھر سے کھڑے ہو گئے اور اس کے کپڑے پکڑ کر کہنے لگے دشمن خدا بیٹھ جائے تو اب یہ کہنے کا منہ نہیں رکھتا تو نے جو کچھ کیا وہ کسی سے مخفی نہیں اب تو اس کا اکل نہیں کر زبان سے جو جی میں آئے بک دے یہ ناراض ہو کر لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا باہر نکل گیا اور کہتا جاتا تھا کہ گویا میں کسی بد بات کے کہنے کے لئے کھڑا ہوا تھا میں تو اس کا کام اور مضبوط کرنے کے لئے کھڑا ہوا تھا جو چنداں صحابہ مجھ پر اچھل کر آ گئے مجھے تھینے لگے اور ڈانٹ ڈپٹ کرنے لگے گویا کہ میں کسی بڑی بات کے کہنے کے لئے کھڑا ہوا تھا حالانکہ میری نیت یہ تھی کہ میں آپ کی باتوں کی تائید کروں انہوں نے کہا خیر آپ تم واپس چلو ہم رسول اللہ ﷺ سے عرض کریں گے آپ تمہارے لئے اللہ سے بخشش چاہیں گے۔ اس نے کہا مجھے کوئی ضرورت نہیں۔

حضرت قتادہ اور حضرت سعدی فرماتے ہیں یہ آیت عبداللہ بن ابی کے بارے میں اتری ہے۔ واقعہ یہ تھا کہ اسی کی قوم کے ایک نوجوان مسلمان نے اس کی ایسی ہی چند بری باتیں رسول اللہ ﷺ تک پہنچائی تھیں۔ حضور نے بلوایا تو یہ صاف انکار کر گیا اور قسمیں کھا گیا۔ انصاریوں نے اس صحابی کو ملامت اور ڈانٹ ڈپٹ کی اور اسے جھوٹا جانا۔ اس پر یہ آیتیں اتریں اور اس منافق کی جھوٹی قسموں کا اور اس نوجوان صحابی کی سچائی کا اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا۔ اب اس سے کہا گیا کہ تو چل اور رسول اللہ سے استغفار کر اور اس نے انکار کے لہجے میں سر بلا دیا اور نہ گیا۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ جس منزل میں اترتے وہاں سے کوچ نہ کرتے جب تک نماز نہ پڑھ لیں غزوہ تبوک میں حضور کو خبر پہنچی کہ عبداللہ بن ابی کہہ رہا ہے کہ ہم عزت والے ان ذلت والوں کو مدینہ پہنچ کر نکال دیں گے پس آپ نے آخری دن میں اترنے سے پہلے ہی کوچ کر دیا اس سے کہا گیا کہ حضور کے پاس جا کر اپنی خطا کی معافی اللہ سے طلب کر۔ اس کا بیان اس آیت میں ہے اس کی اسناد سعید بن جبیر تک صحیح ہے لیکن یہ کہنا کہ یہ واقعہ غزوہ تبوک کا ہے اس میں نظر ہے بلکہ یہ ٹھیک نہیں ہے اس لئے کہ

عبداللہ بن ابی ابن سلول تو اس غزوہ میں تھا ہی نہیں بلکہ لشکر کی ایک جماعت کو لے کر یہ تولوٹ گیا تھا۔ کتب سیر و مغازی کے مصنفین میں تو یہ مشہور ہے کہ یہ واقعہ غزوہ مدینہ یعنی غزوہ بنو المصطلق کا ہے چنانچہ اس قصہ میں حضرت محمد بن یحییٰ بن حبان اور حضرت عبداللہ بن ابوبکر اور حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ سے مروی ہے کہ اس لڑائی کے موقع پر حضور کا ایک جگہ قیام تھا وہاں حضرت جہاجہ بن سعید غفاری اور حضرت سنان بن یزید کا پانی کے اثر و باہم پر کچھ جھگڑا ہو گیا جہاجہ حضرت عمر کے کارندے تھے، جھگڑے نے طول پکڑا انسان نے انصاریوں کو اپنی مدد کے لئے آواز دی اور جہاجہ نے مہاجرین کو اس وقت حضرت زید بن ارقم وغیرہ انصاری کی ایک جماعت عبداللہ بن ابی کے پاس بیٹھی ہوئی تھی اس نے جب یہ فریاد سنی تو کہنے لگا ”لو ہمارے ہی شہروں میں ان لوگوں نے ہم پر حملہ شروع کر دیئے اللہ کی قسم ہماری اور ان قریشیوں کی مثال وہی ہے جو کسی نے کہا ہے کہ اپنے کئے کو مونا تازہ کرتا کہ تجھے ہی کاٹے اللہ کی قسم! اگر ہم لوٹ کر مدینہ گئے تو ہم ذی مقدور لوگ ان بے مقدور کو وہاں سے نکال دیں گے۔ پھر اس کی قوم کے جو لوگ اس کے پاس بیٹھے تھے ان سے کہنے لگا یہ سب آفت تم نے خود اپنے ہاتھوں اپنے اوپر لی ہے تم نے انہیں اپنے شہر میں بسایا تم نے انہیں اپنے مال کا آدھوں آدھ حصہ دیا اب بھی اگر تم ان کی مالی امداد نہ کرو تو یہ خود بخود آ کر مدینہ سے نکل بھاگیں گے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ تمام باتیں سنیں آپ اس وقت بہت کم عمر تھے سیدھے سرکار نبوت میں حاضر ہوئے اور کل واقعہ بیان فرمایا۔ اس وقت آپ کے پاس حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے ہوئے تھے غضبناک ہو کر فرمانے لگے یا رسول اللہ! عباد بن بشر کو کھم فرمائیے کہ اس کی گردن الگ کر دے۔ حضور نے فرمایا پھر تو لوگوں میں یہ مشہور ہو جائے گا کہ محمد (ﷺ) اپنے ساتھیوں کی گردنیں مارتے ہیں یہ ٹھیک نہیں جاؤ لوگوں میں کوچ کی منادی کر دو۔ عبداللہ بن ابی کو جب یہ معلوم ہوا کہ اس کی گفتگو کا علم آنحضرت ﷺ کو ہو گیا تو بہت شہنشاہی اور حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عذر معذرت اور حیلے حوالے تاویل اور تحریف کرنے لگا اور قسمیں کھا گیا کہ میں نے ایسا ہرگز نہیں کہا چونکہ یہ شخص اپنی قوم میں ذی عزت اور باوقعت تھا اور لوگ بھی کہنے لگے حضور شاید اس بچے نے ہی غلطی کی ہو اسے وہم ہو گیا ہو واقعہ ثابت تو ہوتا نہیں۔ حضور یہاں سے جلدی ہی کوچ کے وقت سے پہلے ہی تشریف لے چلے راستے میں حضرت اسید بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی شان نبوت کے قابل باداب سلام کیا پھر عرض کی کہ حضور! آج کیا بات ہے جو وقت سے پہلے ہی جناب نے کوچ کیا۔ حضور نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں ہوا کہ تمہارے ساتھی ابن ابی نے کیا کہا؟ وہ کہتا ہے کہ مدینہ جا کر ہم عزیزان ذیلوں کو نکال دیں گے۔ حضرت اسید نے کہا یا رسول اللہ! عزت والے آپ ہیں اور ذلیل وہ ہے۔ یا رسول اللہ! آپ اس کی ان باتوں کا خیال بھی نہ فرمائیے دراصل یہ بہت جلا ہوا ہے سنئے اہل مدینہ نے اسے سردار بنانے پر اتفاق کر لیا تھا تاج تیار ہو رہا تھا کہ اللہ رب العزت آپ کو لایا اس کے ہاتھ سے ملک نکل گیا پس یہ چراغ پا ہو رہا ہے۔ حضور چلے ہی رہے دو پہر کو ہی چل دیئے تھے شام ہوئی رات ہوئی صبح ہوئی یہاں تک کہ دھوپ میں تیزی آگئی تب آپ نے پڑاؤ کیا تو لوگ اس بات میں پھر نہ الجھ جائیں چونکہ تمام لوگ تھکے ہمارے اور رات کے جاگے ہوئے تھے اترتے ہی سب سو گئے۔ ادھر یہ سورت نازل ہوئی۔ (سیر ابن اسحاق)

نبیئتی میں ہے کہ ہم ایک غزوے میں حضور کے ساتھ تھے ایک مہاجر نے ایک انصاری کو پتھر مار دیا اس پر بات بڑھ گئی اور دونوں نے اپنی اپنی جماعت سے فریاد کی اور انہیں پکارا۔ حضور سخت ناراض ہوئے اور فرمانے لگے یہ کیا جاہلیت کی ہانک لگانے لگے اس فضول خراب عادت کو چھوڑو۔ عبداللہ بن ابی ابن سلول کہنے لگا اب مہاجر یہ کرنے لگ گئے اللہ کی قسم مدینہ پہنچتے ہی ہم عزت والے ان ذیلوں کو وہاں سے نکال باہر کریں گے۔ اس وقت مدینہ شریف میں انصاری کی تعداد مہاجرین سے بہت زیادہ تھی گو بعد میں مہاجرین بہت زیادہ ہو گئے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب ابن ابی کے اس قول کا علم ہوا تو حضورؐ سے اس کے قتل کرنے کی اجازت چاہی مگر آپؐ نے روک دیا۔ مسند احمد میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ غزوہ تبوک میں میں نے جب اس منافق کا یہ قول حضورؐ کے سامنے بیان کیا اور اس نے آکر انکار کیا اور قسمیں کھا گیا۔ اس وقت میری قوم نے مجھے بہت کچھ برا کہا اور ہر طرح ملامت کی کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟ میں نہایت غمگین دل ہو کر وہاں سے چل دیا اور سخت رنج و غم میں تھا جو حضورؐ نے مجھے یاد فرمایا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیرا عذر نازل فرمایا ہے اور تیری سچائی ظاہر کی ہے اور یہ آیت اتری **هُمُ الَّذِينَ ارْتَفَعُوا صُفْرًا** میں ہے۔ مسند احمد میں ہے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا یہ بیان اس طرح ہے کہ میں اپنے چچا کے ساتھ ایک غزوے میں تھا اور میں نے عبد اللہ بن ابی کی یہ دونوں باتیں سُنیں میں نے اپنے چچا سے بیان کیں اور میرے چچا نے حضورؐ سے عرض کیں جب آپؐ نے اسے بلایا اس نے انکار کیا اور قسمیں کھا گیا تو حضورؐ نے اسے سچا اور مجھ جیسا جانا۔ میرے چچا نے بھی مجھے برا بھلا کہا مجھے اس قدر غم اور ندامت ہوئی کہ میں نے گھر سے باہر نکلنا چھوڑ دیا یہاں تک کہ یہ سورت اتری اور آپؐ نے میری تصدیق کی اور مجھے یہ پڑھ کر سنائی۔ مسند کی ایک اور روایت میں ہے کہ ایک سفر کے موقع پر جب صحابہ کو تنگی پہنچی تو اس نے انہیں کچھ دینے کی ممانعت کر دی۔ رسول اللہؐ نے جب انہیں اس لئے بلوایا کہ آپؐ ان کے لئے استغفار کریں تو انہوں نے اس سے بھی منہ پھیر لیا۔ قرآن کریم نے انہیں ایک لگائی ہوئی لکڑی یا اس لئے کہا ہے کہ یہ لوگ اچھے جمیل جسم والے تھے۔ ترمذی وغیرہ میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک غزوے میں حضورؐ کے ساتھ نکلے ہمارے ساتھ کچھ اعراب لوگ بھی تھے پانی کی جگہ دو پہلے پہنچنا چاہتے تھے اسی طرح ہم بھی اسی کی کوشش میں رہتے تھے ایک مرتبہ ایک اعرابی نے جا کر پانی پر قبضہ کر کے حوض پر کر لیا اور اس کے ارد گرد پتھر رکھ دیے اور اوپر سے چڑا پھیلادیا ایک انصاری نے آکر اس حوض میں سے اپنے اونٹ کو پانی پلانا چاہا اس نے روکا انصاری نے پلانے پر زور دیا اس نے ایک لکڑی اٹھا کر انصاری کے سر پر ماری جس سے اس کا سر زخمی ہو گیا۔ یہ چونکہ عبد اللہ بن ابی کا ساتھی تھا سیدھا اس کے پاس آیا اور تمام ماجرہ کہہ سنایا۔ عبد اللہ بڑا بگڑا اور کہنے لگا ان اعرابیوں کو کچھ نہ دے یہ خود بھوکے مرتے بھاگ جائیں گے یہ اعرابی کھانے کے وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس آجاتے تھے اور کھالیا کرتے تھے تو عبد اللہ بن ابی نے کہا تم حضورؐ کا کھانا لے کر اے وقت جاؤ جب یہ لوگ نہ ہوں آپؐ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھالیں گے یہ رہ جائیں گے یونہی بھوکوں مرتے بھاگ جائیں گے اور اب ہم مدینہ جا کر ان کینوں کو نکال باہر کریں گے میں اس وقت رسول اللہ ﷺ کا ردیف تھا اور میں نے یہ سب سنا اپنے چچا سے ذکر کیا چچا نے حضورؐ سے ذکر کیا آپؐ نے اسے بلوایا یہ انکار کر گیا اور حلف اٹھالیا۔ حضورؐ نے اسے سچا سمجھا اور مجھے جھوٹا قرار دیا۔ میرے چچا میرے پاس آئے اور کہا تم نے یہ کیا حرکت کی؟ حضورؐ مجھ پر ناراض ہو گئے اور مجھے جھوٹا جانا اور دیگر مسلمانوں نے بھی مجھے جھوٹا سمجھا۔ مجھ پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا سخت غمگینی کی حالت میں سر جھکائے میں حضورؐ کے ساتھ جا رہا تھا تو میری ہی دیر گزری ہو گئی جو آپؐ میرے پاس آئے میرا کان بڑا جب میں نے سنا اٹھا کہ آپؐ کی طرف دیکھا تو آپؐ مسکرائے اور چل دیئے۔ اللہ کی قسم مجھے اس قدر خوشی ہوئی کہ بیان سے باہر ہے اگر دنیا کی ابدی زندگی مجھ مل جاتی جب بھی میں اتنا خوش نہ ہو سکتا تھا پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے پاس آئے اور پوچھا کہ آنحضرت ﷺ نے تم سے کیا کہا؟ میں نے کہا فرمایا تو کچھ بھی نہیں مسکراتے ہوئے تشریف لے گئے۔ آپؐ نے فرمایا بس پھر خوش ہوا آپؐ کے بعد یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف لائے یہی سوال مجھ سے کیا اور میں نے وہی جواب دیا صبح کو سورۃ منافقون نازل ہوئی۔ دوسری روایت میں اس سورت کا منہا الآذِلُّ تک پڑھنا بھی مروی ہے۔ عبد اللہ بن لبیدہ اور موسیٰ بن عقبہ نے بھی اسی حدیث کو مغازی میں بیان کیا ہے لیکن ان دونوں کی روایت میں خبر پہنچانے والے کا نام اوس بن ارقم ہے جو قبیلہ بنو حارث بن خزرج میں سے تھے ممکن ہے کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بھی خبر پہنچائی

ہوا اور حضرت اوس رضی اللہ عنہ نے بھی اور یہ بھی ممکن ہے کہ راوی سے نام میں غلطی ہوگی ہو واللہ اعلم۔

خالد بن شکم: ابن ابی حاتم میں ہے کہ یہ واقعہ غزوہ حبشہ کا ہے یہ وہ غزوہ ہے جس میں حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیج کر حضورؐ نے منافقہ کو تروایا تھا جو قافہ مثل اور سمندر کے درمیان تھا اسی غزوہ میں دو شخصوں کے درمیان جھگڑا ہو گیا تھا ایک مہاجر تھا دوسرا قبیلہ بنزہ کا تھا اور قبیلہ بنزہ انصار یوں کا حلیف تھا بنزہ نے انصار یوں کو اور مہاجر نے مہاجرین کو آواز دی۔ کچھ لوگ دونوں طرف سے کھڑے ہو گئے اور جھگڑا ہونے لگا جب ختم ہوا تو منافق اور بنزہ کے لوگ عبداللہ بن ابی کے پاس جمع ہوئے اور کہنے لگے ہمیں تو تم سے بہت کچھ امیدیں تھیں تم ہمارے دشمنوں سے ہمارا بچاؤ تھے اب تو تم بیکار سے ہو گئے ہو نفع کا خیال نہ نقصان کا تم نے ہی ان جلالیب کو اتنا چڑھا دیا کہ بات بات پر یہ ہم پر چڑھ دوڑیں۔ نئے مہاجرین کو یہ لوگ جلالیب کہتے تھے۔ اس دشمنی نے جواب دیا کہ اب مدینے پہنچتے ہی ان سب کو وہاں سے دہس نکالا دیں گے۔ مالک بن دشمن جو منافق تھا اس نے کہا میں تو تمہیں پہلے ہی سے کہتا ہوں کہ ان لوگوں کے ساتھ سلوک کرنا چھوڑ دو خود بخود منتشر ہو جائیں گے۔ یہ باتیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سن لیں اور خدمت نبویؐ میں آ کر عرض کرنے لگے کہ اس بانی فتنہ عبداللہ بن ابی کا قصہ پاک کرنے کی مجھے اجازت دیجئے۔ آپ نے فرمایا اچھا اگر اجازت دوں تو کیا تم اسے قتل کر ڈالو گے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم ابھی اپنے ہاتھ سے اس کی گردن ماروں گا۔ آپ نے فرمایا اچھا بیٹھ جاؤ۔ اتنے میں حضرت اسید بن حضیر بھی یہی کہتے ہوئے آئے آپ نے ان سے بھی یہی پوچھا اور انہوں نے بھی یہی جواب دیا آپ نے انہیں بھی بٹھالیا پھر تھوڑی دیر گزری ہوگی جو کوچ کرنے کا حکم دیا اور وقت سے پہلے ہی لشکر نے کوچ کیا وہ دن رات دوسری صبح برابر چلتے ہی رہے جب دھوپ میں تیزی آ گئی تو اترنے کو فرمایا پھر دو پہر دو چلتے ہی جلدی سے کوچ کیا اور اسی طرح چلتے رہے تیسرے دن صبح کو قافہ مثل سے مدینہ شریف پہنچ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بولوا ایمان سے پوچھا کہ کیا میں اس کے قتل کا تجھے حکم دیتا تو اسے مار ڈالتا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یقیناً میں اس کا سرتن سے جدا کر دیتا۔ آپ نے فرمایا اگر تو اسے اس دن قتل کر ڈالتا تو بہت سے لوگوں کے ناک خاک آلود ہو جاتے کہ میں اگر انہیں کہتا تو وہ بھی اسے مار ڈالتے میں تامل نہ کرتے پھر لوگوں کو باتیں بتانے کا موقع ملا کہ محمد (ﷺ) اپنے ساتھیوں کو بھی بے دردی کے ساتھ مار ڈالتا ہے۔ اسی واقعہ کا بیان ان آجوں میں ہے۔ یہ سیاق بہت غریب ہے اور اس میں بہت سی ایسی عمدہ باتیں ہیں جو دوسری روایاتوں میں نہیں۔

سیرۃ محمد بن اسحاق میں ہے کہ عبداللہ بن ابی منافق کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ سچے مسلمان تھے اس واقعہ کے بعد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گزارش کی کہ یا رسول اللہ! میں نے سنا ہے کہ میرے باپ نے جو بکواس کی ہے اس کے بدلے آپ سے قتل کرنا چاہتے ہیں اگر کوئی ہے تو اس کے قتل کا حکم آپ کسی اور کو نہ دیجئے میں خود جاتا ہوں اور ابھی اس کا سر آپ کے قدموں تلے ڈالتا ہوں قسم اللہ کی قبیلہ خزرج کا ایک ایک شخص جانتا ہے کہ مجھ سے زیادہ کوئی بیٹا اپنے باپ سے احسان و سلوک اور محبت و عزت کرنے والا نہیں (لیکن میں نے فرما دیا رسول پر اپنے پیارے باپ کی گردن مارنے کو تیار ہوں) اگر آپ نے کسی اور کو یہ حکم دیا اور اس نے اسے مارا تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں جوش انتقام میں میں اسے نہ مار بیٹھوں اور ظاہر ہے کہ اگر یہ حرکت مجھ سے ہوگئی تو میں ایک کافر کے بدلے ایک مسلمان کو مار کر جہنمی بن جاؤں گا آپ میرے باپ کے قتل کا حکم دیجئے آپ نے فرمایا نہیں نہیں میں اسے قتل کرنا نہیں چاہتا ہم تو اس سے اور زری بریں گے اور اس کے ساتھ حسن سلوک کریں گے جب تک وہ ہمارے ساتھ ہے۔

مسلمان بیٹے کا منافق باپ کا راستہ روکنا: ☆☆ حضرت عکرمہ اور حضرت ابن زید رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جب حضورؐ اپنے لشکروں سمیت مدینے پہنچے تو اس منافق عبداللہ بن ابی کے لڑکے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ شریف کے دروازے پر کھڑے ہو گئے تلوار

کھینچ لی لوگ مدینہ میں داخل ہونے لگے یہاں تک کہ ان کا باپ آیا تو یہ فرمانے لگے پرے رہو مدینہ میں نہ جاؤ۔ اس نے کہا کیا بات ہے مجھے کیوں روک رہا ہے؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو مدینہ میں نہیں جاسکتا جب تک کہ اللہ کے رسولؐ تیرے لئے اجازت نہ دیں عزت والے آپؐ ہی ہیں اور تو ذلیل ہے۔ یہ رک کر کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ رسول کریم ﷺ تشریف لائے آپ کی عادت مبارک تھی کہ لشکر کے آخری حصہ میں ہوتے تھے آپ کو دیکھ کر اس منافق نے اپنے بیٹے کی شکایت کی۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ اسے کیوں روک رکھا ہے؟ انہوں نے کہا قسم ہے خدا کی جب تک آپؐ کی اجازت نہ ہو یہ اندر نہیں جاسکتا چنانچہ حضورؐ نے اجازت دی۔ اب حضرت عبداللہ نے اپنے باپ کو شہر میں داخل ہونے دیا۔ مسند حمیدی میں ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے کہا جب تک تو اپنی زبان سے یہ نہ کہہ کہ رسول اللہ ﷺ عزت والے اور میں ذلیل تو مدینہ میں نہیں جاسکتا اور اس سے پہلے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ! اپنے باپ کی ہیبت کی وجہ سے میں نے آج تک نگاہ اونچی کر کے ان کے چہرے کو بھی نہیں دیکھا لیکن آپ اگر اس پر ناراض ہیں تو مجھے حکم دیجئے ابھی اس کی گردن حاضر کرتا ہوں کسی اور کو اس کے قتل کا حکم نہ دیجئے ایسا نہ ہو کہ میں اپنے باپ کے قاتل کو اپنی آنکھوں چلتا پھرتا نہ دیکھ سکوں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ
عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝
وَأَنْفِقُوا مِنْ مَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ
الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ
فَأَصَّدَّقَ وَأَكُنْ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ وَلَنْ يُؤَخِّرَ اللَّهُ
نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝

اے مسلمانو! تمہارا مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دے جو ایسا کریں وہ بڑے ہی زیاں کار ہیں ○ اور جو کچھ ہم نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے ہماری راہ میں اس سے پہلے خرچ کر دو کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے۔ تو کہنے لگے اے میرے پروردگار! مجھے تو تھوڑی سی دیر کی مہلت کیوں نہیں دیتا کہ میں صدقہ کر دوں اور نیک لوگوں میں سے ہو جاؤں ○ جب کسی کی مدت عمر پوری ہو جائے پھر اسے اللہ تعالیٰ ہرگز مہلت نہیں دیتا اور جو کچھ تم کرتے ہو اس سے اللہ

تعالیٰ بخوبی باخبر ہے ○

مال و دولت کی خود پسندگی خرابی کی جڑ ہے: ☆ ☆ (آیت: ۹-۱۱) اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ بکثرت ذکر اللہ کیا کریں اور تنبیہ کرتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ مال و اولاد کی محبت میں پھنس کر ذکر اللہ سے غافل ہو جاؤ۔ پھر فرماتا ہے کہ جو ذکر الہی سے غافل ہو جائے اور دنیا کی زینت پر رتھ جائے اپنے رب کی اطاعت میں سست پڑ جائے وہ اپنا نقصان آپؐ کرنے والا ہے۔ پھر اپنی اطاعت میں مال خرچ کرنے کا حکم دے رہا ہے کہ اپنی موت سے پہلے خرچ کر لو موت کے وقت کی بے کسی دیکھ کر نادم ہونا اور امیدیں باندھنا کچھ نفع نہ دے گا۔ اس وقت چاہے گا کہ تھوڑی سی دیر کے لئے بھی اگر جو پڑا یا جائے تو جو کچھ نیک عمل ہو سکے کر لے اور اپنا مال بھی دل کھول کر راہ اللہ دے لے لیکن آہ! اب وقت کہاں آنے والی مصیبت آن پڑی اور نہ ملنے والی آفت سر پر کھڑی ہوگی۔ ایک اور جگہ فرمان ہے وَانذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ یعنی لوگوں کو ہوشیار کر دے جس دن ان کے پاس عذاب آئے گا تو یہ ظالم کہنے لگیں گے اے ہمارے رب! ہمیں تھوڑی سی

ی مہلت مل جائے تاکہ ہم تیری دعوت قبول کر لیں اور تیرے رسولوں کی اتباع کریں۔

موت کے وقت خواہش اعمال: ☆ ☆ (آیت: ۱۰-۱۱) اس آیت میں تو کافروں کی مذمت کا ذکر ہے دوسری آیت میں نیک عمل میں کمی کرنے والوں کے افسوس کا بیان اس طرح ہوا ہے حَتَّىٰ اِذَا جَاءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ یعنی جب ان میں سے کسی کو موت آنے لگتی ہے تو کہتا ہے میرے رب! مجھے لوٹا دے تو میں نیک اعمال کروں۔ یہاں فرماتا ہے موت کا وقت آگے پیچھے نہیں ہوتا اللہ خود خبر رکھنے والا ہے کہ کون اپنے قول میں صادق ہے اور اپنے سوال میں حق بجانب ہے۔ یہ لوگ تو اگر لوٹائے جائیں تو پھر ان باتوں کو بھول جائیں گے اور وہی کچھ کرنے لگ جائیں گے جو اس سے پہلے کرتے رہے۔ ترمذی میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ہر وہ شخص جو مالدار ہو اور اس نے حج نہ کیا ہو یا زکوٰۃ نہ دی ہو وہ موت کے وقت دنیا میں واپس لوٹنے کی آرزو کرتا ہے۔ ایک شخص نے کہا حضرت اللہ کا خوف کیجئے واپسی کی آرزو تو کافر کرتے ہیں آپ نے فرمایا جلدی کیوں کرتے ہو؟ سنو قرآن فرماتا ہے پھر آپ نے یہ پورا کوکھ تلاوت کر سنایا اس نے پوچھا زکوٰۃ کتنے میں واجب ہے فرمایا دو سو اور زیادہ میں۔ پوچھا حج کب فرض ہوجاتا ہے فرمایا جب راہ خرچ اور سواری خرچ کی طاقت ہو۔ ایک مرفوع روایت بھی اسی طرح مروی ہے لیکن موقوف ہی زیادہ صحیح ہے۔ ضحاک کی روایت ابن عباسؓ والی بھی منقطع ہے۔ دوسری سند میں ایک راوی ابو جناب کہتی ہے وہ بھی ضعیف ہے واللہ اعلم۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ کے سامنے صحابہ نے زیادتی عمر کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا جب اجل آجائے پھر موقوف نہیں ہوتی زیادتی عمر صرف اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو نیک صالح اولاد دے جو اس کے لئے اس کے مرنے کے بعد دعا کرتی رہے اور وہ دعا اسے اس کی قبر میں پہنچتی رہے۔ اللہ کے فضل و کرم اور لطف و رحم سے سورۃ منافقون کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمد للہ۔

تفسیر سورۃ التغابن

(تفسیر سورۃ تغابن) ابن عساکر کی ایک بہت ہی غریب بلکہ منکر حدیث میں ہے کہ جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس کے سر کے جوڑوں میں

سورۃ تغابن کی پانچ آیتیں لکھی ہوتی ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ لَهُ الْمُلْكُ
وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝۱
خَلَقَكُمْ مِّنْكُمْ کَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ وَاللّٰهُ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝۲ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ
وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوْرَكُمْ ۝۳ وَاِلَیْهِ الْمَصِیْرُ ۝۴ یَعْلَمُ
مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَیَعْلَمُ مَا تُسْرُوْنَ وَمَا
تُعْلِنُوْنَ ۝۵ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ بِذٰتِ الصُّدُوْرِ ۝۶

چے معبود جن اور جم کے نام سے شروع

آسمان وزمین کی ہر چیز اللہ کی پاکی بیان کرتی ہے اسی کی سلطنت ہے اور اسی کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ○ اسی نے تمہیں پیدا کیا ہے سو تم میں سے بعض تو کافر ہیں اور بعض ایمان دار ہیں جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ خوب دیکھ رہا ہے ○ اسی نے آسمانوں کو اور زمین کو عدل و حکمت سے پیدا کیا اسی نے تمہاری صورتیں بنائیں اور بہت اچھی بنائیں اور اسی کی طرف لوٹنا ہے ○ وہ آسمان وزمین کی ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور جو کچھ تم چاہاؤ اور جو بلا کر کہو وہ سب کو جانتا ہے اللہ تو دلوں کی باتوں تک کو جاننے والا ہے ○

(آیت: ۱-۴) سمیات کی سورتوں میں سب سے آخری سورت یہی ہے مخلوقات کی تسبیح الہی کا بیان کی دفعہ ہو چکا ہے ملک و دھوا اللہ ہی ہے ہر چیز پر اس کی حکومت کام میں اور ہر چیز کا اندازہ مقرر کرنے میں وہ سزاوار تعریف جس چیز کا ارادہ کرے اس کو پورا کرنے کی قدرت نہ دے کوئی اس کا مزاحم نہ کرے نہ اسے کوئی روک سکے وہ اگر نہ چاہے تو کچھ بھی نہ ہو وہی تمام مخلوق کا خالق ہے اس کے ارادے سے بعض انسان کافر ہوئے بعض مومن۔ وہ بخوبی جانتا ہے کہ مستحق ہدایت کون ہے اور مستحق ضلالت کون ہے؟ وہ اپنے بندوں کے اعمال پر شہاد ہے اور ہر عمل کو پورا پورا بدلہ دے گا اس نے عدل و حکمت کے ساتھ آسمان وزمین کی پیدائش کی ہے اسی نے تمہیں پاکیزہ اور خوبصورت شکلیں دے رکھی ہیں۔ جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّبَكَ أَخْ اے انسان! تجھے تیرے رب کریم سے کس چیز نے غافل کر دیا؟ اسی نے تجھے پیدا کیا پھر درست کیا پھر ٹھیک ٹھاک کیا اور جس صورت میں چاہا تجھے ترکیب دی۔ جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا اَللّٰهُ ہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو قرار گاہ اور آسمان کو چھت بنایا اور تمہیں بہترین صورتیں دیں اور پاکیزہ چیزیں کھانے کو عنایت فرمائیں آخر سب کو اسی کی طرف لوٹنا ہے آسمان وزمین اور ہر نفس اور کل کائنات کا علم اسے حاصل ہے یہاں تک کہ دل کے ارادوں اور پوشیدہ باتوں سے بھی وہ واقف ہے۔

اَلَمْ یَا تَکُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ فَذَاقُوْا
وَبَالَ اَمْرِہُمْ وَلَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ذٰلِکَ بِاَنَّهُ کَانَتْ تَاْتِیْہُمْ
رُسُلُہُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَقَالُوْا اَبَشِّرْ یٰہُذُوْنَا فَکَفَرُوْا وَکَوَّلُوْا
وَاسْتَغْنٰی اللّٰهُ وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ

کیا تمہارے پاس اس سے پہلے کے کافروں کی خبر نہیں پہنچی؟ جنہوں نے اپنے اعمال کا وبال چھلکایا اور جن کے لئے دردناک عذاب ہے ○ اس لئے کہ ان کے پاس ان کے رسول مجھ سے لے کر آئے تو انہوں نے کہہ دیا کہ کیا انسان رہنمائی کرے گا؟ پس انکار کر دیا اور منہ پھیر لیا اللہ نے بھی بے نیازی کی اور اللہ تو ہے ہی

بہت بے پردہ سب خوبیوں والا ○

سابقہ واقعات سے سبق لو: ☆☆ (آیت: ۵-۶) یہاں اگلے کافروں کے کفر کا اور ان کی بری سزا اور بدترین بدلے کا ذکر ہو رہا ہے کہ کیا تمہیں تم سے پہلے منکروں کا حال معلوم نہیں کہ رسولوں کی مخالفت اور حق کی تکذیب کیا رنگ لائی؟ دنیا اور آخرت میں برباد ہو گئے یہاں بھی اپنے بد افعال کا خمیازہ بھگتتا اور وہاں کا بھگتنا ابھی باقی پڑا ہے جو نہایت الم انگیز ہے۔ اس کی وجہ بجز ازیں کچھ بھی نہیں کہ دلائل و براہین اور روشن نشان کے ساتھ جو انبیاء الہی ان کے پاس آئے انہوں نے انہیں نہ مانا اور اپنے نزدیک اسے محال جانا کہ انسان پیغمبر ہو اور انہی جیسے

ایک آدم زاد کے ہاتھ پر انہیں ہدایت دی جائے۔ پس انکار کر بیٹھے اور عمل چھوڑ دیا اللہ تعالیٰ نے بھی ان سے بے پرواہی برتی وہ تو غنی ہے ہی اور ساتھ ہی سزاوار حمد و ثناء بھی۔

زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ لَنْ يُبْعَثُوا قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي
لَتُبْعَثَنَّ ثُمَّ لَتَنْبَأَنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۖ وَذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ
فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنْزَلْنَا ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ
خَبِيرٌ ۝ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ۚ ذَٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۚ وَمَنْ
يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ
تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ
الْعَظِيمُ ۝

ان کافروں کا خیال ہے کہ دوبارہ زندہ نہ کئے جائیں گے تو کہہ دے کہ ہاں اللہ کی قسم تم ضرور دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے پھر جو تم نے کیا ہے اس کی خبر دے دیے جاؤ گے اللہ پر یہ بالکل ہی آسان ہے ○ سو تم اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر بھروسے ہوئے ہوئے نماز فرمایا ہے ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ تمہارے ہر عمل پر باخبر ہے ○ جس دن تم سب کو اس جمع ہونے کے دن جمع کرے گا وہ یہی دن ہے ہر جیت کا جو شخص اللہ پر ایمان لا کر نیک عمل کرے اللہ اس سے اس کی برائیاں دور کر دے گا اور اس جنتوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہی بہت بڑی کامیابی ہے ○

مکرمین قیامت میں شریکین و ملحدین ☆ ☆ (آیت ۷-۹) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کفار و مشرکین و ملحدین کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد ہمیں انھیں گئے تم اے نبی! ان سے کہہ دو کہ ہاں انھوں نے پھر تمہارے تمام چھوٹے بڑے چھپے کئے اعمال کا اظہار تم پر کیا جائے گا، سنو تمہارا دوبارہ پیدا کرنا تمہیں بدلے دینا وغیرہ تمام کام خدا تعالیٰ پر بالکل آسان ہیں۔ یہ تیسری آیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم کھا کر قیامت کی حثایت کے بیان کرنے کو فرمایا ہے۔ پہلی آیت تو سورہ یونس میں ہے وَيَسْتَبْشِرُونَكَ أَحَقُّ هُوَ قُلْ إِي وَرَبِّي إِنَّهُ لَحَقُّ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ یعنی یہ لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا وہ حق ہے؟ تو کہہ میرے رب کی قسم! وہ حق ہے اور تم خدا کو ہر انہیں سکتے۔ دوسری آیت سورہ سہم میں ہے وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ قُلْ بَلَى وَرَبِّي لَتَأْتِيَنَّكُمْ كَافِرِينَ کہتے ہیں ہم پر قیامت نہ آئے گی تو کہہ دے کہ ہاں میرے رب کی قسم! یقیناً اور بالضرور آئے گی اور تیسری آیت یہ ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ پر رسول اللہ پر نور منزل یعنی قرآن کریم پر ایمان لاؤ تمہارا کوئی خفیہ عمل بھی اللہ تعالیٰ پر پوشیدہ نہیں۔ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ تم سب کو جمع کرے گا اور اسی لئے اس کا نام یوم الجمع ہے۔ جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ یہ لوگوں کے جمع کئے جانے اور ان کے حاضر باش ہونے کا دن ہے۔ ایک اور جگہ ہے قُلْ إِنْ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ لَمَجْمُوعُونَ إِلَىٰ مِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ یعنی قیامت والے دن تمام اولین اور آخین جمع کئے جائیں گے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں یوم التغابن قیامت کا ایک نام ہے اس نام کی وجہ یہ ہے کہ اہل جنت اہل دوزخ کو نقصان میں ڈالیں گے۔

حضرت ماجدہ فرماتے ہیں اس سے زیادہ لقمان کیا ہوگا کہ ان کے سامنے انہیں جنت میں اور ان کے سامنے انہیں جہنم میں لے جائیں، گویا اسی کی تفسیر کے بعد والی آیت میں ہے کہ ایماندار ایک اعمال کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے اور بہتی نہروں والی پہاڑی کی جنت میں اسے داخل کیا جائے گا اور پوری کامیابی کو پہنچ جائے گا اور کفر و تکذیب کرنے والے جہنم کی آگ میں جائیں گے جہاں پڑے جلتے جھلستے رہیں گے، بھلا اس سے برا ٹھکانا اور کیا ہو سکتا ہے؟

وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ خَالِدِينَ فِيهَا وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۖ مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ يَهْدِ اللَّهُ قَلْبَهُ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۖ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ۚ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَإِنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَعَلَىٰ اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝

اور جن لوگوں کی نہ مانا اور ہماری آیاتوں کو جھٹلایا وہ سب جہنمی ہیں جو جہنم میں ہمیشہ رہیں گے وہ بہت بری جگہ ہے ○ پھر جانے کی - کوئی مصیبت بغیر اللہ کی اجازت کے نہیں پہنچ سکتی جو اللہ پر ایمان لائے اللہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے اور اللہ پر چڑخ کو خوب جاننے والا ہے ○ لوگو! اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو پس اگر اعراس کرو تو ہمارے رسول کے ذکر صرف صرف صاف پہنچا دینا ہے ○ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں مسلمانوں کو اللہ ہی پر توکل رکھنا چاہئے ○

وہ مختار مطلق ہے ناقابل تردید سچائی ☆ ☆ (آیت ۱۱-۱۳) سورہ حدید میں بھی یہ مضمون گزر چکا ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ خدا کی اجازت اور اس کے حکم سے ہوتا ہے اس کی قدر و شہیت کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا اب جس شخص کو کوئی تکلیف پہنچے وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کی تفاد و قدر سے مجھے یہ تکلیف پہنچی پھر صبر و سہار کرے اور اللہ کی مرضی پر ثابت قدم رہے اور ثواب کی اور بھلائی کی امید رکھے رضایہ تھا کے سوالب نہ ہلائے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کی رہبری کرتا ہے اور اسے بدلے کے طور پر ہدایت قلبی عطا فرماتا ہے یقیناً صادق کی چمک وہ دل میں دیکھتا ہے اور بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس مصیبت کا بدلہ یا اس سے بھی بہتر دنیا میں ہی عطا فرما دیتا ہے - حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ اس کا ایمان مضبوط ہو جاتا ہے اسے مصائب ڈھیلا نہیں کر سکتے وہ جانتا ہے کہ جو پہنچا وہ خطا کرنے والا نہ تھا اور جو نہ پہنچا وہ ملنے والا ہی نہ تھا -

آسان ترین افضل عمل: حضرت علامہ کے سامنے یہ آیت پڑھی جاتی ہے اور آپ سے اس کا مطلب دریافت کیا جاتا ہے تو فرماتے ہیں اس سے مراد وہ شخص ہے جو ہر مصیبت کے وقت اس بات کا عقیدہ رکھے کہ یہ منجانب اللہ ہے پھر راضی خوشی اسے برداشت کر لے - یہ بھی مطلب ہے کہ وہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ لے - متفق علیہ حدیث میں ہے کہ مومن کو توجہ ہے ہر ایک بات میں اس کے لئے بہتری ہوتی ہے ضرر و نقصان پر صبر و سہار کر کے نفع اور بھلائی پر شکر و احسان مندی کر کے بہتری سمیٹ لیتا ہے یہ دو طرفہ بھلائی مومن کے سوا کسی اور کے حصے میں نہیں - مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اس کی تصدیق کرنا اس کی راہ میں جہاد کرنا - اس نے کہا حضرت میں کوئی آسان کام چاہتا ہوں آپ نے فرمایا جو فیصلہ قسمت کا تجھ پر جاری ہو تو اس میں اللہ تعالیٰ کا لکھ شکوہ نہ کر اس کی رضا پر راضی رہ یہ اس سے ہلکا امر ہے - پھر اپنی اور اپنے رسول کی

اطاعت کا حکم دیتا ہے کہ امور شرعی میں ان اطاعتوں سے سزا و جزا نہ کرو جس کا حکم ملے بجلاؤ جس سے روکا جائے رک جاؤ اگر تم اس کے ماننے سے اعراض کرتے تو ہمارے رسول پر کوئی بوج نہیں ان کے ذمہ صرف تبلیغ تھی جو وہ کر چکے اب عمل نہ کرنے کی سزا تمہیں بھگتی پڑے گی۔ پھر فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد و صمد ہے اس کے سوا کسی کی ذات کسی طرح کی عبادت کے لائق نہیں یہ خبر غریبی میں طلب کے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید مانو اخلاص کے ساتھ صرف اسی کی عبادتیں کرو پھر فرماتا ہے چونکہ توکل اور بھروسے کے لائق بھی وہی ہے تم اسی پہ بھروسہ رکھو۔ جیسے اور جگہ ارشاد ہے رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا الخ، مشرق اور مغرب کا رب وہی ہے معبود بھی وہی اس کے سوا کوئی نہیں تو اسی کو اپنا کارساز بنالے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنِّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا
لَكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ وَإِن تَعَفَوْا وَتَصَفَحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ
عَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللَّهُ عِنْدَهُ
أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝

اے ایمان والو! تمہاری بعض بیویاں اور بعض بچے تمہارے دشمن ہیں خبردار ان سے ہوشیار رہنا اور اگر تم معاف کر دو اور درگزر کر جاؤ اور بخش دو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۝ تمہارے مال و اولاد تو سرسراہتماری آزمائش ہی ہے اور بہت بڑا اجر اللہ کے پاس ہے ۝

اللہ کی یاد اور اولاد و مال کی محبت: ☆☆ (آیت: ۱۳-۱۵) ارشاد ہوتا ہے کہ بعض مردوں اپنے مردوں کو اور بعض اولادیں اپنے ماں باپ کو یا اولاد اور نیک عمل سے روک دیتی ہیں جو درحقیقت دشمنی ہے جس سے پہلے بھی تنبیہ ہو چکی ہے کہ ایسا نہ ہو تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں یا اللہ سے غافل کر دے اگر ایسا ہو گیا تو تمہیں بڑا گھانا رہے گا یہاں بھی فرماتا ہے کہ ان سے ہوشیار ہو اپنے دین کی نگہبانی ان کی ضروریات اور فرمائشات کے پورا کرنے پر مقدم رکھو بیوی بچوں اور مال کی خاطر انسان قطع رحمی کر گزرتا ہے اللہ کی نافرمانی پر عمل جاتا ہے ان کی محبت میں شخص کر احکام اسلامی کو پس پشت ڈال دیتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں بعض اہل مکہ اسلام قبول کر چکے تھے مگر زن و فرزند کی محبت نے انہیں ہجرت سے روک دیا پھر جب اسلام کا خوب افشا ہو گیا تب یہ لوگ حاضر حضور ہوئے دیکھا کہ ان سے پہلے کے مہاجرین نے بہت کچھ علم دین حاصل کر لیا ہے اب جی میں آیا کہ اپنے مال بچوں کو سزا دیں جس پر یہ فرمان ہوا کہ اِنَّ تَقْفُوْا الخ یعنی اب درگزر کر دو آئندہ کے لئے ہوشیار رہو اللہ تعالیٰ مال و اولاد دے کر انسان کو پرکھ لیتا ہے کہ مصیبت میں جتلا ہونے والے کون ہیں؟ اور اطاعت گزار کون ہیں؟ اللہ کے پاس جو اجر عظیم ہے تمہیں چاہئے اس پر لگاؤ نہیں رکھو۔ جیسے اور جگہ فرمان ہے زَيْنٌ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ الخ، یعنی بطور آزمائش کے لوگوں کے لئے دنیاوی خواہشات یعنی بیویوں اور اولاد اور سونے چاندی کے بڑے بڑے لگے ہوئے ڈھیر اور شائستہ گھوڑوں اور موسیقی اور کھتی کی محبت کو زینت دی گئی ہے مگر یہ سب دنیا کی چند روزہ زندگی کا سامان ہے اور بھٹکی والا اچھا لکھا کاٹا تو اللہ ہی کے پاس ہے۔

اولاد ایک فتنہ بھی: ☆☆ مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما لانے لانے کرتے رہتے تھے اپنے آگے دوٹوں بچے کرتوں میں الجھ الجھ کر گرتے پڑتے آ رہے تھے یہ کرتے سرخ رنگ کے تھے۔

حضور کی نظریں جب ان پر پڑیں تو منبر سے اتر کر انہیں اٹھا کر لائے اور اپنے سامنے بٹھالیا پھر فرمانے لگے اللہ تعالیٰ سچا ہے اور اس کے رسول نے بھی سچ فرمایا ہے کہ تمہارے مال و اولاد دقت میں ہیں ان دونوں کو گرتے پڑتے آتے دیکھ کر مبرنہ کر سکا آخر خطبہ چھوڑ کر انہیں اٹھا تا پڑا۔ منبر میں ہے حضرت اشعث بن قیس فرماتے ہیں کندہ قبیلہ کے وفد میں میں بھی حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا تمہاری کچھ اولاد بھی ہے میں نے کہا ہاں اب آتے ہوئے ایک لڑکا ہوا ہے کاش کہ اس کے بجائے کوئی درندہ ہی ہوتا۔ آپ نے فرمایا خبردار! ایسا نہ کہو ان میں آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور انتقال کر جائیں تو اجر ہے پھر فرمایا ہاں یہی بزدلی اور غم کا سبب بھی بن جاتے ہیں یہ بزدلی اور غم ورغ بھی ہیں۔ بزار میں ہے اولاد دل کا پھل ہے اور یہ نکل و نامردی اور غشگینی کا باعث بھی ہے۔ طبرانی میں ہے تیرا دشمن صرف وہی نہیں جو تیرے مقابلہ میں کفر پر جم کر لڑائی کے لئے آیا کیونکہ اگر تو نے اسے قتل کر دیا تو تیرے لئے باعث نور ہے اور اگر اس نے تجھے قتل کر دیا تو تو قطعاً جنتی ہو گیا۔ پھر فرمایا شاید تیرا دشمن تیرا بچہ ہے جو تیری پیٹھ سے نکلا پھر تجھ سے دشمنی کرنے لگا تیرا پورا دشمن تیرا مال ہے جو تیری ملکیت میں ہے پھر دشمنی کرتا ہے۔

فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَأَنْفِقُوا خَيْرًا لِأَنْفُسِكُمْ وَمَنْ يُوقْ شَحْ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۵﴾ إِنْ تَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضْعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ ﴿۶﴾ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۷﴾

پس جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو اور سنتے اور مانتے چلے جاؤ اور اللہ کی راہ میں خیرات کرتے رہو جو تمہارے لئے بہتر ہے اور جو شخص اپنے نفس کی حرص سے محفوظ رکھا جائے وہی کامیاب ہے ○ اگر تم اللہ کو اچھا قرض دو گے (یعنی اس کی راہ میں خرچ کر دو گے) تو وہ اسے تمہارے لئے بڑھا تا جائے گا اور تمہارے گناہ بھی معاف فرما دے گا اللہ بڑا قدر دان بڑا بردبار ہے ○ وہ پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے بڑا بردست حکمت والا ہے ○

اللہ سے طاقت کے مطابق ڈرتا: ☆☆ (آیت: ۱۶-۱۸) پھر فرماتا ہے اپنے مقدور بھر اللہ کا خوف رکھو اس کے عذابوں سے بچاؤ مہیا کرو۔ صحیحین میں ہے جو حکم میں کروں اسے اپنی مقدور بھر بجالاؤ جس سے میں روک دوں رک جاؤ۔ بعض مفسرین کا فرمان ہے کہ سورہ آل عمران کی آیت یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ کی تائید یہ آیت ہے یعنی پہلے فرمایا تھا اللہ تعالیٰ سے اس قدر ڈرو جتنا اس سے ڈرنا چاہئے لیکن اب فرمایا کہ اپنی طاقت کے مطابق۔ چنانچہ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پہلی آیت لوگوں پر بڑی بھاری پڑی تھی اس قدر کہ قیام کرتے تھے کہ پیروں پر درم آ جاتا تھا اور اتنے لمبے سجدے کرتے تھے کہ پیشانیان زخمی ہو جاتی تھیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے یہ دوسری آیت اتار کر تخفیف کر دی اور بھی بعض مفسرین نے یہی فرمایا ہے اور پہلی آیت کو منسوخ اور اس دوسری آیت کو ناسخ بتلایا ہے۔ پھر فرماتا ہے اللہ اور اس کے رسول کے فرمانبردار بن جاؤ ان کے فرمان سے ایک انچ ادھر ادھر نہ ہونے دے گے جو حوند بچھے سر کو نہ امر کو چھوڑ نہ نہی کا خلاف کرو جو اللہ نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے رشتہ داروں، فقیروں، مسکینوں کو اور حاجت مندوں کو بچتے رہو اللہ نے تم پر احسان کیا تم دوسری مخلوق پر احسان کرو تا کہ اس جہاں میں بھی خدا کی احسان کے مستحق بن جاؤ اگر یہ نہ کیا تو دونوں

جہان کی بربادی اپنے ہاتھوں آپ مولیٰ کو مومن یوق کی تفسیر سورۃ حشر کی آیت میں گزر چکی ہے۔ جب تم کوئی چیز راہ اللہ دے گے اللہ اس کا بدلہ دے گا ہر صدقے کی جزا عطا فرمائے گا تمہارا سبکدوش کرنا گویا خدا کو قرض دینا ہے۔

بخاری مسلم کی حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کون ہے جو ایسے کو قرض دے جو نہ تو ظالم ہے نہ مفلس نہ نادار نہ ہندہ جس فرماتا ہے وہ تمہیں بہت کچھ بڑا چڑھا کر پھیر دے گا۔ جیسے سورۃ بقرہ میں بھی فرمایا ہے کہ کئی کئی گنا بڑھا کر دے گا ساتھ ہی خیرات سے تمہارے گناہ معاف کر دے گا اللہ بڑا قادر دان ہے تھوڑی سی نیکی کا بہت بڑا اجر دیتا ہے۔ وہ بڑا بار ہے درگزر کرتا ہے بخش دیتا ہے گناہوں سے اور لغزشوں سے چشم پوشی کر لیتا ہے خطاؤں اور برائیوں کو معاف فرمادیتا ہے وہ جیسے کلمے کا عالم ہے وہ غالب اور با حکمت ہے۔ ان اسماء حسنیٰ کی تفسیر کئی مرتبہ اس سے پہلے گزر چکی ہے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور لطف و رحم سے۔ سورۃ تغابن کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمد للہ۔

تفسیر سورۃ الطلاق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ
وَاحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ
بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبِينَةٍ
وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ
لَا تَذَرْنِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثَ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا

شرح اللہ تعالیٰ میرانی اور رحم کرنے والے کے نام سے ○

اے نبی! (اپنی امت سے کہو کہ) جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دینا چاہو تو ان کی عدت میں انہیں طلاق دو اور عدت کا حساب رکھو اور اللہ سے جو تمہارا پروردگار ہے ڈرتے رہو تم انہیں ان کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ خود نکلیں ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ کوئی عملی برائی کر بیٹھیں یہ ہیں اللہ کی مقرر کردہ حدیں جو قصص اللہ کی حدوں سے آگے بڑھ جائے اس سے یقیناً جاننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ کوئی نئی بات پیدا کر دے ○

طلاق کے مسائل: ☆☆ (آیت ۱) اولاً تو نبی ﷺ سے شرافت و کرامت کے طور پر خطاب کیا گیا پھر جہاں آپ کی امت سے خطاب کیا گیا اور طلاق کے مسئلہ کو سمجھایا گیا۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حصہؓ کو طلاق دی وہ اپنے میکے آگئیں اس پر یہ آیت اتری اور آپ سے فرمایا گیا کہ ان سے رجوع کر لو وہ بہت زیادہ روزہ رکھنے والی اور بہت زیادہ نماز پڑھنے والی ہیں اور وہ یہاں بھی آپ کی بیوی ہیں اور جس میں بھی آپ کی ازواج میں داخل ہیں۔ یہی روایت مرسلہ ابن جریر میں بھی اور سندوں سے بھی آئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دی پھر رجوع کر لیا۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی صاحبہ کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ آنحضور ﷺ سے بیان کیا آپ ناراض ہوئے اور فرمایا اسے چاہئے کہ رجوع کر لے پھر حیض سے پاک ہونے تک

روکے رکھے پھر دوسرا حیض آئے اور اس سے نہائیس پھر اگر گرجی چاہے تو طلاق دیں یعنی اسی پاکیزگی کی حالت میں بات چیت کرنے سے پہلے یہی وہ عدت ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ یہ حدیث اور بھی بہت سی کتابوں میں بہت سی سندوں کے ساتھ مذکور ہے۔ حضرت عبدالرحمن بن ابیمن نے جو عہہ کے مولیٰ ہیں حضرت ابوالہریرؓ کے سنتے ہوئے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال کیا کہ اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جس نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی تو آپ نے فرمایا سنو! ابن عمرؓ نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں طلاق دی تو حضور نے حکم دیا کہ اسے لوٹا لے چنانچہ ابن عمر نے رجوع کر لیا اور یہی حضور نے فرمایا تھا اس سے پاک ہو جانے کے بعد اسے اختیار ہے خواہ طلاق دے خواہ بسالے اور آنحضرت ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ فِي قُبُلِ عِدَّتِهِنَّ (مسلم) دوسری روایت میں فَطَلِّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ یعنی طہر کی حالت میں جماع سے پہلے بہت سے بزرگوں نے یہی فرمایا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں یعنی حالت حیض میں طلاق نہ دے نہ اس طہر میں طلاق دو جس میں جماع ہو چکا ہو بلکہ اس وقت تک چھوڑ دے جب حیض آجائے پھر اس سے نہالے جب ایک طلاق دے۔

حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں عدت سے مراد طہر ہے قرء سے مراد حیض ہے یا حمل کی حالت میں جب حمل ظاہر ہو جس طہر میں جماعت کر چکا ہے اس میں طلاق نہ دے نہ معلوم حاملہ ہے یا نہیں یہیں سے باکجہ علماء نے احکام طلاق لئے ہیں اور طلاق کی دو قسمیں کی ہیں طلاق سنت اور طلاق بدعت طلاق سنت تو یہ ہے کہ طہر کی یعنی پاکیزگی کی حالت میں جماع کرنے سے پہلے طلاق دے دے یا حالت حمل میں طلاق دے اور بدعت طلاق یہ ہے کہ حالت حیض میں طلاق دے یا طہر میں دے لیکن جماعت کر چکا ہو اور معلوم نہ ہو کہ حمل ہے یا نہیں؟ طلاق کی تیسری قسم بھی ہے جو نہ طلاق سنت ہے نہ طلاق بدعت اور وہ تابعدی طلاق ہے اور اس عورت کی جسے حیض کے آنے سے ناامیدی ہو چکی ہو اور اس عورت کی جس سے دخول نہ ہوا ہوا ان سب کے احکام تفصیلی بحث کی جگہ کتب فروع ہیں نہ کہ تفسیر۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

عدت کی حفاظت کرو: ☆ پھر فرمان ہے عدت کی حفاظت کرو اس کی ابتداء انتہا کی دیکھ بھال رکھو! ایسا نہ ہو کہ عدت کی لمبائی عورت کو دوسرا خاوند کرنے سے روک دے اور اس بارے میں اپنے معبود حقیقی پروردگار عالم سے ڈرتے رہو عدت کے زمانہ میں مطلقہ عورت کی رہائش کا مکان خاوند کے ذمہ ہے وہ اسے نکال نہ دے اور نہ خود اسے نکلتا جائز ہے کیونکہ وہ اپنے خاوند کے حق میں رکی ہوئی ہے فَاحْشَۃٌ مُّبِیِّنَۃٌ زنا کو بھی شامل ہے اور اسے بھی کہ عورت اپنے خاوند کو گھبرائے اس کا خلاف کرے اور ایذا پہنچائے یا بدزبانی و کج خلقی شروع کر دے اور اپنے کاموں سے اور اپنی زبان سے سسرال والوں کو تکلیف پہنچائے تو ان صورتوں میں بیٹک خاوند کو جائز ہے کہ اسے اپنے گھر سے نکال باہر کرے یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں اس کی شریعت اور اس کے متلائے ہوئے احکام ہیں۔ جو شخص ان پر عمل نہ کرے انہیں بے رحمی کے ساتھ توڑ دے ان سے آگے بڑھ جائے وہ اپنا ہی برا کرنے والا اور اپنی جان پر ظلم ڈھانے والا ہے شاید کہ اللہ کوئی نئی بات پیدا کر دے اللہ کے ارادوں کو اور ہونے والی باتوں کو کوئی نہیں جان سکتا۔

عدت کا زمانہ مطلقہ عورت کو خاوند کے گھر گزارنے کا حکم دینا اس مصلحت سے ہے کہ ممکن ہے اس مدت میں اس کے خاوند کے خیالات بدل جائیں طلاق دینے پر تادم ہوؤں میں لوٹا لینے کا خیال پیدا ہو جائے اور پھر رجوع کر کے دونوں میاں بیوی امن وامان سے گزارا کرنے لگیں! نیا کام پیدا کرنے سے مراد بھی رجعت ہے۔ اسی بنا پر بعض سلف اور ان کے تابعین مثلاً حضرت امام احمد بن حنبلؓ وغیرہ کا مذہب ہے کہ مجتہد یعنی وہ عورت جس کی طلاق کے بعد خاوند کو رجعت کا حق باقی نہ رہا ہو اس کے لئے عدت گزارنے کے زمانے تک مکان کا دینا

خاوند کے ذمہ نہیں اسی طرح جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اسے بھی رہائشی مکان عدت تک کے لئے دینا اس کے وارثوں پر نہیں ان کی اعتمادی دلیل حضرت فاطمہ بنت قیس فہر یہ رضی اللہ عنہا والی حدیث ہے کہ جب ان کے خاوند حضرت ابوعمر بن حفصؓ نے ان کو تیسری آخری طلاق دی اور وہ اس وقت یہاں موجود نہ تھے بلکہ یمن میں تھے اور وہیں سے طلاق دی گئی تو ان کے وکیل نے ان کے پاس تھوڑے سے جو بھیج دیئے تھے کہ یہ تمہاری خوراک ہے یہ بہت ناراض ہوئیں اس نے کہا بگڑتی کیوں ہو؟ تمہارا نفقہ کھانا پینا ہمارے ذمہ نہیں۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں آپ نے فرمایا تمھیک ہے تیرا نفقہ اس پر نہیں۔ مسلم میں ہے نہ تیرے رہنے پہنچنے کا گھر اور ان سے فرمایا کہ تم ام شریک کے گھر اپنی عدت گزارو۔ پھر فرمایا وہاں تو میرے اکثر صحابہ جایا آیا کرتے ہیں تم عبداللہ ابن ام مکتوم کے ہاں اپنی عدت کا زمانہ گزارو وہ ایک نایاب آدمی ہیں تم وہاں آرام سے اپنے کپڑے بھی رکھ سکتی ہو۔

مندانہ میں ہے کہ ان کے خاوند کو حضورؐ نے کسی جہاد پر بھیجا تھا انہوں نے وہیں سے انہیں طلاق بھیج دی ان کے بھائی نے ان سے کہا کہ ہمارے گھر سے چلی جاؤ انہوں نے کہا نہیں جب تک عدت ختم نہ ہو جائے میرا کھانا پینا اور رہنا سہنا میرے خاوند کے ذمہ ہے اس نے انکار کیا آخر حضورؐ کے پاس یہ معاملہ پہنچا جب آپ کو معلوم ہوا کہ یہ آخری تیسری طلاق ہے جب آپ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا ان نفقہ گھر بار خاوند کے ذمہ اس صورت میں ہے کہ اسے حق رجعت حاصل ہو جب یہ نہیں تو وہ بھی نہیں تم یہاں سے چلی جاؤ اور فلاں عورت کے گھر اپنی عدت گزارو پھر فرمایا وہاں تو صحابہؓ کی آمد و رفت ہے تم ابن ام مکتومؓ کے گھر عدت کا زمانہ گزارو وہ نایاب ہیں تمہیں دیکھ نہیں سکتے۔ طبرانی میں ہے یہ حضرت فاطمہ بنت قیس شحاک بن قیس قرشی کی بہن تھیں ان کے خاوند مخزومی قبیلہ کے تھے طلاق کی خبر کے بعد ان کے نفقہ طلب کرنے پر ان کے خاوند کے اولیاء نے کہا تھا تو تمہارے میاں نے کچھ بھیجا ہے نہ ہمیں دینے کو کہا ہے اور حضورؐ کے فرمان میں یہ بھی مروی ہے کہ جب عورت کو وہ طلاق مل جائے جس کے بعد وہ اپنے اگلے خاوند پر حرام ہو جاتی ہے جب تک دوسرے سے نکاح اور پھر چھوٹ چھانڈا نہ ہو جائے تو اس صورت میں عدت کا نان نفقہ اور رہنے کا مکان اس کے خاوند کے ذمہ نہیں۔

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ اَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ
وَاَشْهَدُوْا ذَوٰى عَدْلِ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ذٰلِكُمْ
يُوعِظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَنْ يَتَّقِ
اللّٰهَ يَجْعَلْ لِّهٖ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ
عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ اِنَّ اللّٰهَ بِالْعُمْرَةِ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ
شَيْءٍ قَدْرًا

جس جب یہ عورتیں اپنی عدت پوری کرنے کے قریب پہنچ جائیں تو انہیں یا تو قاعدہ کے مطابق اپنے نکاح میں رہنے دو یا دستور کے مطابق انہیں الگ کر دو اور آپس میں سے دو عادل جو حضورؐ کو گواہ کر لو اور اللہ کی رضا مندی کے لئے ٹھیک ٹھیک گواہی دو یہی ہے وہ جس کی نصیحت اسے کی جاتی ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اور جو حفصہ اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے چھکار کے کی شکل نکال دیتا ہے ○ اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو اور جو حفصہ اللہ پر توکل کرے گا اللہ اسے کافی ہوگا اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر کے ہی رہے گا اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اعزاز مقرر کر رکھا ہے ○

عالمی قانون ☆ ☆ (آیت ۲-۳) ارشاد ہوتا ہے کہ عدت والی عورتوں کی عدت جب پوری ہونے کے قریب پہنچ جائے تو ان کے خاوندوں کو چاہئے کہ دو باتوں میں سے ایک کر لیں یا تو انہیں بھلائی اور سلوک کے ساتھ اپنے ہی نکاح میں روک رکھیں یعنی طلاق جو دی تھی اس سے رجوع کر کے باقاعدہ اس کے ساتھ بود و باش رکھیں یا انہیں اور طلاق دے دیں لیکن برا بھلا کئے بغیر گالی گوجھ دینے بغیر سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ بغیر بھلائی اچھائی اور خوبصورتی کے ساتھ۔ (یہ یاد رہے کہ رجعت کا اختیار اس وقت ہے جب ایک طلاق ہوئی ہو یا دو ہوئی ہوں) پھر فرمایا ہے اگر رجعت کا ارادہ ہو اور رجعت کرو یعنی لوٹا لو تو اس پر دو عادل مسلمان گواہ رکھ لو۔ ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے پھر اس سے جماع کرتا ہے نہ طلاق پر گواہ رکھتا ہے نہ رجعت پر تو آپ نے فرمایا اس نے خلاف سنت طلاق دی اور خلاف سنت رجوع کیا۔ طلاق پر بھی گواہ رکھنا چاہئے اور رجعت پر بھی اب دوبارہ ایسا نہ کرتا۔ حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نکاح طلاق رجعت بغیر دو عادل گواہوں کے جائز نہیں جیسے فرمان خدا ہے ہاں مجبوری ہو تو اور بات ہے پھر فرماتا ہے گواہ مقرر کرنے کا اور سچی شہادت دینے کا حکم انہیں ہو رہا ہے جو اللہ پر اور پچھلے دن پر ایمان رکھتے ہوں خدا کی شریعت کے پابند اور عذاب آخرت سے ڈرنے والے ہوں۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں رجعت پر گواہ رکھنا واجب ہے گو آپ سے ایک دوسرا قول بھی مروی ہے اسی طرح نکاح پر گواہ رکھنا بھی آپ واجب بتلاتے ہیں ایک اور جماعت کا بھی یہی قول ہے۔ اس مسئلہ کو ماننے والے علماء کرام کی جماعت یہ بھی کہتی ہے کہ رجعت بغیر زانی کے ثابت نہیں ہوتی کیونکہ گواہ رکھنا ضروری ہے اور جب تک زبان سے نہ کہے گواہ کیسے مقرر کئے جائیں گے پھر فرماتا ہے کہ جو شخص احکام خدا بجالائے اس کی حرام کردہ چیزوں سے پرہیز کرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے غلٹی پیدا کر دیتا ہے۔ ایک اور جگہ ہے کہ اس طرح رزق پہنچاتا ہے کہ اس کے خواب و خیال میں بھی نہ ہو۔

مسند احمد میں ہے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میرے سامنے رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی پھر فرمایا اے ابوذر! اگر تمام لوگ صرف اسے ہی لے لیں تو کافی ہے پھر آپ نے بار بار اس کی تلاوت شروع کی یہاں تک کہ مجھے اونگھ آنے لگی پھر آپ نے فرمایا ابوذر! تم کیا کرو گے جب تمہیں مدینہ سے نکال دیا جائے گا؟ جواب دیا کہ میں اور کشادگی اور رحمت کی طرف چلا جاؤں گا یعنی مکہ شریف کو وہاں کا بکیر بن کر رہ جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا پھر کیا کرو گے جب تمہیں وہاں سے بھی نکالا جائے؟ میں نے کہا شام کی پاک زمین میں چلا جاؤں گا فرمایا جب شام سے نکالا جائے گا تو کیا کرے گا؟ میں نے کہا حضور خدا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ متغیر بنا کر بھیجا ہے پھر تو اپنی تلوار اپنے کندھے پر رکھ کر مقابلہ پراتر آؤں گا آپ نے فرمایا کیا میں تجھے اس سے بہتر کیس بتلاؤں؟ میں نے کہا یہاں حضور ضرور ارشاد ہو۔ فرمایا سننا اور اتنا رہو اگرچہ جی غلام ہو۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں بہت ہی جامع آیت اِنَّ اللّٰهَ يَآمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ ہے اور سب سے زیادہ کشادگی کا وعدہ اس آیت ومن يَتَّقِ اللّٰهَ اِنْجَلَتْ مِنْهُ سُبُلُ النِّجَاتِ میں ہے مسند احمد میں فرمان رسول ہے کہ جو شخص بکثرت استغفار کرتا رہے اللہ تعالیٰ اسے ہر غم سے نجات اور ہر تنگی سے فراخی دے گا اور ایسی جگہ سے رزق پہنچائے گا جہاں کا اسے خیال و گمان تک نہ ہو۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کے ہر رب دے چینی سے نجات دے گا۔ ربیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لوگوں پر جو کام بھاری ہو اس پر آسان ہو جائے گا۔ حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو اللہ کے حکم کے مطابق طلاق دے گا اللہ اسے نکاح اور نجات دے گا کہن مسعود وغیرہ سے مروی ہے کہ وہ جانتا ہے کہ اللہ اگر چاہے دے اگر نہ چاہے نہ دے۔ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں تمام امور کے شبہ سے اور موت کی تکلیف سے بچالے گا اور روزی ایسی جگہ سے دے گا جہاں کا گمان بھی نہ ہو۔ حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہاں اللہ سے ڈرنے

کے یہ یقینی ہیں کہ سنت کے مطابق طلاق دے اور سنت کے مطابق رجوع کرے۔ آپ فرماتے ہیں حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کو کفار گرفتار کر کے لے گئے اور انہیں جیل خانہ میں ڈال دیا ان کے والد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اکثر آتے اور اپنے بیٹے کی حالت اور حاجت، مصیبت اور تکلیف بیان کرتے رہتے، آپ انہیں صبر کرنے کی تلقین کرتے اور فرماتے عقیب اللہ تعالیٰ ان کے چمک کرے کی سبیل بنادے گا، تمھوڑے دن گزرے ہوں گے جو ان کے بیٹے دشمنوں میں سے نکل بھاگے راستہ میں دشمنوں کا بکریوں کا ریوڑ مل گیا جسے اپنے ساتھ ہنگالائے اور بکریاں لئے ہوئے اپنے والد کی خدمت میں جا پہنچے پس یہ آیت اتری کہ متقی بندوں کو خدا نجات دے دیتا ہے اور اس کا گمان بھی نہ ہو وہاں سے اسے روزی پہنچاتا ہے۔

مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ گناہ کی وجہ سے انسان اپنی روزی سے محروم ہو جاتا ہے، تقدیر کو لوٹانے والی چیز صرف دعا ہے، عمر میں زیادتی کرنے والی چیز صرف نیکی اور خوش سلوکی ہے۔ سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ حضرت مالک بن اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لڑکے حضرت عوف رضی اللہ عنہ جب کافروں کی قید میں تھے تو حضور نے فرمایا ان سے کہلوادو کہ بکثرت لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ پڑھتا رہے ایک دن اچانک بیٹھے بیٹھے ان کی قید کھل گئی اور یہ وہاں سے نکل بھاگے اور ان لوگوں کی ایک اونٹنی ہاتھ لگی جس پر سوار ہوئے راستے میں ان کے اونٹوں کے ریوڑ ملے انہیں بھی اپنے ساتھ ہنگالائے، وہ لوگ پیچھے دوڑے لیکن یہ کسی کے ہاتھ نہ لگے، سیدھے اپنے گھر آئے اور دروازے پر کھڑے ہو کر آواز دی، پاپ نے آواز سن کر فرمایا اللہ کی قسم یہ تو عوف ہے۔ ماں نے کہا ہائے وہ کہاں وہ تو قید و بند کی مصیبتیں جھیل رہا ہوگا۔ اب دونوں ماں باپ اور خادم دروازے کی طرف دوڑے، کھولا تو ان کے لڑکے حضرت عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور تمام انگٹائی اونٹوں سے بھری پڑی ہے، پوچھا کہ یہ اونٹ کیسے ہیں؟ انہوں نے بیان کیا کہ اچھا ٹھہرا میں حضور سے ان کی بابت مسئلہ دریافت کر آؤں۔ حضرت نے فرمایا وہ سب تمہارا مال ہے جو چاہو کرو اور یہ آیت اتری کہ اللہ سے ڈرنے والوں کی مشکل خدا آسان کرتا ہے اور بے گمان روزی پہنچاتا ہے۔

جو اللہ کا اللہ اس کا: ☆ ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے جو شخص ہر طرف سے کھینچ کر اللہ کا ہو جائے اللہ اس کی ہر مشکل میں اسے کفایت کرتا ہے اور بے گمان روزیاں دیتا ہے اور جو خدا سے ہٹ کر دنیا ہی کا ہو جائے اللہ بھی اسے اسی کی طرف سوپ دیتا ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور کے ساتھ آپ کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے جو آپ نے فرمایا ہے میں تمہیں چند باتیں سکھاتا ہوں، سنو تم اللہ کو یاد رکھو وہ تمہیں یاد رکھے گا، اللہ کے احکام کی حفاظت کرو تو اللہ کو اپنے پاس بلکہ اپنے سامنے پاؤ گے، جب کچھ مانگنا ہو اللہ ہی سے مانگو، جب مدد طلب کرنی ہو اسی سے مدد چاہو کہ تمام امت بل کہ تمہیں نفع پہنچانا چاہے اور خدا کو منظور نہ ہو تو ذرا سا بھی نفع نہیں پہنچا سکتی اور اسی طرح سارے کے سارے جمع ہو کر تجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو بھی نہیں پہنچا سکتے اگر تقدیر میں نہ لکھا ہو تو، قلمیں اٹھ چکیں اور جھینے خشک ہو گئے۔ ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ مسند احمد کی ایک اور حدیث میں ہے جسے کوئی حاجت ہو اور وہ لوگوں کی طرف لے جائے تو بہت ممکن ہے کہ وہ ختمی میں پڑ جائے اور کام مشکل ہو جائے اور جو اپنی حاجت اللہ کی طرف لے جائے اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مراد پوری کرتا ہے یا تو جلدی اسی دنیا میں ہی یا دیر کے ساتھ موت کے بعد۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے قضا یا اور احکام جس طرح اور جیسے چاہے اپنی مخلوق میں پورے کرنے والا اور اچھی طرح جاری کرنے والا ہے۔ ہر چیز کا اس نے اندازہ مقرر کیا ہوا ہے۔ جیسے اور جگہ ہے وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ ہر چیز اس کے پاس ایک اندازے

وَالَّذِي يَدِينُ مِنَ الْمُحْيِضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنْ ارْتَبْتُمْ
فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَالَّذِي لَمْ يَحْضَنْ وَأُولَاتِ الْأَحْمَالِ
أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مِنْ
أَمْرِهِ يُسْرًا ذَلِكَ أَمْرُ اللَّهِ أَنْزَلَهُ إِلَيْكُمْ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ
يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُعْظِمْ لَهُ أَجْرًا

تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں حیض سے ناامید ہو گئی ہوں اگر تمہیں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی بھی جنہیں ابھی حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو اور حاملہ عورتوں کی مدت ان کے بچے کا پیدا ہونا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اللہ اس کے ہر کام میں آسانی کر دے گا ○ یا اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہارے پاس بھیجا ہے اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے گناہ دور کر دے گا اور اسے بڑا بھاری اجر دے گا ○

مسائل عدت : ☆ ☆ (۵: آیت ۵) جن بڑھیا عورتوں کے بچہ اپنی بڑی عمر کے ایام بند ہو گئے ہوں ان کی عدت یہاں بتلائی جاتی ہے کہ تین مہینے کی عدت گزراں جیسے کہ ایام والی عورتوں کی عدت تین حیض ہے ملاحظہ ہو سورہ بقرہ کی آیت اسی طرح وہ لڑکیاں جو اس عمر کو نہیں پہنچیں کہ انہیں کپڑے آئیں ان کی عدت بھی یہی تین مہینے لگی اگر تمہیں شک ہو۔ اس کی تفسیر میں دو قول ہیں ایک تو یہ کہ خون دیکھ لیں اور تمہیں شبہ گزرے کہ آیا حیض کا خون ہے یا استغاضہ کی بیماری کا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ان کی عدت کے حکم میں تمہیں شک باقی رہ جائے اور تم اسے نہ پہچان سکو تو تین مہینے یاد رکھ لو یہ دوسرا قول ہی زیادہ ظاہر ہے اس کی دلیل یہ روایت بھی ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ نے کہا تھا یا رسول اللہ! بہت سی عورتوں کی عدت ابھی بیان نہیں ہوئی؟ کس لڑکیاں بوڑھی بڑی عورتیں اور حمل والی عورتیں اس کے جواب میں یہ آیت اتاری پھر حاملہ کی عدت بیان فرمائی کہ وضع حمل اس کی عدت ہے گو طلاق یا خاوند کی موت کے ذرا سی دیر بعد ہی ہو جائے جیسے کہ اس آیت کریمہ کے الفاظ ہیں اور احادیث نبویہ سے ثابت ہے اور جمہور علماء سلف و خلف کا قول ہے ہاں حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ سورہ بقرہ کی آیت اور اس آیت کو ملا کر ان کا فتویٰ یہ ہے کہ ان دونوں میں سے جو زیادہ دیر میں ختم ہو وہ عدت یہ گزراے یعنی اگر بچہ تین مہینے سے پہلے پیدا ہو گیا تو تین مہینے کی عدت ہے اور تین مہینے گزر چکے اور بچہ نہیں ہوا تو بچے کے ہونے تک عدت ہے۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوسلمہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا اور اس وقت حضرت ابو بریرہ رضی اللہ عنہ بھی وہیں موجود تھے اس نے سوال کیا کہ اس عورت کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے جسے اپنے خاوند کے انتقال کے بعد چالیس دن بچہ ہو جائے آپ نے فرمایا دونوں عدتوں میں سے آخری عدت اسے گزارنی پڑے گی یعنی اس صورت میں تین مہینے کی عدت اس پر ہے۔ ابوسلمہؓ نے کہا قرآن میں جو ہے کہ حمل والوں کی عدت بچہ کا ہو جانا ہے حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا یعنی میرا ابھی یہی فتویٰ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے اسی وقت اپنے غلام کریم کو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا کہ جاؤ ان سے یہ مسئلہ پوچھاؤ انہوں نے فرمایا سیدہ اسلمیہؓ کے شوہر قتل کئے گئے اور یہ اس وقت امید سے تھیں چالیس راتوں کے بعد بچہ ہو گیا اسی وقت نکاح کا پیغام آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کر دیا ناگذاڑنے والوں میں حضرت ابوالسائبہؓ بھی تھے یہ حدیث قدرے طوالت کے ساتھ اور

کتابوں میں بھی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عتبہؓ نے حضرت عمر بن عبداللہ بن ارقمؓ زہریؓ کو لکھا کہ وہ سبیحہ بنت حارث اسلمیہ کے پاس جائیں اور ان سے ان کا واقعہ دریافت کر کے انہیں لکھ بھیجیں یہ گئے دریافت کیا اور لکھا کہ ان کے خاوند حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ تھے یہ بدری صحابی تھے، حجۃ الوداع میں فوت ہو گئے، اس وقت یہ حمل سے تھیں، تھوڑے ہی دن کے بعد انہیں بچہ پیدا ہو گیا، جب نفاس سے پاک ہوئیں تو اچھے کپڑے پہن کر بناؤ سنگھار کر کے بیٹھ گئیں، حضرت ابوالسائب بن بعلک جب ان کے پاس آئے تو انہیں اس حالت میں دیکھ کر کہنے لگے تم جو اس طرح بیٹھی ہو تو کیا نکاح کرنا چاہتی ہو، واللہ تم نکاح نہیں کر سکتیں جب تک کہ چار مہینے دس دن نہ گزر جائیں۔ میں یہ سن کر چادر اوڑھ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے یہ مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا بچہ پیدا ہوتے ہی تم عدت سے نکل گئیں اب تمہیں اختیار ہے اگر چاہو اپنا نکاح کرلو (مسلم)

صحیح بخاری میں اس آیت کے تحت میں اس حدیث کے وارد کرنے کے بعد یہ بھی ہے کہ حضرت محمد بن سیرینؒ ایک مجلس میں تھے جہاں حضرت عبدالرحمن بن ابویعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے جن کی تعظیم و تکریم ان کے ساتھی بہت ہی کیا کرتے تھے انہوں نے حاملہ کی عدت آخری دو عدتوں کی معیاد متلائی اس پر میں نے حضرت سبیحہؓ والی حدیث بیان کی اس پر میرے بعض ساتھی مجھے ٹھوٹے لگانے لگے۔ میں نے کہا پھر تو میں نے بڑی جرأت کی اگر عبداللہ پر میں نے بہتان باندھا حالانکہ وہ کوفہ کے کوئے میں زندہ موجود ہیں۔ پس وہ ذرا شرما گئے اور کہنے لگے لیکن ان کے چچا تو یہ نہیں کہتے۔ میں حضرت ابوعبیدہ مالک بن عامر سے ملا انہوں نے مجھے حضرت سبیحہؓ والی حدیث پوری سنائی، میں نے کہا تم نے اس بابت حضرت عبداللہؓ سے بھی کچھ سنا ہے؟ فرمایا یہ حضرت عبداللہؓ کہتے تھے آپ نے فرمایا کیا تم اس پر سختی کرتے ہو اور رخصت نہیں دیتے؟ سورۃ نساء قصریٰ یعنی سورۃ الطلاق سورۃ نساء طوئی کے بعد اتری ہے اور اس میں فرمان ہے کہ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے۔ ابن جریر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو ماعذہ کرنا چاہے میں اس سے ماعذہ کرنے کو تیار ہوں یعنی میرے فتوے کے خلاف جس کا فتویٰ ہو میں تیار ہوں کہ وہ میرے مقابلہ میں آئے اور جھوٹے پر خدا کی لعنت کی دعا کرے میرا فتویٰ یہ ہے کہ حمل والی کی عدت بچہ کا پیدا ہو جانا ہے پہلے عام حکم تھا کہ جن عورتوں کے خاوند مر جائیں وہ چار مہینے دس دن عدت گزاریں اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی کہ حمل والیوں کی عدت بچہ کا پیدا ہو جانا ہے پس یہ عورتیں ان عورتوں میں سے مخصوص ہو گئیں اب مسئلہ یہی ہے کہ جس عورت کا خاوند مر جائے اور وہ حمل سے ہو تو جب حمل سے فارغ ہو جائے عدت سے نکل گئی۔

ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے یہ اس وقت فرمایا تھا جب انہیں معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فتویٰ یہ ہے کہ اس کی عدت ان دونوں عدتوں میں سے جو آخری ہو وہ ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ حمل والیوں کی عدت جو وضع حمل ہے یہ تین طلاق والیوں کی عدت ہے یا فوت شدہ خاوند والیوں کی آپ نے فرمایا دونوں کی یہ حدیث بہت غریب ہے بلکہ منکر ہے اس لئے کہ اس کی اسناد میں ثنی بن صباحؓ ہے اور وہ بالکل متروک الحدیث ہے، لیکن اس کی دوسری سندیں بھی ہیں۔ پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ متقیوں کے لئے ہر مشکل سے آسانی اور ہر تکلیف سے راحت عنایت فرمادیتا ہے یہ اللہ کے احکام اور اس کی پاک شریعت ہے جو اپنے رسول کے واسطے سے تمہاری طرف اتار رہا ہے اللہ سے ڈرنے والوں کو اور چیزوں کے ڈر سے اللہ تعالیٰ بچا لیتا ہے اور ان کے تھوڑے عمل پر بڑا اجر دیتا ہے۔

اَسْكُنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وَّجَدِكُمْ وَلَا تَضَارُّوهُنَّ لِنُصِيْقَتِهِنَّ
عَلَيْهِنَّ ۚ وَانْ كُنَّ اُولَاتٍ حَمِلٍ فَلَا تُنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ
فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاتَوْهُنَّ اُجُورَهُنَّ ۚ وَاتِمُّوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوفٍ
وَإِنْ تَعَاْسَرْتُمْ فَعِسْرُهُنَّ ۚ لِأُخْرَىٰ ۖ لِيُنْفِقَ ذُو سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ
وَمَنْ قَدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا
إِلَّا مَا آتَاهَا ۚ سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا ۝



تم اپنی طلاق کے مطابق جہاں تم رہتے ہو وہاں ان طلاق والی عورتوں کو بھی براء اور انہیں تنگ کرنے کے لئے تکلیف نہ پہنچاؤ اور اگر یہ حمل سے ہوں تو جب تک بچہ پیدا ہو لے انہیں خرچ دیتے رہا کرو پھر اگر تمہارے کہنے سے وہی دودھ پلائیں تو تم انہیں ان کی اجرت دے دو اور باہم مناسب طور پر مشورہ کر لیا کرو اگر تم آپس میں تکیہ کرو تو اس کے کہنے سے کوئی اور دودھ پلانے کی - کشادگی والے کو اپنی کشادگی سے خرچ کرنا چاہئے اور جس پر اس کے رزق کی تنگی کی گئی ہو اسے چاہئے کہ جو کچھ اللہ نے اسے دے رکھا ہے اسی میں سے حسب حیثیت دے کسی شخص کو اللہ تکلیف نہیں دیتا مگر اتنی ہی جتنی طلاق اسے دے رکھی ہے اللہ تعالیٰ تنگی کے بعد آسانی و فراغت بھی کر دے گا ۝

طلاق کے بعد بھی سلوک کی ہدایت: ☆ ☆ (آیت ۶-۷) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ جب ان میں سے کوئی اپنی بیوی کو طلاق دے تو عدت کے گزر جانے تک اس کے رہنے سہنے کو اپنا مکان دے دے یہ جگہ اپنی طلاق کے مطابق ہے یہاں تک کہ حضرت قتادہ فرماتے ہیں اگر زیادہ وسعت نہ ہو تو اپنے ہی مکان کا ایک کونہ اسے دے دے اسے تکلیفیں نہ پہنچا کر اس قدر تنگ نہ کرو کہ وہ مکان چھوڑ کر چلی جائے یا تم سے چھوٹنے کے لئے اپنا حق مہر چھوڑ دے یا اس طرح طلاق دی دیکھا کہ دو ایک روز عدت کے رہ گئے ہیں رجوع کا اعلان کر دیا پھر طلاق دے دی اور عدت کے ختم ہونے کے قریب رجعت کر لی تا کہ نہ وہ بچاری سہاگن رہے نہ رانج۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اگر طلاق والی عورت حمل سے ہو تو بچہ ہونے تک اس کا نان نفقہ اس کے خاوند کے ذمہ ہے۔ اکثر علماء کا فرمان ہے کہ یہ خاص ان عورتوں کے لئے بیان ہو رہا ہے جنہیں آخری طلاق دے دی گئی ہو جس سے رجوع کرنے کا حق ان کے خاوندوں کو نہ رہا ہو اس لئے کہ جن سے رجوع ہو سکتا ہے ان کی عدت تک کا خرچ تو خاوند کے ذمہ ہے ہی وہ حمل سے ہوں تب بھی اور یہ حمل ہوں تو بھی اور دوسرے حضرات علماء فرماتے ہیں یہ حکم بھی انہیں عورتوں کا بیان ہو رہا ہے جن سے رجعت کا حق حاصل ہے کیونکہ اوپر بھی انہی کا بیان تھا اسے الگ اس لئے بیان کر دیا کہ عموماً حمل کی مدت لمبی ہوتی ہے تو کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ عدت کے زمانے جتنا نفقہ تو ہمارے ذمہ ہے پھر نہیں اس لئے صاف طور پر فرما دیا کہ رعیت والی طلاق کے وقت اگر عورت حمل سے ہو تو جب تک بچہ نہ ہو اس کا کھانا پلانا خاوند کے ذمہ ہے پھر اس میں بھی علماء کا اختلاف ہے کہ خرچ اس کے لئے حمل کے واسطے سے ہے یا حمل کے لئے ہے امام شافعی وغیرہ سے دونوں قول مروی ہیں اور اس بنا پر بہت سے فردی مسائل میں بھی اختلاف رونما ہوا ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ جب یہ مطلقہ عورتیں حمل سے فارغ ہو جائیں تو اگر تمہاری اولاد کو وہ دودھ پلائیں تو تمہیں ان کی دودھ پلانی دینی چاہئے۔ ہاں عورت کو اختیار ہے خواہ دودھ پلانے یا نہ پلانے لیکن اول دفعہ کا دودھ اسے ضرور پلانا چاہئے گو پھر دودھ نہ پلانے کیونکہ عموماً بچہ کی

زندگی اس دودھ کے ساتھ وابستہ ہے تو اگر وہ بعد میں بھی دودھ پلاتی رہے تو ماں باپ کے درمیان جو اجرت طے ہو جائے وہ ادا کرنی چاہئے، تم میں آپس میں جو کام ہوں وہ بھلائی کے ساتھ باقاعدہ دستور کے مطابق ہوں چاہئیں نہ یہ اس کے نقصان کے درپے رہے نہ وہ اسے ایذا پہنچانے کی کوشش کرے۔ جیسے سورہ بقرہ میں فرمایا لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ یعنی بچہ کے بارے میں نہ اس کی ماں کو ضرر پہنچایا جائے نہ اس کے باپ کو۔ پھر فرماتا ہے اگر آپس میں اختلاف بڑھ جائے مثلاً لڑکے کا باپ کم دینا چاہتا ہے جو اس کی ماں کو منظور نہیں یا ماں زائد مانگتی ہے جو باپ پر گراں ہے اور موافقت نہیں ہو سکتی، دونوں کی بات پر رضامند نہیں ہوتے تو اختیار ہے کہ کسی اور راہ کو دے دیں۔ ہاں جو اور راہ کو دیا جانا منظور کیا جاتا ہے اگر اسی پر اس بچہ کی ماں رضامند ہو جائے تو زیادہ مستحق یہی ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ بچے کا باپ یا دلی جو ہوا سے چاہئے کہ بچے پر اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے، تنگی والا اپنی طاقت کے مطابق دے، طاقت سے بڑھ کر تکلیف کسی کو لاندہ نہیں دیتا۔ تفسیر ابن جریر میں ہے کہ حضرت ابو عبیدہ کی بابت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ مونا کپڑا پہننے ہیں اور ہلکی غذا کھاتے ہیں آپ نے حکم دیا کہ انہیں ایک ہزار دینار بخجواد اور جس کے ہاتھ بھجوائے ان سے کہہ دیا کہ دیکھنا وہ ان دیناروں کو پا کر کیا کرتے ہیں؟ جب یہ اشرفیاں انہیں مل گئیں تو انہوں نے باریک کپڑے پہننے اور نہایت نفیس غذا ایسی کھانی شروع کر دیں، قاصد نے واپس آ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا اللہ اس پر رحم کرے اس نے اس آیت پر عمل کیا کہ کسادگی والا اپنی کسادگی کے مطابق خرچ کرے اور تنگی و ترشی والا اپنی حالت کے موافق۔ طبرانی کی ایک غریب حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک شخص کے پاس دس دینار تھے اس نے ان میں سے ایک راہ اللہ صدقہ کیا، دوسرے کے پاس دس اوقیہ تھے اس نے اس میں سے ایک اوقیہ یعنی چالیس درہم خرچ کئے، تیسرے کے پاس سو اوقیہ تھے جس میں سے اس نے اللہ کے نام پر دس اوقیہ خرچ کئے تو یہ سب اجر میں اللہ کے نزدیک برابر ہیں اس لئے کہ ہر ایک نے اپنے مال کا دواں حصہ فی سبیل اللہ دیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سچا وعدہ دیتا ہے کہ وہ تنگی کے بعد آسانی کر دے گا جیسے اور جگہ فرمایا فَاِنْ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا تحقیق سختی کے ساتھ آسانی ہے۔

اللہ پر توکل کا نتیجہ: مسند احمد کی حدیث اس جگہ وارد کرنے کے قابل ہے جس میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگلے زمانہ میں ایک میاں بیوی تھے جو غرقہ فاقہ سے اپنی زندگی گزار رہے تھے پاس کچھ بھی نہ تھا ایک مرتبہ یہ شخص سفر سے آیا اور خت بھوکا تھا، بھوک کے مارے بے تاب تھا آتے ہی اپنی بیوی سے پوچھا کچھ کھانے کو ہے؟ اس نے کہا ہاں آپ خوش ہو جائیے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روزی ہمارے ہاں آنچلی ہے اس نے کچھ کھلاؤ جو کچھ ہودے دوں میں بہت بھوکا ہوں۔ بیوی نے کہا اور ذرا سی دیر صبر کرو اللہ کی رحمت سے ہمیں بہت کچھ امید ہے پھر جب کچھ دیر اور ہو گئی اس نے بے تاب ہو کر کہا جو کچھ تمہارے پاس ہے دیتی کیوں نہیں؟ مجھے تو بھوک سے سخت تکلیف ہو رہی ہے بیوی نے کہا اتنی جلدی کیوں کرتے ہو؟ اب تنور کو کھینچی ہوں تمہوڑی دیر گزارنے کے بعد جب بیوی نے دیکھا کہ یہ اب پھر قاضی کرنا چاہتے ہیں تو خود بخود کہنے لگیں اب اٹھ کر تنور کو دیکھتی ہوں اٹھ کر جو دیکھتی ہیں تو قدرت الہی سے ان کے توکل کے بدلے وہ بکری کے پہلو کے گوشت سے بھرا ہوا ہے اور دیکھتی ہیں کہ گھری دو نوں چکیاں از خود چل رہی ہیں اور برابر آنا نکل رہا ہے۔ انہوں نے تنور میں سے سب گوشت نکال لیا اور چکیوں میں سے سارا آٹا اٹھا لیا اور جھاڑ دیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ اگر وہ صرف آٹا لے لیں اور چکی اور چکی نہ جھاڑیں تو وہ قیامت تک چلتی رہیں۔ اور روایت میں ہے کہ ایک شخص اپنے گھر پہنچا دیکھا کہ بھوک کے مارے گھروالوں کا برا حال ہے آپ جنگل کی طرف نکل کھڑے ہوئے یہاں ان کی نیک بخت بیوی صلیب نے جب دیکھا کہ میاں بھی پریشان حال ہیں اور یہ منظر دیکھ نہیں سکے اور چل دیئے تو چکی کو ٹھیک ٹھاک کیا، تنور سلگایا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے لگیں اے اللہ!

ہمیں روزی دے۔ دعا کر کے تمہیں تو دیکھا کہ ہنڈیا گوشت سے پر ہے، تنور میں روٹیاں لگ رہی ہیں اور چکی سے برابر آٹا بلبلا آتا ہے۔ اسنے میں میاں بھی تشریف لائے پوچھا کہ میرے بعد تمہیں کچھ ملا؟ بیوی صاحبہ نے کہا ہاں ہمارے رب نے ہمیں بہت کچھ عطا فرمادیا، اس نے جا کر چکی کے دوسرے پاٹ کو اٹھایا۔ جب حضورؐ سے یہ واقعہ بیان ہوا تو آپؐ نے فرمایا اگر وہ اسے نہ اٹھاتا تو قیامت تک یہ چکی چلتی ہی رہتی۔

وَكَاتَيْنَ مِّنْ فَزِيَةٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ فَحَاسِبْنَهَا حَسَابًا
شَدِيدًا وَعَذَبْنَهَا عَذَابًا تَكَرَّرَ لَهُ قَذَافَتٌ وَبَالَ أَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ
أَمْرِهَا خُسْرًا ۚ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي
الْأَلْبَابِ الَّذِينَ آمَنُوا ۖ قَدْ أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۚ

بہت سی ہستی والوں نے اپنے رب کے حکم اور اس کے رسولوں سے سر تابی کی، ہم نے بھی ان سے سخت حساب کیا اور ان دیکھی آفت ان پر ڈال دی ہے۔ پس انہوں نے اپنے کرتوت کا وبال چکھ لیا اور انجام کار ان کا خسارہ ہی ہوا، ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے سخت عذاب مہیا کر رکھا ہے، پس اللہ سے ڈرو، اے صل مند ایمان والو! پیغمبر اللہ نے تمہاری طرف صحت بھیج دی ہے۔

شریعت پر چلنا ہی --- روشنی کا انتخاب ہے: ☆ ☆ (آیت: ۸-۱۰) جو لوگ اللہ کے امر کا خلاف کریں اس کے رسول کو نہ مانیں اس کی شریعت پر نہ چلیں انہیں ڈانٹا جا رہا ہے کہ دیکھو اگلے لوگوں میں سے بھی جو اس روش پر چلے وہ تادہ و پر باد ہو گئے، جنہوں نے سر تابی سرکشی اور تکبر کیا، حکم الہی اور اتباع رسول سے بے پرواہی برتی، آخر انہیں سخت حساب دینا پڑا اور اپنی بدکرداری کا مزہ چکھنا پڑا۔ انجام کار نقصان اٹھایا اس وقت نادم ہونے لگے لیکن اب ندامت کس کام کی؟ پھر دنیا کے ان عذابوں سے ہی اگر پلا پاک ہو جا تا تو جب بھی ایک بات سچی نہیں پھر ان کے لئے آخرت میں بھی سخت تر عذاب اور بے پناہ مار ہے، اب اے سوچ سمجھ والو! تمہیں چاہیے کہ ان جیسے نہ ہو اور ان کے انجام سے عبرت حاصل کرو۔ اے عقلمند ایماندارو! اللہ نے تمہاری طرف قرآن کریم نازل فرمادیا ہے، ذکر لے مراد قرآن ہے جیسے اور جگہ فرمایا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ ۚ، ہم نے اس قرآن کو نازل فرمایا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں اور بعضوں نے کہا ہے ذکر سے مراد یہاں رسول ہے چنانچہ ساتھ ہی فرمایا ہے رُسُلًا تَوْبَهُ بَدَلِ اشْتِمَالِ ہے چونکہ قرآن کے پہنچانے والے رحلہ اللہ ﷻ ہیں تو اس مناسبت سے آپ کو لفظ ذکر سے یاد کیا گیا۔ حضرت امام ابن جریر بھی اسی مطلب کو درست بتلاتے ہیں پھر رسول کی حالت بیان فرمائی کہ وہ خدا کی واضح اور روشن آیتیں پڑھنا سنا تے ہیں تاکہ مسلمان اندھیروں سے نکل آئیں اور روشنیوں میں پہنچ جائیں۔ جیسے اور جگہ ہے کِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ ۚ، اس کتاب کو ہم نے تجھے دیا ہے تاکہ تو لوگوں کو تارکیوں سے روشنی میں لائے۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا ۚ، اللہ ایمان والوں کا کارساز ہے وہ انہیں اندھیروں سے اجالے کی طرف لاتا ہے یعنی نفرو جہالت سے ایمان و علم کی طرف۔ چنانچہ اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نازل کردہ وحی کو نور فرمایا ہے کیونکہ اس سے ہدایت اور راہ راست حاصل ہوتی ہے اور اسی کا نام روح بھی رکھا ہے کیونکہ اس سے دلوں کو زندگی ملتی ہے چنانچہ ارشاد باری ہے وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا ۚ مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَٰكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا تَهْدِي بِهِ مَن نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا ۚ وَأَنكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ سورۃ شوریٰ ۵۲: یعنی ہم نے اسی طرح تیری طرف ایسے حکم سے روح کی وحی کی تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے؟ لیکن ہم نے اسے

نور کر دیا جس کے ساتھ ہم اپنے جس بندے کو چاہیں ہدایت کرتے ہیں یقیناً توفیق اور بھی راہ کی رہبری کرتا ہے۔ پھر ایمانداروں اور نیک اعمال والوں کا بدلہ بہت ہی نہروں والی شعلہ کی جنت بیان ہوا ہے جس کی تفسیر بار بار گزر چکی ہے۔

رَسُوْلًا يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۗ وَمَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَیَعْمَلْ صٰلِحًا یُدْخِلْهُ جَنَّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا ۗ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ۗ اِنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَمِنْ اَرْضٍ مِّثْلُھُنَّ یَنْزِلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۚ وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ۝

یعنی رسولؐ جو تمہیں اللہ کے صاف صاف احکام پڑھ سنا رہا ہے تاکہ ان لوگوں کو جو ایمان لائیں اور نیک اعمال کریں وہ تاریکیوں سے روشنی کی طرف لے آئے۔ اور جو مفسد اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے اللہ اسے ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہیں جن میں یہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ ۝۔ جب کہ اللہ نے اسے بہترین روزی دے دی ہے۔ اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور اسی کے مثال زمینیں بھی۔ اس کا حکم ان کے درمیان اترتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو باظہار ظہر گھر رکھا ہے ۝

حیرت افزا شان و ذوالجلال ☆ ☆ (آیت: ۱۲) اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ اور اپنی عظیم الشان سلطنت کا ذکر فرماتا ہے تاکہ حقوق اس کی عظمت و عزت کا خیال کرے کہ اس کے فرمان کو قدر کی نگاہ سے دیکھے اور اس پر عامل بن کر اسے خوش کرے تو فرمایا کہ ساتوں آسمانوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے جیسے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا اَلَمْ تَرَوْا کَیْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا کَیۡۤاۡتِمۡ نٰہِیۡ دِیۡکَیۡہِ کہ اللہ پاک نے ساتوں آسمان کو کس طرح اوپر تلے پیدا کیا ہے؟ اور جگہ ارشاد ہے تَسْبِیۡحُ لَہٗ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُ وَمَنْ فِیۡہُنَّ یعنی ساتوں آسمان اور زمین اور ان میں جو کچھ ہے سب اس خدا کی تسبیح پڑھتے رہتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے اسی کے مثال زمینیں ہیں جیسے کہ صحیحین کی صحیح حدیث میں ہے جو شخص ظلم کرے کسی کی ایک بالشت بھر زمین لے لے گا اسے ساتوں زمینوں کا طوق پہنا جائے گا۔ صحیح بخاری میں ہے اسے ساتویں زمین تک دھسایا جائے گا میں نے اس کی تمام سندیں اور کُل الفاظ ابتداء اور انتہا میں زمین کی پیدائش کے ذکر میں بیان کر دیے ہیں فالحمد للہ۔ جن بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد ہفت اقلیم ہے انہوں نے بے فائدہ دوڑ بھاگ کی ہے اور اختلاف بے جا میں پھنس گئے ہیں اور بلا دلیل قرآن و حدیث کا صریح خلاف کیا ہے۔ سورۃ حدید میں آیت ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ الخ کی تفسیر میں ساتوں زمینوں کا اور ان کے درمیان کی دوری کا اور ان کی موٹائی کا جو پانچ سو سال کی ہے پورا بیان ہو چکا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ بھی یہی فرماتے ہیں۔ ایک اور حدیث میں بھی ہے کہ ساتوں آسمانوں اور جو کچھ ان میں اور ان کے درمیان ہے اور ساتوں زمینیں اور جو کچھ ان میں اور ان کے درمیان ہے اسی کے مقابلہ میں ایسے ہیں جیسے کسی لمبے چوڑے بہت بڑے چیل میدان میں ایک چھلا پڑا ہو۔

ابن جریر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اگر میں اس کی تفسیر تمہارے سامنے بیان کروں تو اسے نہ مانو گے اور نہ ماننا جھوٹا جانتا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ کسی شخص نے اس آیت کا مطلب پوچھا تھا اس پر آپ نے فرمایا تھا کہ میں کیسے باور کروں کہ جو میں تجھے بتلاؤں گا تو اس کا انکار کرے گا؟ ایک اور روایت میں مروی ہے کہ ہرزہ میں میں مثل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اور اس زمین کی مخلوق کے ہے اور ابن شخی والی اس روایت میں آیا ہے ہر آسمان میں مثل ابراہیم کے ہے۔ بیہقی کی کتاب "الآسماؤ و الصّفاۃ" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ساتوں زمینوں میں سے ہر ایک میں نبی ہے مثل تمہارے نبی کے اور آدم ہیں مثل آدم کے اور نوح ہیں مثل نوح کے اور ابراہیم ہیں مثل ابراہیم کے اور عیسیٰ ہیں مثل عیسیٰ کے۔ پھر امام بیہقی نے ایک اور روایت بھی ابن عباس کی وارد کی ہے اور فرمایا ہے اس کی اسناد صحیح ہے لیکن یہ بالکل شاذ ہے ابو الغنی جو اس کے ایک راوی ہیں میرے علم میں تو ان کی متابعت کوئی نہیں کرتا واللہ اعلم۔

مخلوق خدا میں غور و خوض: ☆ ☆ ایک مرسل اور بہت ہی منکر روایت ابن ابی الدنیا لائے ہیں جس میں مروی ہے کہ حضور ایک مرتبہ صحابہ کے مجمع میں تشریف لائے دیکھا کہ سب کسی غور و فکر میں چپ چاپ تھے پوچھا کیا بات ہے؟ جواب ملا اللہ کی مخلوق کے بارے میں سوچ رہے ہیں فرمایا تمہیک ہے مخلوقات پر نظریں دوڑاؤ لیکن کہیں خدا کی بابت غور و خوض میں نہ پڑ جانا سنو اس مغرب کی طرف ایک سفید زمین ہے اس کی سفیدی اس کا نور ہے یا فرمایا اس کا نور اس کی سفیدی ہے سورج کا راستہ چالیس دن کا ہے وہاں اللہ کی ایک مخلوق ہے جس نے ایک آنکھ جھپکنے کے برابر بھی کبھی اس کی نافرمانی نہیں کی صحابہؓ نے کہا پھر شیطان ان سے کہاں ہے؟ فرمایا انہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ شیطان پیدا بھی کیا گیا ہے یا نہیں؟ پوچھا کیا وہ بھی انسان ہیں؟ فرمایا انہیں حضرت آدم کی پیدائش کا بھی علم نہیں الحمد للہ سورۃ طلاق کی تفسیر بھی پوری ہوئی۔

تفسیر سورۃ التحریم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ وَاللَّهُ

عَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ وَاللَّهُ مَوْلَاكُمْ

وَهُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝ وَإِذْ أَسْرَ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا

فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضُهُ وَأَعْرَضَ عَنْ

بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَاكَ هَذَا قَالَ نَبَايَ الْعَلِيمُ

الْخَبِيرُ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے نبی! جس چیز کو اللہ نے حرام کر دیا ہے تو کیوں حرام کرتا ہے کیا تو اپنی بیویوں کی رضامندی حاصل کرتا چاہتا ہے؟ اللہ تعالیٰ بخشے والا مہربان کرنے

والا ہے ○ حقیق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے قسموں کو کھول دیا ہے اور اللہ تمہارا کارساز ہے اور وہی پورے علم والا اور کامل حکمت والا ہے ○ اور یاد کر جب نبی نے اپنی بعض عورتوں سے ایک پوشیدہ بات کہی پس جب اس نے اس بات کی خبر کر دی اور اللہ نے اپنے نبی کو اس پر آگاہ کر دیا تو نبیؐ نے تمہوڑی سی بات تو بتا دی اور تمہوڑی سی نال گئے جب نبیؐ نے اپنی سی بیوی کو یہ بات بتائی تو وہ کہنے لگی اس کی خبر آپ کو کس نے کی؟ کہا بس کچھ جاننے والے پوری خبر رکھے والے اللہ نے مجھے یہ بتلایا ○

خلت و حرمت اللہ کے قبضے میں: ☆ ☆ (آیت: ۱-۳) اس سورت کی ابتدائی آیتوں کے شان نزول میں مفسرین کے اقوال یہ ہیں (۱) بعض تو کہتے ہیں یہ حضرت ماریہؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے انہیں حضورؐ نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھی جس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ نسائی میں یہ روایت موجود ہے کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کے کہنے سننے سے ایسا ہوا تھا کہ ایک لونڈی کی نسبت آپؐ نے یہ فرمایا تھا اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ ابن جریر میں ہے کہ ام ابراہیمؓ کے ساتھ آپؐ نے اپنی کسی بیوی صلبہ کے گھر میں بات چیت کی جس پر انہوں نے کہا یا رسول اللہ! میرے گھر میں اور میرے بستر پر؟ چنانچہ آپؐ نے اسے اپنے اوپر حرام کر لیا تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ! حلال! آپؐ پر حرام کیسے ہو جائے گا؟ تو آپؐ نے قسم کھائی کہ اب ان سے اس قسم کی بات چیت نہ کروں گا! اس پر یہ آیت اتری۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ کسی کا یہ کہہ دینا کہ تو مجھ پر حرام ہے لغو اور فضول ہے۔ حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپؐ نے یہ فرمایا تھا کہ تو مجھ پر حرام ہے اللہ کی قسم میں تجھ سے صحبت داری نہ کروں گا۔ حضرت سرودؓ فرماتے ہیں پس حرام کرنے کے باب میں تو آپؐ پر عتاب کیا گیا اور قسم کے کفارے کا حکم ہوا۔ ابن جریر میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ یہ دونوں عورتیں کون تھیں؟ فرمایا عائشہؓ اور حفصہؓ رضی اللہ عنہما۔ اور ابتدائے قصہ ام ابراہیمؓ قہمیہ کے بارے میں ہوئی۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ان کی باری والے دن حضورؐ ان سے ملے تھے۔ جس پر حضرت حفصہؓ غور و خج ہوا کہ میری باری کے دن میرے گھر اور میرے بستر پر؟ حضورؐ نے انہیں رضامند کرنے اور منانے کے لئے کہہ دیا کہ میں اسے اپنے اوپر حرام کرتا ہوں اب تم اس واقعہ کا ذکر کسی سے نہ کرنا لیکن حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے واقعہ کہہ دیا۔ اللہ نے اس کی اطلاع اپنے نبیؐ کو دے دی اور یہ کل آیتیں نازل فرمائیں۔ آپؐ نے کفارہ دے کر اپنی قسم توڑ دی اور اس لونڈی سے ملے جلے۔

بیوی یا لونڈی کو حرام کہنے پر کفارہ: اسی واقعہ کو دلیل بنا کر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ ہے کہ جو کچھ فلاں چیز مجھ پر حرام ہے اسے قسم کا کفارہ دینا چاہئے۔ ایک شخص نے آپؐ سے یہی مسئلہ پوچھا کہ میں اپنی عورت کو اپنے اوپر حرام کر چکا ہوں تو آپؐ نے فرمایا وہ تجھ پر حرام نہیں کفارہ سب سے زیادہ سخت تو راہ اللہ غلام آزاد کرنا ہے۔ امام احمد اور بہت سے فقہاء کا فتویٰ ہے کہ جو شخص اپنی بیوی یا لونڈی یا کسی کھانے پینے اور ہونٹ کی چیز کو اپنے اوپر حرام کر لے تو اس پر کفارہ واجب ہو جاتا ہے۔ امام شافعیؒ وغیرہ فرماتے ہیں صرف بیوی اور لونڈی کے حرام کرنے پر کفارہ ہے کسی اور پر نہیں اور اگر حرام کہنے سے نیت طلاق کی رکھی تو بیٹک طلاق ہو جائے گی اسی طرح لونڈی کے بارے میں اگر آزادی کی نیت طلاق کا لفظ کہنے سے رکھی ہے تو وہ آزاد ہو جائے گی۔ (۲) ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہ آیت اس عورت کے باب میں نازل ہوئی ہے جس نے اپنا نس آخضرؓ کو بہہ کیا تھا لیکن یہ غریب ہے بالکل صحیح بات یہ ہے کہ ان آیتوں کا اثرنا آپؐ کے شہد حرام کر لینے پر تھا۔ (۳) صحیح بخاری میں اس آیت کے موقع پر کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر رسول اللہ ﷺ شہد پیتے تھے اور اس کی خاطر ذرا سی دیروہاں ٹھہرتے بھی تھے اس پر حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے آپؐ میں مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس

کے ہاں حضورؐ آئیں وہ کہے کہ یا رسول اللہ! آج تو آپ کے منہ سے گوند کی سی بد بو آتی ہے شاید آپ نے مغافیر کھایا ہوگا چنانچہ ہم نے یہی کیا آپ نے فرمایا نہیں میں نے تو زینب کے گھر شہد بیا ہے اب قسم کھاتا ہوں کہ نہ بیوں گا یہ کسی سے کہنا مت۔ امام بخاری اس حدیث کو کتاب الایمان والند ورمیں بھی کچھ زیادتی کے ساتھ لائے ہیں جس میں ہے کہ دونوں عورتوں سے یہاں مراد عائشہ اور حفصہ ہیں (رضی اللہ عنہا) اور چپکے سے بات کہنا یہی تھا کہ میں نے شہد بیا ہے کتاب الطلاق میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو لائے ہیں۔ پھر فرمایا ہے مغافیر گوند کے مشابہ ایک چیز ہے جو شور گھاس میں پیدا ہوتی ہے اس میں قدرے مٹھاں ہوتی ہے۔

نبیؐ کی بیویوں کا آپس میں خفیہ مشورہ: ☆ صحیح بخاری شریف کی کتاب الطلاق میں یہ حدیث حضرت عائشہ سے ان الفاظ میں مروی ہے کہ حضورؐ کو مٹھاں اور شہد بہت پسند تھا عصر کی نماز کے بعد اپنی بیویوں کے گھر آتے اور کسی سے نزدیکی کرتے ایک مرتبہ آپ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گئے اور جتنا وہاں رکستے تھے اس سے زیادہ رکے مجھے غیرت سوار ہوئی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ ان کی قوم کی ایک عورت نے ایک شہد کی انہیں بطور ہدیہ کے بھیجی ہے انہوں نے حضورؐ کو شہد کا شربت پلایا اور اتنی دیر روک رکھا میں نے کہا خیر اسے کسی حیلے سے ٹال دوں گی چنانچہ میں نے حضرت سودہ بنت زمعہؓ سے کہا کہ تمہارے پاس جب حضورؐ آئیں اور قریب ہوں تو تم کہنا کہ آج کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے آپ فرمائیں گے نہیں تم کہنا پھر یہ بدبو کسی آتی ہے؟ آپ فرمائیں گے مجھے حفصہؓ نے شہد پلایا تھا تو تم کہنا کہ شاید شہد کی کبھی نے عرفہ نامی خاردار درخت چوسا ہوگا میرے پاس آئیں گے میں بھی یہی کہوں گی پھر اے حفصہ! تمہارے پاس جب آئیں تو تم بھی یہی کہنا حضرت سودہؓ فرماتی ہیں جب حضورؐ میرے گھر آئے ابھی تو دروازے ہی پر تھے جو میں نے ارادہ کیا کہ تم نے جو مجھ سے کہا میں آپ سے کہہ دوں کیونکہ میں تم سے بہت ڈرتی تھی لیکن خیر اس وقت تو خاموش رہی جب آپ میرے پاس آئے میں نے تمہارا تمام کہنا پورا کر دیا پھر حضرت میرے پاس آئے میں نے بھی یہی کہا پھر حضرت حفصہؓ کے پاس گئے تو حضرت حفصہؓ نے شہد کا شربت پلایا چاہا آپ نے فرمایا مجھے اس کی حاجت نہیں۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں افسوس ہم نے اسے حرام کر دیا میں نے کہا خاموش رہو۔

صحیح مسلم کی اس حدیث میں اتنی زیادتی اور ہے کہ نبی ﷺ کو بدبو سے سخت نفرت تھی اسی لئے ان بیویوں نے کہا تھا کہ آپ نے مغافیر کھایا ہے اس میں بھی قدرے بدبو ہوتی ہے جب آپ نے جواب دیا کہ نہیں میں نے تو شہد بیا ہے تو انہوں نے کہہ دیا کہ پھر اس شہد کی کبھی نے عرفہ درخت کو چوسا ہوگا جس کے گوند کا نام مغافیر ہے اور اس کے اثر سے اس شہد میں اس کی بو رہ گئی ہوگی۔ اس روایت میں لفظ جرست ہے جس کے معنی جو بری نے کئے ہیں کھایا اور شہد کی کبھی کو بھی جو اس کہتے ہیں اور جس مدہم بکلی آواز کو کہتے ہیں۔ عرب کہتے ہیں سَبَعْتُ خَرَسَ الطَّيْرِ جبکہ پرندہ دانہ چک رہا ہو اور اس کی چونچ کی آواز سناؤ دیتی ہو۔ ایک حدیث میں ہے پھر وہ جتنی پرندوں کی بکلی اور مٹھی سہانی آوازیں سنیں گے یہاں بھی عربی میں لفظ جرست ہے۔ اُصمٰی کہتے ہیں میں حضرت شعبہؓ کی مجلس میں تھا وہاں انہوں نے اس لفظ جرست کو جرش بڑی شین کے ساتھ پڑھا میں نے کہا چھوٹے سین سے ہے۔ حضرت شعبہؓ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا یہ ہم سے زیادہ اسے جانتے ہیں یہی ٹھیک ہے تم اصلاح کرو! الغرض شہد نوشی کے واقعہ میں شہد پلانے والیوں میں دو نام مروی ہیں ایک حضرت حفصہؓ کا دوسرا حضرت زینبؓ بلکہ اس امر پر اتفاق کرنے والیوں میں حضرت عائشہؓ کے ساتھ حضرت حفصہؓ کا نام ہے پس ممکن ہے یہ دو واقعہ ہوں یہاں تک تو ٹھیک ہے لیکن ان دونوں کے بارے میں اس آیت کا نازل ہونا راغور طلب ہے واللہ اعلم۔

طلاق کی جھوٹی افواہ بزبان عمر رضی اللہ عنہ: ☆ آپس میں اس قسم کا مشورہ کرنے والی حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ تھیں۔ یہ اس

حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے جو مسند امام احمد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں مجھے مدتوں سے آرزو تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں بیوی صاحبان کا نام معلوم کروں جن کا ذکر آیت **إِنَّ تَتَّبِعُوا** میں ہے پس حج کے سفر میں جب خلیفۃ الرسول چلے تو میں بھی ہم رکاب ہوا، ایک راستے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ راستہ چھوڑ جنگل کی طرف چلے میں ڈوبی لائے ہوئے پیچھے پیچھے آیا۔ آپ حاجت ضروری سے فارغ ہو کر آئے میں نے پانی ڈلوایا اور وضو کرایا اب موقع پا کر سوال کیا کہ اے امیر المؤمنین! جن کے بارے میں یہ آیت ہے وہ دونوں کون ہیں؟ آپ نے فرمایا ابن عباس! افسوس۔ حضرت زہریؒ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کا یہ دریافت کرنا برا معلوم ہوا لیکن چھپانا جائز نہ تھا اس لئے جواب دیا۔ اس سے مراد حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ ہیں رضی اللہ عنہما۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے واقعہ بیان کرنا شروع کیا کہ ہم قریش تو اپنی عورتوں کو اپنے زیر فرمان رکھتے تھے لیکن مدینہ آئے تو ہماری عورتوں نے بھی ان کی دیکھا دیکھی ہم پر غلبہ حاصل کرنا چاہا۔ میں مدینہ شریف کے بالائی حصہ میں حضرت امیہ بن زید کے گھر میں ٹھہرا ہوا تھا، ایک مرتبہ میں اپنی بیوی پر کچھ ناراض ہوا اور کچھ کہنے سننے لگا تو پلٹ کر اس نے مجھے جواب دینے شروع کئے، مجھے نہایت برا معلوم ہوا کہ یہ کیا حرکت ہے؟ یہ نئی بات تھی؟ اس نے میرا تعجب دیکھ کر کہا کہ آپ کس خیال میں ہیں؟ اللہ کی قسم آنحضرت ﷺ کی بیویاں بھی آپ کو جواب دیتی ہیں اور بعض مرتبہ تو دن دن بھر بول چال چھوڑ دیتی ہیں اب میں تو ایک دوسری انھن میں پڑ گیا، سیدھا چانی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر گیا اور دریافت کیا کہ کیا یہ سچ ہے کہ تم حضور کو جواب دیتی ہو اور کبھی کبھی سارا سارا دن روٹھی رہتی ہو؟ جواب ملا کہ سچ ہے۔ میں نے کہا کہ برباد ہوئی اور نقصان میں پڑی جس نے ایسا کیا۔ کیا تم اس سے غافل ہو گئیں کہ رسول اللہ ﷺ کے فحشہ کی وجہ سے ایسی عورت پر خدا ناراض ہو جائے اور وہ کہیں کی نہ رہے؟ خبردار! سندھ سے حضور کو کوئی جواب نہ دینا آپ سے کچھ طلب کرنا جو مانگنا ہو مجھ سے مانگ لیا کرو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر تم ان کی حرص نہ کرنا وہ تم سے اچھی اور تم سے بہت زیادہ رسول اللہ ﷺ کی منظور نظر ہیں۔

اب اور سنو میرا بڑی ایک انصاری تھا اس نے اور میں نے باریاں مقرر کر لی تھیں ایک دن میں حضور ﷺ کی خدمت میں گزرا تا اور ایک دن وہ میں اپنی باری والے دن کی تمام حدیثیں آیتیں وغیرہ انہیں آ کر سنا دیتا اور یہ مجھے یہ بات ہم میں اس وقت مشہور ہو رہی تھی کہ غسانی بادشاہ اپنے فوجی گھوڑوں کے نعل لگوا رہا ہے اور اس کا ارادہ ہم پر چڑھائی کرنے کا ہے۔ ایک مرتبہ میرے ساتھی اپنی باری والے دن گئے ہوئے تھے، عشاء کے وقت آ گئے اور میرا دروازہ کھٹکنا کر مجھے آوازیں دینے لگے، میں گھبرا کر باہر نکلا کہ خبریت تو ہے؟ اس نے کہا آج تو بڑا بھاری کام ہو گیا، میں نے کہا کیا غسانی بادشاہ آپہنچا؟ اس نے کہا اس سے بھی بڑھ کر میں نے پوچھا وہ کیا؟ کہا رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی، میں نے کہا افسوس حفصہؓ برباد ہو گئی اور اس نے نقصان اٹھایا مجھے پہلے ہی سے اس امر کا کھٹکا تھا، صبح کی نماز پڑھتے ہی کپڑے پہن کر میں چلا۔ سیدھا حفصہؓ کے پاس گیا، دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں، میں نے کہا کیا رسول اللہ ﷺ نے تمہیں طلاق دے دی؟ جواب دیا یہ تو کچھ معلوم نہیں آپ ہم سے الگ ہو کر اپنے اس بالا خانہ میں تشریف فرما ہیں، میں وہاں گیا دیکھا کہ ایک حبشی غلام ہرے پر بٹے میں نے کہا جاؤ میرے لئے اجازت طلب کرو وہ گیا پھر آ کر کہنے حضور نے کچھ جواب نہیں دیا، میں وہاں سے واپس چلا آیا، مسجد میں گیا دیکھا کہ منبر کے پاس ایک گروہ صحابہؓ کا بیٹھا ہوا ہے اور بعض بعض کے تو آنسو نکل رہے ہیں، میں تھوڑی سی دیر بیٹھا لیکن چین کہاں؟ پھر اٹھ کھڑا ہوا اور وہاں جا کر غلام سے کہا کہ میرے لئے اجازت طلب کرو اس نے پھر آ کر یہی کہا کہ کچھ جواب نہیں ملا، میں دوبارہ مسجد میں چلا گیا، پھر وہاں سے گھبرا کر نکلا، یہاں آیا پھر غلام سے کہا غلام گیا آیا اور وہی جواب دیا، میں واپس مڑا ہی تھا جو غلام نے مجھے آواز دی کہ آئیے آپ کو اپزنت مل گئی، میں گیا دیکھ کہ حضور ایک بورے پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے ہیں، جس کے نشان آپ کے جسم مبارک پر ظاہر ہیں، میں نے کہا یا

رسول اللہ! کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا اور فرمایا نہیں۔ میں نے کہا اللہ اکبر یا رسول اللہ! بات یہ ہے کہ ہم قوم قریش تو اپنی بیویوں کو اپنے دباؤ میں رکھا کرتے تھے لیکن مدینے والوں پر ان کی بیویاں غالب ہیں یہاں آ کر ہماری عورتوں نے بھی ان کی دیکھا دیکھی یہی حرکت شروع کر دی پھر میں نے اپنی بیوی کا واقعہ اور میرا یہ خبر پا کر کہ حضور کی بیویاں بھی ایسا کرتی ہیں یہ کہنا کہ کیا انہیں در نہیں کہ اللہ کے رسول کے عصہ کی وجہ سے خدا بھی ان سے ناراض ہو جائے اور وہ ہلاک ہو جائیں بیان کیا۔ اس پر حضور مسکرا دیے۔ میں نے پھر اپنا قصہ رضی اللہ عنہا کے پاس جانا اور انہیں حضرت عائشہ کی ریس کرنے سے روکنا بیان کیا اس پر دوبارہ مسکرائے میں نے کہا اگر اجازت ہو تو اسی در پر اور رک جاؤں؟ آپ نے اجازت دی میں بیٹھ گیا اب جو سر اٹھا کر چو طرف نظریں دوڑائیں تو آپ کی بیٹھک (در بار خاص) میں سوائے تین خشک کھالوں کے اور کوئی چیز نہ دیکھی آزرہ دل ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت پر کشادگی کرے دیکھئے تو قاری اور رووی جو اللہ کی عبادت ہی نہیں کرتے انہیں کس قدر دنیا کی نعمتوں میں وسعت دی گئی ہے؟ یہ سنتے ہی آپ سنبھل بیٹھے اور فرمانے لگے اے ابن خطاب! کیا تو خشک میں ہے؟ اس قوم کی اچھائیاں انہیں بہ غفلت دنیا میں ہی دے دی گئیں میں نے کہا حضور میرے لئے اللہ سے طلب بخشش کیجئے بات یہ تھی کہ آپ نے بوجہ سخت ناراضگی قسم کھائی تھی کہ مہینہ بھر تک اپنی بیویوں کے پاس نہ جاؤں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمہیں - یہ حدیث بخاری مسلم ترمذی اور نسائی میں بھی ہے۔

بخاری مسلم کی حدیث میں ہے کہ ابن عباس فرماتے ہیں سال بھر اسی امید میں گزر گیا کہ موقع ملے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان دونوں کے نام دریافت کروں لیکن بیعت فاروقی سے ہمت نہیں پڑتی تھی یہاں تک کہ حج کی واپسی میں پوچھا پھر پوری حدیث بیان کی جو اوپر گزر چکی۔ صحیح مسلم میں ہے کہ طلاق کی شہرت کا واقعہ پردہ کی آٹیوں کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جس طرح حضرت خضہ کے پاس جا کر انہیں سمجھا آئے تھے اسی طرح حضرت عائشہ کے پاس بھی ہو آئے تھے اور یہ بھی ہے کہ اس غلام کا نام جوڑیونہی پر پہرہ دے رہے تھے حضرت رباح تھا رضی اللہ عنہ۔

إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيرٌ عَسَى رَبُّهُ أَنْ طَلِّقُكَ أَنْ يَبْدِلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِمَّنْ كُنْ مُسْلِمَتٍ مُّؤْمِنَتٍ قَنِيَّتٍ ثَيِّبَةٍ عِيْدَتٍ سَلِيحَةٍ ثَيِّبَةٍ وَابْتِغَارًا

اے نبی کی دونوں بیویو! اگر تم اللہ کے سامنے توبہ کر لو تو بہت بہتر ہے ○ یقیناً تمہارے دل کج ہو گئے ہیں اور اگر تم نبی کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو گی پس یقیناً اس کا کارساز اللہ ہے اور جبرئیل ہیں اور نیک ایمان دار اور ان کے علاوہ فرشتے بھی مدد کرنے والے ہیں ○ اگر تم پھر تمہیں طلاق دے دیں تو بہت جلد انہیں ان کا رب تمہارے بدلے تم سے بہتر بیویاں عنایت فرمائے گا جو اسلام والیاں ایمان والیاں فرمانبردار کی کرنے والیاں توبہ کرنے والیاں عبادت بجا لانے والیاں ○ روزے رکھنے والیں ہوں گی بیوہ اور کنواراں ○

(آیت: ۳۰-۵) یہی بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور سے کہا آپ عورتوں کے بارے میں اس مشقت میں کیوں پڑتے ہیں؟ اگر آپ انہیں طلاق بھی دے دیں تو آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے فرشتے ہیں اور جبرئیل اور میکائیل اور میں اور ابو بکرؓ اور جملہ مومن۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں الحمد للہ میں اس قسم کی جو بات کہنا مجھے امید لگی رہتی کہ اللہ تعالیٰ میری بات کی تصدیق نازل فرمائے

گاہیں اس موقع پر بھی آیت تخییر یعنی عَسَىٰ رَبُّهُ اَلْخُ اور وَاِنْ نَّظَاهَرَا عَلَیْهِ اَلْخُ آپ پر نازل ہوئیں مجھے جب آپ سے معلوم ہوا کہ آپ نے اپنی ازواج مطہرات کو طلاق نہیں دی تو میں نے مسجد میں آ کر دروازے پر کھڑا ہو کر اونچی آواز سے سب کو اطلاع دے دی کہ حضورؐ نے ازواج مطہرات کو طلاق نہیں دی۔ اسی کے بارے میں آیت وَاِذَا جَاۤءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوْ الْخَوْفِ اَلْخُ آخر تک اتری یعنی جہاں انہیں کوئی امن کی یا خوف کی خبر پہنچی کہ یہ اسے شہرت دینے لگتے ہیں اگر یہ اس خبر کو رسول یا ذی عقل و علم مسلمانوں تک پہنچا دیتے تو بے شک ان میں سے جو لوگ محقق ہیں وہ اسے سمجھ لیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہاں تک اس آیت کو پڑھ کر فرماتے ہیں اس امر کا استنباط کرنے والوں میں سے میں ہی ہوں۔ اور بھی بہت سے بزرگ مفسرین سے مروی ہے کہ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ سے مراد حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ بعضوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام بھی لیا ہے بعض نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا۔ ایک ضعیف حدیث میں مرفوعاً صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام ہے لیکن سند ضعیف ہے اور بالکل منکر ہے۔

عمرؓ اور موافقت قرآنی: ☆ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ آپؐ کی بیویاں غیرت میں آگئیں جس پر میں نے ان سے کہا کہ اگر حضورؐ تمہیں طلاق دے دیں گے تو اللہ تعالیٰ تم سے بہتر بیویاں آپؐ کو دے گا پس میرے لفظوں ہی میں قرآن کی یہ آیت اتری پہلے یہ بیان ہو چکا ہے کہ حضرت عمرؓ نے بہت سی باتوں میں قرآن کی موافقت کی جیسے پردے کے بارے میں بُدِری قیدیوں کے بارے میں مقام ابراہیم کو قبلہ ٹھہرانے کے بارے میں۔ ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ مجھے جب امہات المؤمنین کی اس رنجش کی خبر پہنچی تو ان کی خدمت میں میں گیا اور انہیں بھی کھانی شروع کیا یہاں تک کہ آخری ام المؤمنین کے پاس پہنچا تو مجھے جواب ملا کہ کیا ہمیں رسول اللہ ﷺ خود فصیح کرنے کے لئے کم ہیں جو تم آگئے؟ اس پر میں خاموش ہو گیا لیکن قرآن میں آیت عَسَىٰ رَبُّهُ اَلْخُ نازل ہوئی۔ صحیح بخاری میں ہے کہ جواب دینے والی ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ تھیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جو بات حضورؐ نے چپکے سے اپنی بیوی صاحبہ سے کہی تھی اس کا وہاں یہ ہے کہ حضرت حصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں آپؐ تھے وہ تشریف لائیں اور حضرت ماریہؓ سے آپؐ کو مشغول پایا تو آپؐ نے انہیں فرمایا تم (حضرت) عائشہؓ کو خبر نہ کرنا میں تمہیں ایک بشارت سنا تا ہوں میرے انتقال کے بعد میری خلافت پر (حضرت) ابوبکرؓ کے بعد تمہارے والد آئیں گے۔ حضرت حصہؓ نے حضرت عائشہؓ کو خبر کر دی پس حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا اس کی خبر آپؐ کو کس نے پہنچائی؟ آپؐ نے فرمایا مجھے عظیم ذخیرہ اللہ نے خبر پہنچائی۔ صدیقہؓ نے کہا میں آپؐ کی طرف نہ دیکھوں گی جب تک کہ آپؐ ماریہؓ کو اپنے اوپر حرام نہ کر لیں آپؐ نے کر لی اس پر آیت يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ نَاۤءِلْ ہُوَی (طبرانی) لیکن اس کی سند خدش ہے مقصد یہ ہے کہ ان تمام روایات سے ان پاک آیتوں کی تفسیر ظاہر ہوگئی۔ مُسْلِمَاتٌ مَّوْمِنَاتٌ قَانِتَاتٌ عَابِدَاتٌ کی تفسیر تو ظاہر ہی ہے مَسَاحِحَاتٌ کی تفسیر ایک تو یہ ہے کہ روزے رکھنے والیاں ایک مرفوع حدیث میں بھی یہی تفسیر اس لفظ کی آئی ہے جو حدیث سورہ برات کے اس لفظ کی تفسیر میں گزر چکی ہے کہ اس امت کی سیاحت روزے رکھنا ہے دوسری تفسیر یہ ہے کہ مراد اس سے ہجرت کرنے والیاں لیکن اول قول ہی اولیٰ ہے واللہ اعلم۔

جنت میں نبیؐ کی بیویاں: ☆ پھر فرمایا ان میں سے بعض بیوہ ہوں گی اور بعض کنواریاں اس لئے کہ جی خوش رہے۔ قسموں کی تہدیلی نفس کو بھلی معلوم ہوتی ہے۔ معتم طبرانی میں ابن ابی ہاشم نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ سے اس آیت میں جو وعدہ فرمایا ہے اس سے مراد بیوہ سے تو حضرت آسیہؓ ہیں جو فرعون کی بیوی تھیں اور کنواری سے مراد حضرت مریمؓ علیہا السلام ہیں جو حضرت عمران کی بیٹی تھیں۔ ابن عساکر میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپؐ کے پاس آئیں تو حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت خدیجہؓ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ انہیں خوشی ہو جنت کے ایک

چاندی کے گھر کی جہاں نہ گرمی ہے نہ تکلیف ہے نہ شور و غل جو چھدے ہوئی موتی کا بنا ہوا ہے جس کے دائیں بائیں مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم کے مکانات ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے وقت آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے خدیجہ! اپنی سوکنوں سے میرا سلام کہنا حضرت خدیجہ نے کہا یا رسول اللہ! کیا مجھ سے پہلے بھی کسی سے نکاح کیا تھا؟ آپ نے فرمایا نہیں مگر اللہ تعالیٰ نے مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون اور کلثوم بہن موسیٰ کی ان تینوں کو میرے نکاح میں دے رکھا ہے یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔ حضرت ابوالہمامہ سے ابویعلیٰ میں مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کیا جلد نئے ہوا اللہ تعالیٰ نے جنت میں میرا نکاح مریم بنت عمران کلثوم اخت موسیٰ اور آسیہ زوجہ فرعون سے کر دیا ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ کو مبارک ہو۔ یہ حدیث بھی ضعیف ہے اور ساتھ ہی مرسل بھی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ
وَالْجِبَارَةُ عَلَيْهِمْ مَلِكَةٌ غِلَظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ
وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ﴿٦٧﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَدُوا
الْيَوْمَ إِنَّمَا تُخْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٦٨﴾

اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں جنہیں جو حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم کیا جائے بجالا دیتے ہیں ○ اے کافرو! تم آج غرور مت کرو تمہیں صرف تمہارے کثرت کا بدلہ

دیا جا رہا ہے ○

ہمارا گھر انہ اور ہماری ذمہ داریاں: ☆ ☆ (آیت: ۶۷-۷۰) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ارشاد خداوندی ہے کہ اپنے گھرانے کے لوگوں کو علم و ادب سکھاؤ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اللہ کے فرمان بجالاؤ اس کی نافرمانیاں مت کرو اپنے گھرانے کے لوگوں کو ذکر اللہ کی تاکید کرو تاکہ اللہ تمہیں جہنم سے بچالے۔ مجاہدؓ فرماتے ہیں اللہ سے ڈرو اور اپنے گھر والوں کو بھی یہی تلقین کرو۔ قتادہؓ فرماتے ہیں اللہ کی اطاعت کا انہیں حکم دو اور نافرمانیوں سے روکنے روئان پر اللہ کے حکم قائم رکھو اور انہیں احکام الہی بجالانے کی تاکید کرتے رہو نیک کاموں میں ان کی مدد کرو اور برے کاموں پر انہیں ڈانٹو پٹو۔ شحاک و مقاتلؓ فرماتے ہیں ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اپنے رشتے کنبے کے لوگوں کو اور اپنے لوطی غلام کو اللہ کے فرمان بجالانے کی اور اس کی نافرمانیوں سے روکنے کی تعلیم دیتا رہے۔ مسند احمد میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب بیچ سات سال کے ہو جائیں انہیں نماز پڑھنے کو کہتے سننے رہا کرو جب دس سال کے ہو جائیں اور نماز میں سستی کریں تو انہیں مار کر دھمکا کر پڑھاؤ۔ یہ حدیث ابوداؤد اور ترمذی میں بھی ہے۔

جہنم کا ایندھن: ☆ ☆ فقہاء کا فرمان ہے کہ اسی طرح روزے کی بھی تاکید اور تنبیہ اس عمر سے شروع کر دینی چاہئے تاکہ بالغ ہونے تک پوری طرح نماز روزے کی عادت ہو جائے اطاعت کے بجالانے اور معصیت سے بچ رہنے اور برائی سے دور رہنے کا سلیقہ پیدا ہو جائے۔ ان کاموں سے تم اور وہ جہنم کی آگ سے بچ جاؤ گے جس آگ کا ایندھن انسانوں کے جسم اور پتھر ہیں ان چیزوں سے یہ آگ سلائی گئی ہے پھر خیال کر لو کہ کس قدر تیز ہوگی؟ پتھر سے مراد یا تو وہ پتھر ہے جن کی دنیا میں پرستش ہوتی رہی جیسے اور جگہ ہے اُنْکُمْ وَمَا تُعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حُصْبٌ جَهَنَّمَ تم اور تمہارے معبود جہنم کی لکڑیاں ہیں یا گندھک کے نہایت ہی بدبودار پتھر ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضورؐ نے اس آیت کی تلاوت کی اس وقت آپ کی خدمت میں بعض اصحاب تھے جن میں سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ

! کیا جہنم کے پتھر دنیا کے پتھروں جیسے ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں اللہ کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ جہنم کا ایک پتھر ساری دنیا کے تمام پتھروں سے بڑا ہے انہیں یہ سن کر غشی آگئی۔ حضورؐ نے ان کے دل پر ہاتھ رکھا تو وہ دل دھڑک رہا تھا آپؐ نے انہیں آواز دی کہ اسے شہ! کہو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اس نے اسے پڑھا پھر آپؐ نے اسے جنت کی خوشخبری دی تو آپؐ کے اصحاب نے کہا کیا ہم سب کے درمیان صرف اسی کو یہ خوشخبری دی جا رہی ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں دیکھو قرآن میں ہے ذَٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَخَافَ وَعَبِدَ "یہ اس کے لئے ہے جو میرے سامنے کھڑا ہونے اور میری دھمکیوں کا ڈر رکھتا ہو" یہ حدیث غریب اور مرسل ہے۔

جہنم کے فرشتے: ☆☆ پھر ارشاد ہوتا ہے اس آگ سے عذاب کرنے والے فرشتے سخت طبیعت والے ہیں جن کے دلوں میں کافروں کے لئے اللہ نے رحم رکھا ہی نہیں اور جو بدترین ترکیبوں میں بڑی بھاری سزائیں دیتے ہیں جن کے دیکھنے سے بھی پٹے پانی اور کھجور چھلنی ہو جائے۔ حضرت نکرہؑ فرماتے ہیں جب جہنمیوں کا پہلا جھٹکا جہنم کو چلا جائے گا تو دیکھے گا کہ پہلے دروازہ پر چار لاکھ فرشتے عذاب کرنے والے تیار ہیں جن کے چہرے بڑے بہت ناک اور نہایت سیاہ ہیں کچلیاں باہر نکلی ہوئی ہیں سخت بے رحم ہیں ایک ذرے کے برابر بھی اللہ نے ان کے دلوں میں رحم نہیں رکھا اس قدر جہنم میں کہ اگر کوئی پرند ان کے ایک کھوے سے اڑ کر دوسرے کھوے تک پہنچنا چاہے تو کئی مہینے زور جائیں پھر دروازہ پر انیس فرشتے پائیں گے جن کے سینوں کی چوڑائی ستر سال کی راہ ہے پھر ایک دروازہ سے دوسرے دروازہ کی طرف دھکیل دیئے جائیں گے پانچ سو سال تک گرتے رہنے کے بعد دوسرا دروازہ آئے گا وہاں بھی اسی طرح ایسے ہی اور اتنے ہی فرشتوں کو موجود پائیں گے اسی طرح ہر دروازہ پر یہ فرشتے خدا کی فرمان کے تابع ہیں۔ ادھر فرمایا گیا ادھر انہوں نے عمل شروع کر دیا۔ ان کا نام زبان یہ ہے اللہ ہمیں اپنے عذابوں سے بچا دے آمین۔

قیامت کے دن کوئی عذر قبول نہیں: ☆☆ قیامت کے دن کفار سے فرمایا جائے گا کہ آج تم بیکار عذر پیش نہ کرو کوئی معذرت ہمارے سامنے نہ چل سکے گی تمہارے کروت کا مزہ تمہیں چکھنا ہی پڑے گا۔ پھر ارشاد ہے کہ اے ایمان والو! تم جی اور خالص توبہ کرو جس سے تمہارے اگلے گناہ معاف ہو جائیں میل یکیل وصل جائے بُرائیوں کی عادت چھٹ جائے۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ نے اپنے ایک خطبے میں بیان فرمایا کہ لوگو! میں نے حضرت عمر بن خطابؓ سے سنا ہے کہ خالص توبہ یہ ہے کہ انسان گناہ کی معافی چاہے اور پھر اس گناہ کو نہ کرے۔ ایک اور روایت میں ہے پھر اس کے کرنے کا ارادہ بھی نہ کرے۔ حضرت عبداللہؓ سے بھی اسی کے قریب مروی ہے۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی یہی آیا ہے جو ضعیف ہے اور ٹھیک یہی ہے کہ وہ بھی موقوف ہی ہے واللہ اعلم۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن
يَكْفُرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُم جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يَوْمَ
لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ
أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

اے ایمان والو! تم اللہ کے سامنے جی خالص توبہ کرو ممکن ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہ دور کر دے اور تمہیں ایسی جنتوں میں پہنچا دے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں

جس دن اللہ تعالیٰ نبی کو اور ان ایمانداروں کو جو ان کے ساتھ ہیں رسوا نہ کرے گا ان کا نور ان کے سامنے اور ان کے دامن دوڑ رہا ہوگا یہ دعائیں کرتے ہوں گے
اے ہمارے رب! ہمیں ہمارا نور عطا فرما اور ہمیں بخش دے لہذا تو ہر چیز پر قادر ہے ○

خالص توبہ: ☆ ☆ (آیت: ۸) علماء سلف فرماتے ہیں توبہ خالص یہ ہے کہ گناہ کو اس وقت چھوڑ دے جو ہو چکا ہے اس پر نادم ہو اور آئندہ
کے لئے نہ کرنے کا پختہ عزم ہو اور اگر گناہ میں کسی انسان کا قح ہے تو چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ حق باقاعدہ ادا کر دے۔ حضورؐ فرماتے ہیں نادم ہونا
بھی توبہ کرنا ہے۔ حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں ہمیں کہا گیا تھا کہ اس امت کے آخری لوگ قیامت کے قریب کیا کیا کام کریں گے؟ ان
میں ایک یہ ہے کہ انسان اپنی بیوی یا لونڈی سے اس کے پاختانہ کی جگہ میں ودلی کرے گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ نے مطلق حرام کر دیا ہے اور
جس فعل پر اللہ اور اس کے رسولؐ کی ناراضگی ہوتی ہے۔ اسی طرح مرد و مرء سے بدفعلی کریں گے جو حرام اور باعث ناراضی اللہ و رسولؐ ہے۔ ان
لوگوں کی نماز بھی اللہ کے ہاں مقبول نہیں جب تک کہ یہ توبہ نصوح نہ کریں۔ حضرت ابو زرؓ نے حضرت ابی سے پوچھا تو یہ نصوح کیا ہے؟ فرمایا
میں نے حضورؐ سے یہی سوال کیا تھا تو آپؐ نے فرمایا قصور سے گناہ ہو گیا پھر اس پر نادم ہونا اللہ تعالیٰ سے معافی چاہنا اور پھر اس گناہ کی طرف
مائل نہ ہونا۔ حضرت حسن فرماتے ہیں تو بہن صوح یہ ہے کہ جیسے گناہ کی محبت تھی وہی صاعی بغض دل میں بیٹھ جائے اور جب وہ گناہ یاد آئے اس
سے استغفار ہو جب کوئی شخص توبہ کرنے پر پختگی کر لیتا ہے اور اپنی توبہ پر ہمارا بتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی تمام اگلی خطائیں مٹا دیتا ہے جیسے کہ صحیح
حدیث میں ہے کہ اسلام لانے سے پہلے کی تمام برائیاں اسلام فدا کر دیتا ہے اور توبہ سے پہلے کی تمام خطائیں توبہ سوخت کر دیتی ہے اب رہی
یہ بات کہ توبہ نصوح میں یہ شرط بھی ہے کہ توبہ کرنے والا پھر مرتے دم تک اس گناہ کو نہ کرے جیسے کہ احادیث و آثار بھی بیان ہوئے جن میں
ہے کہ پھر کبھی نہ کرے یا صرف اس کا عزم راسخ کافی ہے کہ اسے اب کبھی نہ کروں گا گو پھر بہ متفقانے بشریت بھولے چو کہ ہو جائے جیسے کہ
ابھی حدیث گزری کہ توبہ اپنے سے پہلے گناہوں کو بالکل مٹا دیتی ہے تو تنہا توبہ کے ساتھ ہی گناہ معاف ہو جاتے ہیں یا پھر مرتے دم تک اس
کام کا نہ ہونا گناہ کی معافی کی شرط کے طور پر ہے؟ پس پہلی بات کی دلیل تو یہ صحیح حدیث ہے کہ جو شخص اسلام میں نیکیاں کرے وہ اپنی جاہلیت
کی برائیاں پر پکڑا نہ جائے گا اور جو اسلام لا کر بھی برائیاں میں مبتلا رہے وہ اسلام کی اور جاہلیت کی دونوں برائیوں میں پکڑا جائے گا پس
اسلام جو کہ گناہوں کو دور کرنے میں توبہ سے بڑھ کر ہے جب اس کے بعد بھی اپنی بدکرداریوں کی وجہ سے پہلی برائیاں میں بھی پکڑ ہوتی تو
توبہ کے بعد تو بطور اولیٰ ہونی چاہئے۔ واللہ اعلم۔ لفظ عسی گو تمنا امید اور امکان کے معنی دیتا ہے لیکن کلام اللہ میں اس کے معنی تحقیق کے
ہوتے ہیں پس فرمان ہے کہ خالص توبہ کرنے والے قطعاً اپنے گناہوں کو معاف کروائیں گے اور سرسبز و شاداب جنّتوں میں جائیں گے۔ پھر
ارشاد ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اور ان کے ایماندار ساتھیوں کو ہرگز شرمندہ نہ کرے گا انہیں خدا کی طرف سے نور عطا ہوگا جو ان
کے آگے آگے اور دائیں طرف ہوگا اور سب اندھروں میں ہوں گے اور یہ روشنی میں ہوں گے جیسے کہ پہلے سورہ حدید کی تفسیر میں گزر چکا جب
یہ دیکھیں گے کہ منافقوں کو جو روشنی ملی تھی عین ضرورت کے وقت وہ ان سے چھین لی گئی اور وہ اندھروں میں بہکتے رہ گئے تو دعا کریں گے کہ
خدا یا ہمارے ساتھ ایسا نہ ہو ہماری روشنی تو آخروقت تک ہمارے ساتھ ہی رہے ہمارا نور ایمان بجھنے نہ پائے۔

یونکانہ کے ایک صحابی فرماتے ہیں فتح مکہ والے دن رسول اللہ ﷺ کے پیچھے میں نے نماز پڑھی تو میں نے آپ کی اس دعا کو سنا
اَللّٰهُمَّ لَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ میرے اللہ! مجھے قیامت کے دن رسوا نہ کرنا۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضورؐ فرماتے ہیں قیامت کے دن
سب سے پہلے جہدے کی اجازت مجھے دی جائے گی اور اسی طرح سب سے پہلے جہدے سے سر اٹھانے کی اجازت بھی مجھی کو مرحمت ہوگی میں
اپنے سامنے اور دائیں بائیں نظریں ڈال کر اپنی امت کو پہچان لوں گا۔ ایک صحابی نے کہا حضور انہیں کیسے پہچانیں گے؟ وہاں تو بہت سی اتھیں

مخلوط ہوں گی آپ نے فرمایا میری امت کے لوگوں کی ایک نشانی تو یہ ہے کہ ان کے اعضاء وضو منور ہوں گے چمک رہے ہوں گے کسی اور امت میں یہ بات نہ ہوگی دوسری پہچان یہ ہے کہ ان کے نامہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے تیسری نشانی یہ ہوگی کہ جدے کے نشان ان کی پیشانیوں پر ہوں گے جن سے میں پہچان لوں گا چوتھی علامت یہ ہے کہ ان کا نوران کے آگے آگے ہوگا۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَا لَهُمْ
جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَتَ
نُوحَ وَامْرَأَتَ لُوطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ
فَخَانَتَهُمَا فَلَمْ يُغْنِ عَنْهُمَا مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ
الدَّٰخِلِينَ

اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کر ان کا ٹھکانا جہنم ہے جو بہت بری جگہ ہے ○ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے نوح کی اور لوط کی بیوی کی کہادت بیان فرمائی یہ دونوں ہمارے بندوں میں سے شاکستہ اور نیک بندوں کے گھر میں تھیں پھر ان دونوں کی انہوں نے خیانت کی پس وہ دونوں نیک بندے ان سے اللہ کے کسی عذاب کو نہ روک سکے اور حکم دے دیا گیا کہ اے عورتو! دوزخ میں جانے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی چلی جاؤ ○

تحفظ قانون کے لئے حکم جہاد ☆ ☆ (آیت: ۱۰) اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ کافروں سے جہاد کرو و تمہاریوں کے ساتھ اور منافقوں سے جہاد کرو و اللہ جاری کرنے کے ساتھ ان پر دنیا میں سختی کر دے آخرت میں بھی ان کا ٹھکانا جہنم ہے جو بدترین بازگشت ہے پھر مثال دے کر سمجھایا کہ کافروں کا مسلمانوں سے ملنا جلنا غلط ملط رہنا انہیں ان کے کفر کے باوجود خدا کے ہاں کچھ نفع نہیں دے سکتا۔ دیکھو! دو پیغمبروں کی عورتیں حضرت نوح علیہ السلام کی اور حضرت لوط علیہ السلام کی جو ہر وقت ان نبیوں کی صحبت میں رہنے والی اور دن رات ساتھ اٹھنے بیٹھنے والی اور ساتھ ہی کھانے پینے بلکہ سونے جانے والی تھیں لیکن چونکہ ایمان میں ان کی ساتھی نہ تھیں اور اپنے کفر پر قائم تھیں پس پیغمبروں کی آٹھ پہر کی صحبت انہیں کچھ کام نہ آئی انبیاء اللہ انہیں اخروی نفع نہ پہنچا سکے اور نہ اخروی نقصان سے بچا سکے بلکہ ان عورتوں کو بھی جہنمیوں کے ساتھ جہنم میں جانے کو کہہ دیا گیا۔ یاد رہے کہ خیانت کرنے سے مراد بدکاری نہیں انبیاء علیہم السلام کی حرمت و عصمت اس سے بہت اعلیٰ اور بالا ہے کہ ان کی گھر والیاں فاحشہ ہوں ہم اس کا پورا ایمان سورہ نور کی تفسیر میں کر چکے ہیں بلکہ یہاں مراد خیانت فی الدین ہے یعنی دین میں اپنے خاوندوں کی خیانت کی ان کا ساتھ نہ دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ان کی خیانت زنا کاری نہ تھی بلکہ یہ تھی کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی تو لوگوں سے کہا کرتی تھی کہ یہ جنتوں ہیں اور لوط علیہ السلام کی بیوی جو مہمان حضرت لوط کے ہاں آتے تو کافروں کو خبر کر دیتی تھی یہ دونوں بد دین تھیں۔ نوح علیہ السلام کی رازداری اور پوشیدہ طور پر ایمان لانے والوں کے نام کافروں پر ظاہر کر دیا کرتی تھی اسی طرح حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی بھی اپنے خاوند اللہ کے رسول کی مخالف تھی اور جو لوگ آپ کے ہاں مہمان بن کر ٹھہرتے یہ جا کر اپنی کافر قوم سے خبر کر دیتی جنہیں بد عملی کی عادت تھی بلکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کسی پیغمبر کی کسی عورت نے کبھی بدکاری نہیں کی بلکہ ان کی خیانت دین میں تھی اسی طرح حضرت عکرمہؓ حضرت سعید بن جبیرؓ حضرت ضحاکؓ وغیرہ سے بھی مروی ہے اس سے استدلال کر

کے بعض علماء نے کہا ہے کہ وہ جو عام لوگوں میں مشہور ہے کہ حدیث میں ہے جو شخص کسی ایسے کے ساتھ کھائے جو بخشا ہوا ہو اسے بھی بخش دیا جاتا ہے یہ حدیث بالکل ضعیف ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ حدیث محض بے اصل ہے ہاں ایک بزرگ سے مروی ہے کہ انہوں نے خواب میں آنحضرت ﷺ کی زیارت کی اور پوچھا کہ کیا حضورؐ نے یہ حدیث ارشاد فرمایا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں لیکن اب میں کہتا ہوں۔

وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَتِ فِرْعَوْنَ إِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِي مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ وَنَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿۱۱﴾

اور اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لئے فرعون کی بیوی کی کہادت بیان فرمائی، جبکہ اس نے دعا کی کہ اے میرے رب! میرے لئے اپنے پاس جنت میں مکان بنا اور مجھے فرعون سے اور اس کے عمل سے بچا نکال اور مجھے ظالم لوگوں سے غلامی دے۔

سعادت مند آسیہ (فرعون کی بیوی) ☆ ☆ (آیت ۱۱) یہاں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لئے مثال بیان فرما کر ارشاد فرماتا ہے کہ اگر یہ اپنی ضرورت پر کافروں سے غلط ملط ہوں تو انہیں کچھ نقصان نہ ہوگا جیسے اور جگہ ہے لَا يَنْجِذُ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْ الْإِيمَانُ دُرُوسًا كُفْرًا يَكْفُرُ بِمَا كُفِرَ فِيهِ فَالَّذِينَ هُمْ عَنْهُ هُمْ أَكْثَرُ ضَلَالًا (سورہ بقرہ ۱۷۵) کو چاہئے کہ مسلمانوں کے سوا اوروں سے دوستیاں نہ کریں جو ایسا کرے گا وہ خدا کی طرف سے کسی بھلائی میں نہیں ہاں اگر بطور پکار اور دفع الوقتی کے ہو تو اور بات ہے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں روئے زمین کے تمام تر لوگوں میں سب سے زیادہ سرکش فرعون تھا لیکن اس کے کفر نے بھی اس کی بیوی کو کچھ نقصان نہ پہنچایا اس لئے کہ وہ اپنے زبردست ایمان پر پوری طرح قائم تھیں اور رہیں۔ جان لو کہ اللہ تعالیٰ عادل حاکم ہے وہ ایک گناہ پر دوسرے کو نہیں پکڑتا۔

حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں فرعون اس نیک بخت بیوی کو طرح طرح سے ستاتا تھا سخت گرمیوں میں انہیں دھوپ میں کھڑا کر دیتا لیکن پروردگار اپنے فرشتوں کے پروں کا سایہ ان پر کر دیتا اور انہیں گرمی کی تکلیف سے بچالیتا بلکہ ان کے جنقی مکان کو کھادیتا جس سے ان کی روح کی تازگی اور ایمان کی زیادتی ہو جاتی، فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بابت یہ دریافت کرتی رہتی تھیں کہ کون غالب رہا تو ہر وقت یہی سنیں کہ موسیٰ غالب رہے بس یہی ان کے ایمان کا باعث بنا اور یہ پکارا انہیں کہ میں موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لائی۔ فرعون کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے کہا کہ جو بڑی سے بڑی چٹری چٹان تمہیں ملے اسے اٹھالو اور اسے چٹ لٹاؤ اور اسے کہو کہ اپنے اس عقیدے سے باز آئے اگر باز آئے تو میری بیوی ہے عزت و حرمت کے ساتھ وہیں لاؤ اور اگر نہ مانے تو وہ چٹان اس پر گرادو اور اس کا قیہ قیہ کر ڈالو جب یہ لوگ چٹرا لے انہیں لے گئے لٹا دیا اور چٹران پر گرانے کے لئے اٹھایا تو انہوں نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی پروردگار نے حجاب بنا دیئے اور جنت کو اور وہاں جو مکان ان کے لئے بنایا گیا تھا اسے انہوں نے اپنی آنکھوں دیکھ لیا اور اسی میں ان کی روح پرواز کر گئی، جس وقت چٹھر پھینکا گیا اس وقت ان میں روح تھی ہی نہیں اپنی شہادت کے وقت دعا مانگتی ہیں کہ خدایا جنت میں اپنے قریب کی جگہ مجھے عنایت فرما اس دعا کی اس بار کی پر بھی نگاہ ڈالنے کے پہلے خدا کا پڑوس مانگا جا رہا ہے پھر گھر کی درخواست کی جا رہی ہے۔

اس واقعہ کے بیان میں مرفوع حدیث بھی وارد ہوئی ہے پھر دعا کرتی ہیں کہ مجھے فرعون اور اس کے عمل سے نجات دے میں اس کی کفر یہ حرکتوں سے بیزار ہوں مجھے اس ظالم قوم سے عافیت میں رکھ۔ ان بیوی صلابہ کا نام آسیہ بنت مزاحم تھا رضی اللہ عنہا۔ ان کے ایمان

لانے کا واقعہ حضرت ابو العالیہ رحمۃ اللہ علیہ اسی طرح بیان فرماتے ہیں کہ فرعون کے داروغہ کی عورت کا ایمان ان کے ایمان کا باعث بنا وہ ایک روز فرعون کی لڑکی کا سر گوندھ رہی تھی اچانک کنگھی ہاتھ سے گر گئی اور ان کے منہ سے نکل گیا کہ کفار برباد ہوں۔ اس پر فرعون کی لڑکی نے پوچھا کہ کیا میرے باپ کے خاتون کسی اور کو اپنا رب مانتی ہے؟ اس نے کہا میرا اور تیرے باپ کا اور ہر چیز کا رب اللہ تعالیٰ ہے اس نے غصہ میں آ کر انہیں خوب مارا پٹا اور اپنے باپ کو اس کی خبر دتی، فرعون نے انہیں بلا کر خود پوچھا کہ کیا تم میرے سوا کسی اور کی عبادت کرتی ہو؟ جواب دیا کہ ہاں میرا اور تیرا اور تمام مخلوق کا رب اللہ ہے میں اسی کی عبادت کرتی ہوں فرعون نے حکم دیا اور انہیں چت لٹا کر ان کے ہاتھ بیروں پر مضیں گڑوا دیں اور چناب چھوڑ دیئے جو انہیں کانٹے رہیں پھر ایک دن آیا اور کہا ہاں تیرے خیالات درست ہوئے؟ وہاں سے جواب ملا کہ میرا اور تیرا اور تمام مخلوق کا رب اللہ ہی ہے۔ فرعون نے کہا اب تیرے سامنے میں تیرے لڑکے کو کھڑے نکلوے کر دوں گا اور نہ اب بھی میرا کہا ہاں لے اور اس دین سے باز آ جا انہوں نے جواب دیا کہ جو کچھ تو کر سکتا ہو کر ڈال اس ظالم نے ان کے لڑکے کو منگوایا اور ان کے سامنے اسے مار ڈالا جب اس بچہ کی روح نکلی تو اس نے کہا اے ماں! خوش ہو جا تیرے لئے اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے ثواب تیار کر رکھے ہیں اور فلاں فلاں نعمتیں تجھے ملیں گی انہوں نے اس روح فرسا سانچہ کو چشم خود دیکھا لیکن صبر کیا اور راضی یہ قضا ہو کر بیٹھ رہیں۔ فرعون نے انہیں پھر اسی طرح باندھ کر ڈالوا دیے اور سانپ چھوڑ دیئے پھر ایک دن آیا اور اپنی بات دہرائی۔ بیوی صاحبہ نے پھر نہایت صبر و استقلال سے وہی جواب دیا اس نے پھر وہی دھمکی دی اور ان کے دوسرے بچے کو بھی ان کے سامنے ہی قتل کرادیا۔ اس کی روح نے بھی اسی طرح اپنی والدہ کو خوشخبری دی اور صبر کی تلقین کی فرعون کی بیوی نے بڑے بچہ کی روح کی خوشخبری سنی تھی اب اس چھوٹے بچہ کی روح کی بھی خوشخبری سنی اور ایمان لے آئیں ابھراں بیوی صاحبہ کی روح اللہ تعالیٰ نے قبض کر لی اور ان کی منزل و مرتبہ جو خدا کے ہاں تھا وہ حجاب بنا کر فرعون کی بیوی کو دکھا دیا کیا۔ یہ اپنے ایمان و یقین میں بہت بڑھ گئیں یہاں تک کہ فرعون کو بھی ان کے ایمان کی خبر ہو گئی۔ اس نے ایک روز اپنے درباریوں سے کہا تمہیں کچھ بھری بیوی کی خبر ہے؟ تم اسے کیا جانتے ہو؟ سب نے بڑی تعریف کی اور ان کی بھلائیاں بیان کیں فرعون نے کہا تمہیں نہیں معلوم وہ بھی میرے سوا دوسرے کو اللہ مانتی ہے پھر مشورہ ہوا کہ انہیں قتل کر دیا جائے چنانچہ میخیں گاڑی گئیں اور ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر ڈال دیا گیا اس وقت حضرت آسیہ نے اپنے رب سے دعا کی کہ پروردگار میرے لئے اپنے پاس جنت میں مکان بنا اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور حجاب بنا کر انہیں ان کا جنتی درجہ دکھا دیا جس پر یہ بیٹنے لگیں۔ ٹھیک اسی وقت فرعون آ گیا اور انہیں ہستا ہوا دیکھ کر کہنے لگا لوگو تمہیں تعجب نہیں معلوم ہوتا کہ اتنی سخت سزائیں یہ جتلا ہے اور پھر بنس ری ہے یقیناً اس کا دماغ ٹھکانے نہیں الغرض انہی عذابوں میں یہ بھی شہید ہوئیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِنْ رُوحِنَا
وَصَدَقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِينَ ۝

اور مثال بیان فرمائی مريم بنت عمران کی جس نے اپنی ناموس کی حفاظت کی پھر ہم نے اپنی طرف سے اس میں جان پھونک دی۔ مريم اپنے رب کی باتیں اور اس کی کتابوں کو مانتی تھی اور عبادت گزاروں میں سے تھی ○

حضرت مريم علیہا السلام: ☆ (آیت ۱۲) پھر دوسری مثال حضرت مريم بنت عمران علیہا السلام کی بیان کی جاتی ہے کہ وہ نہایت پاک دامن تھیں ہم نے اپنے فرشتے جبریل کی معرفت ان میں روح پھونکی حضرت جبریل کو انسانی صورت میں اللہ تعالیٰ نے

بھیجا تھا اور حکم دیا تھا کہ وہ اپنے منہ سے ان کے کرتے کے گریبان میں پھونک مار دیں، اسی سے حمل رہ گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ پس فرمان ہے کہ ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی پھر حضرت مریمؑ کی اور تعریف ہو رہی ہے کہ وہ اپنے رب کی تقدیر اور شریعت کو سچ ماننے والی تھیں اور پوری فرمانبردار تھیں۔ مسند احمد میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چار لکیریں کھینچیں اور صحابہؓ سے دریافت کیا کہ جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی کو پورا علم ہے۔ آپ نے فرمایا سنو تم جنتی عورتوں میں سے افضل خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمد اور مریم بنت عمران اور آسیہ بنت حزام ہیں جو فرعون کی بیوی تھیں۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مردوں میں سے تو صاحب کمال بہت سارے ہوئے ہیں لیکن عورتوں میں سے کامل عورتیں صرف حضرت آسیہ ہیں جو فرعون کی بیوی تھیں اور حضرت مریم بنت عمران ہیں اور حضرت خدیجہ بنت خویلد ہیں اور حضرت عائشہ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہی جیسے سالن میں چوری ہوئی روٹی کی فضیلت باقی کھانوں پر۔ ہم نے اپنی کتاب البدایہ والنہایہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصے کے بیان کے موقع پر اس حدیث کی سندیں اور الفاظ بیان کر دیے ہیں۔ فالحمد للہ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اسی سورت کی آیت کے الفاظ تَبَيَّنَ وَابْكَارُ کی تفسیر کے موقع پر وہ حدیث بھی ہم بیان کر چکے ہیں جس میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی جنتی بیویوں میں ایک حضرت آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ہیں۔ الحمد للہ سورہ تحریم کی تفسیر ختم ہوئی۔

اللہ کے فضل و کرم اور لطف و رحم سے اٹھا میسویں پارے قد سمع اللہ کی تفسیر بھی ختم ہوئی۔

پروردگار ہمیں اپنے کلام کی سچی سمجھ عطا فرمائے اور عمل کی توفیق دے۔ باری تعالیٰ تو اسے قبول فرما اور میرے لئے باقیات صالحات میں کراؤ۔

والحمد لله رب العالمين والصلوة على سيد المرسلين وآله واصحابه اجمعين۔